بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الامت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

کی مشہور

تفسیر بیان القرآن

کی تسہیل اور اختصار بنام

تفسیر فہم قرآن

(حصہ سوم)

سورۂ ھود تا سورۂ طٰہٰ

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

مجلس نشریات قرآن

سورہ ہود

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۲۳ - رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ ۱
اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ ۙ ۲ وَّ اَنِ
اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ
تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۳ اِلَى اللّٰهِ
مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۴ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ
صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ
يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۵

ترجمہ : الر یہ کتاب ہے۔ محکم کی گئی ہیں اس کی آیتیں پھر کھول کر بیان کی گئی ہیں منجانب ایک حکمت والے خبردار کے کہ نہ عبادت کرو مگر اللہ کی۔ بے شک میں تمہارے لئے اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں اور یہ کہ بخشش طلب کرو اپنے رب سے پھر متوجہ رہو اس کی طرف وہ فائدہ دے گا تم کو اچھا فائدہ ایک وقت مقرر تک اور دے گا ہر زائد عمل والے کو اپنا زائد ثواب۔ اور اگر تم اعراض کرتے رہے تو میں خوف رکھتا ہوں تم پر عذاب کا ایک بڑے دن کے۔ اللہ ہی کی طرف تمہاری واپسی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یاد رکھو وہ دہرے کرتے ہیں اپنے سینے تا کہ چھپائیں اس سے۔ یاد رکھو جس وقت وہ لپیٹتے ہیں اپنے کپڑے (اللہ) جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ جاننے والا ہے دلوں کی باتوں کو۔

تفسیر: (الر یہ ایک) ایسی (کتاب ہے کہ اس کی آیتیں) لفظی ومعنوی ہر اعتبار سے نہایت (محکم) یعنی خوب جچی تلی (کی گئی ہیں) اس وجہ سے ان میں نہ تو تناقض ہے، نہ واقع اور حکمت کے خلاف کوئی مضمون ہے اور نہ ہی فصاحت و بلاغت کے خلاف کوئی حرف ہے۔ جن اصول وفروع، اخلاق واعمال اور پند ونصیحت پر یہ آیتیں مشتمل ہیں اور دعووں کو ثابت کرنے کے لئے جو دلائل و براہین پیش کئے ہیں وہ سب علم وحکمت کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ غرض قرآنی حقائق و دلائل ایسے مضبوط ومحکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی پلٹیاں کھائے ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے (پھر) ان تمام خوبیوں کے باوجود یہ نہیں ہے کہ اجمال وابہام کی وجہ سے کتاب معمہ بن کر رہ گئی ہو بلکہ دنیا وآخرت کی تمام اہم باتیں خوب (کھول کر بیان کی گئی ہیں) اور موقع بہ موقع دلائل، احکام، مواعظ، قصص ہر چیز بڑی خوبصورتی اور سلیقہ سے الگ الگ رکھی ہے اور تمام ضروریات کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ قرآن میں ان تمام باریکیوں کو یکجا دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ یہ کیسے ہے؟ مگر حیرت کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ (ایک حکمت والے خبردار کی طرف سے) ہیں۔ ایسی کتاب کے نازل کرنے کا ایک بڑا مقصد یہ ہے (کہ) اے انسانو (تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو) پھر جو کوئی اس مقصد کو پورا کرے کہ کتاب الٰہی کو مانے اور شرک کو چھوڑے وہ فلاح دارین کا مستحق ہے اور جو اس مقصد کو پورا نہ کرے کہ نہ کتاب کو مانے اور نہ کفر وشرک کو چھوڑے وہ عذاب الٰہی کا حقدار ہے اور جان لو کہ (میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے) عذاب الٰہی سے (ڈرانے والا اور) فلاح دارین کی (خوشخبری دینے والا ہوں)۔ (اور) اس کتاب کے نازل کرنے کا دوسرا بڑا مقصد (یہ) ہے کہ تمہاری دنیا کی زندگی بھی اچھی طرح سے گزرے اور آخرت میں بھی اونچے درجے پاؤ۔ وہ اس طرح سے (کہ تم بخشش طلب کرو اپنے رب سے) جس میں یہ بھی شامل ہے کہ کفر وشرک کو چھوڑ کر صحیح ایمان کو اختیار کرو (پھر) ایمان لانے کے بعد عمل صالح کے ذریعہ (اللہ کی طرف متوجہ رہو)۔ ایمان اور عمل صالح کی برکت سے (وہ تم کو وقت مقرر) یعنی موت کے وقت (تک) دنیا میں خوش عیشی کا (اچھا فائدہ دے گا) خوش عیشی کی صورت یہ بھی ہے کہ سچا مومن تنگی کے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آخرت کی خوشحالی کے تصور سے قلبی سکون اور باطنی راحت پاتا ہے جو خوش عیشی کا اصل سبب ہے (اور زیادہ عمل کرنے والے کو) آخرت میں (اپنا زیادہ ثواب دے گا۔ اور اگر تم لوگ) ایمان لانے سے (اعراض) ہی (کرتے رہے تو) اس صورت میں (میں تم پر خوف رکھتا ہوں ایک بڑے دن) یعنی قیامت کے دن (کے عذاب کا) اور قیامت کے دن کے عذاب اور اس کی سزا کو بعید نہ سمجھو کیونکہ سزا دینے کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں ایک یہ کہ مجرم حاضر ہو، دوسرے یہ کہ حاکم سزا دینے کی پوری قدرت اور کامل اختیار رکھتا ہو، تیسرے یہ کہ مجرم کی

کل کارروائیاں حاکم کے علم میں ہوں اور قیامت کے دن یہ تینوں باتیں ثابت ہوں گی۔ اول (اللہ ہی کی طرف تمہاری واپسی) اور حاضری (ہے اور) دوسرے (وہ) ہر طرح کی سزا سمیت (ہر چیز پر قادر ہے) اور تیسرے اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ وہ ہر کھلی چھپی چیز کو یکساں جانتا ہے لہٰذا (یاد رکھو کہ) اگرچہ (وہ دوہرے کرتے ہیں اپنے سینے) اور اوپر سے کپڑا لپیٹ لیتے ہیں (تاکہ اللہ سے اپنی) وہ (باتیں چھپائیں) جو وہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں کرتے ہیں۔ وہ اس ہیئت سے اس وجہ سے کرتے ہیں کہ کسی کو خبر نہ ہو جائے سو (یاد رکھو جس وقت وہ) دوہرے ہو کر (اپنے کپڑے) اپنے اوپر (لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے جو کچھ وہ) چپکے چپکے باتیں کر کے (چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ) اعلانیہ (ظاہر کرتے ہیں) کیونکہ (یقیناً وہ تو دلوں کی باتوں) یعنی خیالات، ارادوں اور نیتوں تک (کو جاننے والا ہے)۔

ربط: اوپر مجرموں کی سزا کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی وسعت علمی کا ذکر ہوا۔ اسی کی مناسبت سے آگے اس پر تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت علمی کو صرف مجرموں کی سزا کے اعتبار تک محدود نہ سمجھنا بلکہ وہ تو ہر اعتبار اور ہر پہلو سے ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

ترجمہ: اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں مگر اللہ ہی کے ذمہ ہے اس کا رزق اور وہ جانتا ہے اس کی جائے قرار کو اور اس کی جائے امانت کو۔ سب کچھ موجود ہے کھلی کتاب میں۔

تفسیر: (اور) اس کی وسعت علمی کا اس بات سے بھی اندازہ کرو کہ (کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو) جس قدر روزی جس کے لئے مقدر کر دی گئی ہے وہ اس کو یقیناً پہنچ کر رہے گی (اور) جب تمام جانداروں کی حسب استعداد روزی اور معاش مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اللہ کا علم ان سب جانداروں کو حاوی ہو ورنہ ان کو روزی کیسے پہنچا سکے گا۔ پھر اس کو صرف ان جانداروں کی ذات کا ہی نہیں بلکہ (وہ) تو (ہر ایک کے جائے قرار) یعنی مستقل رہنے کی جگہ کو (اور جائے امانت) یعنی عارضی اور تھوڑے عرصہ رہنے کی جگہ (کو) بھی (جانتا ہے) اور ہر ایک کو اسی جگہ پر رزق پہنچاتا ہے اور اگرچہ یہ سب چیزیں علم الٰہی میں تو ہیں ہی مگر اس کے ساتھ ہی یہ (سب چیزیں کھلی کتاب) یعنی لوح محفوظ (میں) بھی مندرج (ہیں)۔

ربط: اوپر بتایا کہ قرآن پاک کو نازل کرنے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ تم کفر و شرک کو چھوڑ کر صرف اللہ کی عبادت کرو۔ آگے بتاتے ہیں کہ اس سارے نظام کی تخلیق سے مقصود تمہارا یہاں بسانا اور امتحان کرنا ہے کہ تم کفر و شرک چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو یا نہیں۔ امتحان میں کامیابی و ناکامی کی صورت میں جزا و سزا دینا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں اور تھا اس

کا عرش پانی پر تا کہ آزمائے تم کو کہ تم میں سے کون اچھا ہے عمل میں۔

تفسیر: (اور وہی) اللہ (ہے جس نے) سب (آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن) کی مقدار (میں پیدا کیا) اور اس وقت (اس کا عرش پانی پر تھا) جیسا کہ اب آسمانوں کے اوپر ہے جو اس بات پر دلیل ہے کہ کائنات کی ہر چیز پر تصرف و تسلط صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وہ پانی کائنات کا مادہ اور ذریعہ حیات تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے یہ آسمان اور زمین اور تمہاری ضرورت اور تمہارے نفع کی بہت سی چیزیں بنائیں (تا کہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون) آسمان و زمین کے نظام اور ان میں موجود منافع پر غور کر کے اللہ پر ایمان لاتا ہے اور (عمل میں اچھا) بنتا (ہے) اور کون کفر و شرک پر برقرار رہتا ہے اور اس طرح اچھی جزا یا بری سزا کا حقدار بنتا ہے۔

ربط: مذکورہ بالا تمام تنبیہات کے باوجود بہت سے کافر اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں اور بجائے ماننے کے الٹا مذاق اڑاتے ہیں۔

وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَّبْعُوثُونَ مِنْ
بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾
وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ مَا
يَحْبِسُهُ ۗ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِم
مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨﴾

ترجمہ: اور اگر تو کہے کہ تم اٹھائے جانے والے ہو موت کے بعد تو ضرور کہیں گے کافر کہ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا۔ اور اگر ہم مؤخر کر دیں ان سے عذاب کو گنتی (کے دنوں) کی مدت تک تو ضرور کہیں گے کہ کیا چیز روک رہی ہے اس (عذاب) کو۔ آگاہ رہو جس دن آئے گا (عذاب) ان پر نہ پھیرا جائے گا ان سے اور گھیر لے گا ان کو وہ (عذاب) جس کا وہ استہزاء کرتے تھے۔

تفسیر: (اور اگر آپ کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد) قیامت کے دن (یقیناً دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے) اور اس بارے میں وہ آپ کی زبان سے قرآن کی صورت میں نہایت مؤثر بیان سنیں (تو جو لوگ کافر ہیں وہ ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے) جس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب و

مسحور کر لیا ہے مگر ہم پر یہ جادو چلنے والا نہیں ہے (اور) ان کی ان شرارتوں پر ہم ان کو اپنے عذاب کا ڈراوا دیتے ہیں لیکن پھر اپنی کسی حکمت سے (اگر ہم ان سے عذاب کو گنتی کے کچھ دنوں تک ملتوی رکھتے ہیں تو) انکار و استہزاء کے طور پر (کہنے لگتے ہیں کہ) جب تمہارے نزدیک ہم عذاب کے مستحق ہیں تو (اس عذاب کو کونسی چیز روک رہی ہے) اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر عذاب کی کوئی حقیقت ہوتی تو اب تک ہو جاتا۔ جب نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ (یاد رکھو جس دن وہ عذاب ان پر آپڑے گا تو پھر ان سے کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا اور جس عذاب کے ساتھ یہ استہزاء کرتے تھے وہ ان کو) ہر طرف سے (گھیر لے گا) اور تباہ و برباد کر دے گا۔

ربط: اوپر یہ بتا کر کہ اب تو استہزاء سے کہتے ہیں کہ عذاب کہاں ہے؟ آتا کیوں نہیں؟ آگے اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں کہ ان کا ایسا کہنا اور استہزاء کرنا اس وجہ سے ہے کہ عام طور سے آدمی میں بوداپن بہت ہے پچھلے حالات جلد ہی بھول جاتا ہے اور موجودہ حالات سے سمجھتا ہے کہ یہ آئندہ کبھی نہ بدلیں گے۔ اسی طرح یہ منکر لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے اور ان پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ
نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ
مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اور اگر ہم چکھا دیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت پھر چھین لیں ہم اس کو اس (آدمی) سے تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم چکھا دیں اس کو نعمت بعد مصیبت کے جو پہنچی تھی اس کو تو کہتا ہے دور ہو گئے برے حالات مجھ سے تو وہ اترانے والا شیخی بگھارنے والا ہو جاتا ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور نیک عمل کئے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

تفسیر: (اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت) و مہربانی (کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں) اور تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں تو وہ پچھلی مہربانیاں بھی بھلا دیتا ہے (اور ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر ہم اس کو کسی مصیبت کے بعد جو کہ اس کو پہنچی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو) ایسا اتراتا ہے کہ (کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد رخصت ہوا) اب کبھی نہ ہوگا۔ بس (وہ اترانے لگتا ہے شیخی بگھارنے لگتا ہے

مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں) مراد ہیں مومن لوگ کیونکہ ان ہی میں یہ دونوں وصف کم و بیش درجہ میں پائے جاتے ہیں تو وہ ایسا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ نعمت کے زوال کے وقت صبر سے کام لیتے ہیں اور نعمت ملنے کے وقت اعمال صالحہ کا جو حاصل ہے یعنی شکر و اطاعت اس کو بجا لاتے ہیں۔ پس (ایسے لوگوں کے لئے) بڑی (مغفرت اور بڑا اجر ہے) خلاصہ یہ ہے کہ مومنوں کے علاوہ اکثر آدمی ایسے ہی ہیں کہ ذرا سی بات میں نڈر ہو جائیں اور ذرا سی بات میں نا امید ہو جائیں۔ اس لئے یہ لوگ عذاب کی تاخیر کے سبب سے بے خوف اور منکر ہو گئے ہیں۔

ربط: شروع سورت میں کہا گیا تھا کہ قرآن پاک کے نزول کا بڑا مقصد یہ ہے کہ لوگ کفر و شرک کو چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کریں۔ اس وجہ سے شرک و بت پرستی کی جو تردید کی جاتی تو مشرکین مکہ اس پر بہت غصہ کرتے اور ان کی کوشش ہوتی کہ اس بنیادی مسئلہ کی تبلیغ نہ کی جائے۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوتی تو بے ہودہ فرمائشیں کرنے لگتے۔ مشرکوں کی ان باتوں سے رسول اللہ ﷺ کو سخت غم ہوتا اور ان کی ہدایت کے واسطے آپ کو طرح طرح کے خیال آتے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی فرماتے ہیں۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: پس شاید کہ تو چھوڑنے والا ہے بعض وہ چیز جو وحی کی گئی ہے تیری طرف اور تنگ ہونے والا ہے اس سے تیرا سینہ کہ وہ کہتے ہیں کیوں نہیں اتارا گیا اس پر خزانہ یا (کیوں نہیں) آیا اس کے ساتھ فرشتہ۔ محض تو تو ڈرانے والا ہے اور اللہ ہر چیز پر ذمہ دار ہے۔

تفسیر: یہ لوگ جو انکار و استہزاء سے پیش آتے ہیں تو آپ اس سے تنگدل نہ ہوں کیونکہ تنگدلی کا نتیجہ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ آدمی اس کام کی ہمت ہار بیٹھتا ہے اور کام چھوڑ دیتا ہے۔ آپ جو ان لوگوں کی روش سے تنگدل ہوتے ہیں (تو شاید آپ) بھی (ان احکام میں سے جو کہ آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں بعض کو) یعنی توحید کی تبلیغ کو (چھوڑ دینا چاہتے ہیں) لیکن جب حقیقت یہ ہے کہ آپ بڑی ہمت والے ہیں اور حکم خداوندی کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تو پھر تنگدل نہ ہوا کریں۔ (اور آپ کا دل اس بات سے بھی تنگ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ) اگر یہ نبی ہیں تو (ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا ان کے ہمراہ فرشتہ) جو ہم سے بات چیت کرتا (کیوں نہیں آیا)۔ سو ایسی

باتوں سے آپ تنگ نہ ہوں اور یہ خیال نہ کریں کہ اگر ان کی یہ ضد پوری کر دی جائے تو ہوسکتا ہے کہ یہ مسلمان ہو جائیں کیونکہ ایک بات تو یہ ہے کہ (آپ تو) کفار کو (صرف ڈرانے والے ہیں) یعنی نبی اور پیغمبر ہیں اور آپ کی نبوت کی دلیل کے لئے کوئی بھی معجزہ ہونا کافی ہے اور ہم نے حسی معجزوں کے علاوہ آپ کو بہت بڑا معجزہ قرآن عطا فرمایا ہے اس لئے کافروں کے فرمائشی معجزے دکھانا کوئی ضروری نہیں ہے (اور) دوسری بات یہ ہے کہ (ہر شے کے ذمہ دار) اور اس پر پورا اختیار رکھنے والے (اللہ) تعالیٰ (ہیں) آپ نہیں۔ جب یہ بات ہے تو کافروں کے مطلوبہ معجزوں کو ظاہر کرنا آپ کے اختیار سے باہر ہے پھر آپ کو اس کی فکر کیوں ہو اور اس فکر سے تنگی کیوں ہو۔

ربط: اوپر بتایا کہ نبوت کی دلیل کے لئے کسی بھی معجزہ کا ہونا کافی ہے۔ اور اس سلسلہ میں آپ کو بہت بڑا معجزہ قرآن دیا گیا ہے۔ لیکن کافر بات ٹلانے کے لئے کہتے تھے کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ آپ نے اس کو اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں اور پھر اس کے ماننے والوں کا اور نہ ماننے والوں کا انجام بتاتے ہیں۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا
بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ
اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٣﴾ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا
أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٤﴾
مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ
فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿١٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي
الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾
أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن
قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَ
مَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ

مِنْهُ ق اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ط اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ
عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ج
اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ط وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ لَمْ
يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
اَوْلِيَآءَ م يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ط مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَ
مَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ
الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا
اِلٰى رَبِّهِمْ لا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ
الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ط هَلْ يَسْتَوِيٰنِ
مَثَلًا ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع

ترجمہ: کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے گھڑ لیا ہے قرآن کو۔ تو کہہ دے تو تم لے آؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی اور بلا لو جن جن کو تم سے ہو سکے اللہ کے سوا اگر تم ہو سچے۔ پھر اگر وہ پورا نہ کریں تمہارا کہنا تو یقین کرو کہ (قرآن) محض نازل کیا گیا ہے اللہ کے علم سے اور یہ کہ نہیں ہے کوئی مستحق عبادت مگر وہی تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو۔ جو کوئی چاہے دنیا کی زندگی اور اس کی زینت ہم بھگتا دیتے ہیں ان کو ان کے اعمال اسی (دنیا) میں اور وہ دنیا میں کچھ کمی نہیں کیئے جاتے۔ یہی ہیں نہیں ہے جن کے لئے آخرت میں مگر آگ اور برباد ہوا جو انہوں نے

کیا تھا آخرت میں اور بے کار ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ کیا (منکر قرآن ایسے شخص کے برابر ہو سکتا ہے) جو قائم ہو قرآن پر اپنے رب کے اور اس کے ساتھ ہو ایک گواہ اسی (قرآن) میں سے اور اس (قرآن) سے پہلے کی (گواہ) موسیٰ کی کتاب ہے رہنما اور رحمت۔ یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں اس (قرآن) پر۔ اور جو کوئی انکار کرے قرآن کا فرقوں میں سے تو دوزخ اس کا جائے وعدہ ہے سو تو مت ہو شک میں قرآن کی طرف سے۔ بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے ولیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔ اور کون زیادہ ظالم ہوگا اس شخص سے جو باندھے اللہ پر جھوٹ۔ وہ لوگ پیش کئے جائیں گے اپنے رب پر اور کہیں گے گواہ (یعنی فرشتے) یہی لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ لگایا اپنے رب پر سن لو اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر وہ جو کہ روکتے تھے اللہ کے راستے سے اور ڈھونڈتے تھے اس میں کجی کو اور یہی لوگ آخرت کے منکر تھے۔ یہ لوگ نہیں ہیں عاجز کر دینے والے (اللہ کو) زمین میں اور نہیں ہیں ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی۔ دوگنا کیا جائے گا ان کے لئے عذاب۔ نہ یہ طاقت رکھتے تھے سننے کی اور نہ یہ دیکھتے تھے۔ یہی ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو اور گم ہو گیا ان سے جو وہ افتراء کرتے تھے۔ کوئی شک نہیں کہ وہ لوگ آخرت میں وہی سخت نقصان والے ہوں گے۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے نیک اور جھکے اپنے رب کی طرف وہ ہیں جنت والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ مثال دونوں فریقوں کی ہے جیسے (ایک شخص) اندھا اور بہرا اور (دوسرا شخص) دیکھنے والا اور سننے والا۔ کیا دونوں برابر ہیں حالت میں کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔

تفسیر: (کیا) اس قرآن کی نسبت (وہ یوں کہتے ہیں کہ) نعوذ باللہ (آپ نے اس کو) اپنی طرف سے (بنا لیا ہے۔ آپ جواب میں فرما دیجئے) کہ اگر یہ میرا بنایا ہوا ہے (تو) اچھا (تم بھی اس جیسی دس سورتیں) جو تمہاری (بنائی ہوئی) ہوں (لے آؤ اور) اپنی مدد کے لئے اپنے معبودوں سمیت (جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا) یعنی پیغمبر علیہ ﷺ کا اور مومنوں کا یہ (کہنا) کہ اس کی مثل بنا لاؤ (نہ کریں تو تم) ان سے کہہ دو کہ اب تو (یقین کر لو کہ یہ) قرآن صرف (اللہ ہی کے علم) اور قدرت (سے اترا ہے) کسی اور کے علم و قدرت کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں ہے (اور یہ) بھی یقین کر لو (کہ اللہ کے سوا کوئی اور مستحق عبادت نہیں ہے) کیونکہ جس کے کلام کا مثل نہیں ہو سکتا اس کی ذات و صفات میں کون شریک ہو سکتا ہے۔ (تو کیا) ایسے واضح دلائل کے بعد بھی (تم مسلمان ہوتے ہو) یا نہیں۔ ایسے واضح ثبوت کے بعد بھی (جو شخص محض حیات دنیوی) کی منفعت (اور اس کی رونق) حاصل کرنا (چاہتا ہے) اور اگر بظاہر کوئی نیک کام کرتا ہے مثلاً خیرات وغیرہ کرتا ہے تو اس

سے بھی آخرت کا ثواب اور خدا کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی بلکہ محض دنیوی فوائد مثلاً نیک نامی اور شہرت وغیرہ کو حاصل کرنا پیش نظر ہوتا ہے (تو ہم ان لوگوں کو ان کے ان) اعمال (کی جزا دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں کی جاتی) یعنی دنیا ہی میں ان اعمال کے عوض ان کو نیک نامی اور صحت اور خوش عیشی اور اموال و اولاد کی کثرت عطا کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ بھی اس صورت میں ہوتا ہے جب بظاہر نیک اعمال زیادہ ہوں۔ اور اگر بظاہر نیک اعمال کے ہوتے ہوئے برے اعمال زیادہ ہوں تو پھر یہ مذکورہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ تو دنیا میں ہوا۔ رہا آخرت میں سو (یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں سوائے دوزخ کے اور کچھ) ثواب وغیرہ (نہیں اور جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب) کا سب (ناکارہ ثابت ہوگا اور) واقع میں تو (جو کچھ کر رہے ہیں وہ) اب بھی (بیکار) و بے اثر (ہے) کیونکہ ان بظاہر نیک اعمال سے آخرت کا ثواب مقصود نہیں ہے بلکہ دنیوی شہرت وغیرہ ہی مقصود ہے۔ رہے وہ کافر جن کی نیت آخرت کے ثواب کی ہو ان سے یہاں تعرض نہیں کیا گیا۔

منکرین قرآن کا حال جان لینے کے بعد اب بتاؤ (کیا) منکر قرآن ایسے شخص کے برابر ہوسکتا ہے (جو قرآن پر قائم ہو جو کہ اس کے رب کی طرف سے آیا ہے اور اس) قرآن (کے ساتھ ایک گواہ تو اسی) قرآن (میں موجود ہے) یعنی اس کا معجزہ ہونا جو کہ عقلی دلیل ہے (اور) ایک (اس سے پہلے موسیٰ) علیہ السلام (کی کتاب) یعنی تورات اس کے ساتھ گواہی کے لئے موجود (ہے جو کہ) احکام بتلانے کے اعتبار سے (رہنما تھی اور) ان احکام کو پورا کرنے پر جو ثواب ملتا تھا اس کے بتانے کے اعتبار سے وہ سبب (رحمت تھی) اور یہ دلیل نقلی ہے۔ غرض قرآن کے صحیح اور سچے ہونے کے لئے یہ دونوں دلیلیں موجود ہیں۔ ان ہی دلائل کے سبب سے (یہ لوگ) جو قرآن پر قائم ہیں (اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور) ان کے برعکس منکرین قرآن کا حال اس طرح سے ہے کہ (جو شخص) دوسرے (سب فرقوں) یعنی یہود، نصاریٰ، بت پرستوں اور مجوسیوں وغیرہ (میں سے اس قرآن کا انکار کرے گا تو دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے)۔ غرض معلوم ہو گیا کہ قرآن کا منکر اور قرآن کی تصدیق کرنے والا دونوں برابر نہیں ہیں (سوائے مخاطب تم قرآن) کا انکار کرنا تو کجا اس کی طرف سے شک میں) بھی (مت پڑنا۔ یقیناً وہ حق) اور سچی کتاب ہے تمہارے رب کی طرف سے) آئی ہے (لیکن) ان دلائل کے باوجود غضب ہے کہ (بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے)۔

(اور) جب قرآن جھوٹ اور افتراء نہیں بلکہ خدا کا سچا کلام ہے جس کو قبول کرنا ضروری ہے تو (ایسے شخص سے کون زیادہ ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے) مثلاً اس کا کلام نہ ہو اور کہہ دے کہ اس کا کلام ہے یا واقعی اس کا کلام ہو اور خدا بار بار فرمائے کہ میرا کلام ہے لیکن کھلے دلائل کے باوجود جھٹلاتا

رہے اور کہے کہ خدا کا کلام نہیں ہے (یہ لوگ) قیامت کے دن (اپنے رب کے سامنے) مفتری ہونے کی حیثیت سے (پیش کئے جائیں گے اور) اعمال کے گواہ (فرشتے) علی الاعلان (یوں کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں۔) سب (سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی) زیادہ (لعنت ہے جو) اپنے ظلم و ناانصافی سے قرآن کو جھوٹا بتاتے تھے اور اس کے ساتھ دوسروں کو بھی (خدا کی راہ) یعنی قرآن اور دین (سے روکتے تھے اور اس) دین کی سیدھی راہ (میں کجی تلاش کرتے تھے) یعنی اس کو ٹیڑھا ثابت کرنے اور اس میں شبہات نکالنے کی تلاش اور فکر میں رہتے تھے تاکہ دوسروں کو گمراہ کریں (اور یہ آخرت کے بھی منکر تھے) یہاں تک فرشتوں کے اعلان کا مضمون تھا۔ آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (یہ لوگ) تمام روئے (زمین پر) بھی (اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے تھے) کہ کہیں جا کر چھپ جاتے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ نہ آتے (اور نہ ان کا خدا کے سوا کوئی مدد گار ہوا) کہ گرفتاری کے بعد چھڑا لیتا (ایسے لوگوں کو) دوسروں کے مقابلہ میں (دوگنی سزا دی جائے گی) ایک اپنے کافر ہونے کی اور ایک دوسروں کو گمراہ کرنے کی (اور) حق کے لئے دنیا میں ایسے اندھے بہرے بنے کہ (ان کو نہ حق بات سننے کی تاب تھی اور نہ) ہی خدا کی نشانیوں کو (دیکھتے تھے) جنہیں دیکھ کر ممکن تھا کہ راہ ہدایت پالیتے۔ (یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو جھوٹے دعوے کرتے تھے وہ سب یہاں پہنچ کر گم ہوگئے۔ لازمی بات ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے)۔ قرآن کے منکرین کی بدانجامی کے مقابلہ میں قرآن کے ماننے والوں کا نیک انجام بیان کرتے ہیں کہ ان کی عاجزی اللہ تعالیٰ کو پسند آئی اس لئے اپنی دائمی خوشنودی کا مقام عطا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کئے اور) دل سے (اپنے رب کی طرف جھکے) اور دل میں عاجزی کو پیدا کیا (ایسے لوگ اہل جنت ہیں) اور (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)۔ اور منکرین و مومنین کے انجام کے میں اتنا زیادہ فرق قابل تعجب نہیں کیونکہ (دونوں فریقوں) کے موجودہ حالات میں بڑا فرق ہے اور ان (کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا بھی ہو اور بہرا بھی ہو) کہ نہ بات سن سکے اور نہ اشارہ دیکھ سکے تو اس کے سمجھنے کی عام طور سے کوئی صورت ہی نہیں ہے (اور ایک شخص ہو کہ دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو) اور دیکھنے سننے پر آمادہ بھی ہو سو یہ سمجھ سکتا ہے۔ (کیا یہ دونوں شخص حالت میں برابر ہیں) ہرگز نہیں بلکہ ان کی حالتوں میں فرق ہے (کیا پھر بھی تم) اس فرق کو (نہیں سمجھتے) یعنی یہ تو بالکل کھلی بات ہے۔ تو جب ان کی موجودہ حالتوں میں بڑا فرق ہے تو ان کے انجاموں میں اتنا فرق بھی قابل فہم ہے قابل تعجب نہیں۔

ربط: اوپر کے مضمون کہ جو رسول کی بات مان کر توحید اختیار کرتے ہیں اور اللہ کے حکموں کی

پابندی کرتے ہیں ان کے لئے اچھا انجام ہے اور جو انکار کی روش اختیار کرتے ہیں ان کے لئے برا انجام ہے آگے اس کی تائید میں چند قصے ذکر کرتے ہیں۔

پہلا قصہ: حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖۤ اِنِّیْ لَكُمْ
نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ
یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا
بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ
الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰی لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾
قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ
رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا
كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَیٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی
اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْۤ
اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَیٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ
طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ
اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ
تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ
اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا
فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَ
لَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ
يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ۭ

ترجمہ: اور بھیجا ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بے شک میں تمہارے واسطے کھلا ڈرانے والا ہوں کہ نہ عبادت کرو مگر اللہ کی۔ میں خوف کرتا ہوں تم پر دردناک دن کے عذاب کا۔ سو کہا سرداروں نے جو کافر تھے ان کی قوم میں سے نہیں دیکھتے ہم تم کو مگر بشر اپنے جیسا اور نہیں دیکھتے ہم تم کو کہ پیروی کرتے ہیں تمہاری مگر وہ جو ہمارے نیچ لوگ ہیں بلا تامل اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت بلکہ ہم خیال کرتے ہیں تم کو جھوٹا۔ کہا اے میری قوم بتاؤ تو اگر میں ہوں دلیل پر اپنی رب کی جانب سے اور اس نے عطا کی مجھ کو رحمت اپنے پاس سے پھر وہ مخفی رکھی گئی تم پر تو کیا ہم مجبور کر دیں تم کو اس پر حالانکہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔ اور اے میری قوم نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ مال نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ پر اور نہیں ہوں میں دھکے دینے والا ایمان والوں کو۔ وہ ملاقات کرنے والے ہیں اپنے رب سے لیکن واقعی میں دیکھتا ہوں تم لوگوں کو کہ جہالت کر رہے ہو۔ اور اے میری قوم کون مدد کرے گا میری اللہ کے مقابلہ میں اگر میں دھکے دوں ان کو کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ اور نہیں کہتا میں تم سے کہ میرے پاس خزانے ہیں اللہ کے اور نہ میں جانتا ہوں غیب کو اور نہ میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں کہتا ہوں ان لوگوں کے بارے میں جن کو حقیر سمجھتی ہیں تمہاری نگاہیں کہ ہرگز نہ دے گا ان کو اللہ کوئی بھلائی۔ اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ (اگر میں ایسا کہوں تو) بلاشبہ میں اس صورت میں ہوں گا ناانصافی کرنے والوں میں سے۔ وہ بولے اے نوح تم نے جھگڑا کیا ہم سے اور بہت زیادہ کیا ہم سے جھگڑا تو لے آؤ جس کا تم ڈراوا دیتے ہو ہم کو۔ اگر تم ہو سچوں میں سے۔ کہا (نوح نے) لے آئے گا تمہارے اوپر اس کو اللہ اگر وہ چاہے گا اور نہیں ہو تم عاجز کر دینے والے۔ اور نہیں نفع دے گی تم کو میری خیر خواہی اگر میں چاہوں کہ خیر خواہی کروں تمہارے لئے اگر اللہ ارادہ کرے کہ گمراہ کر دے تم کو۔ وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

تفسیر: (اور ہم نے نوح) علیہ السلام (کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا کہ) اول تو

اپنی قوم کو یہ بتا دو کہ ہم سب کا خالق و مالک صرف اللہ ہے اور ہماری تخلیق کی ایک خاص غرض ہے۔ اور اگر تم اس غرض سے روگردانی کرو تو جان لو کہ (میں) اس پر (تمہیں کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں) اور تمہاری تخلیق کی غرض یہ ہے (کہ تم) صرف اللہ کی عبادت کرو (اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو) اور جو بت تم نے قرار دے رکھے ہیں ان کو چھوڑ دو ورنہ (میں تمہارے حق میں دردناک دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ سو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ) جواب میں (کہنے لگے کہ) تم جو نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتے ہو تو ہمیں یہ بات تسلیم نہیں کیونکہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول کو تمام قوم کے مقابلہ میں کوئی نمایاں امتیاز ہونا چاہئے جب کہ (ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہماری ہی طرح) جنس (بشر) سے (ہو) آسمان کے فرشتے نہیں ہو جس کے سامنے خواہ مخواہ انسانوں کی گردنیں جھک جائیں۔ پھر بشر بھی ایسے نہیں جسے کوئی خاص بڑائی ہم پر حاصل ہو مثلاً بڑے دولتمند یا جاہ وحکومت کے مالک ہوتے (اور جو لوگ تمہارے پیرو کار ہوئے وہ وہ ہیں جو ہم میں) کم عقل اور (بالکل رذیل ہیں) جن کے ساتھ بیٹھنا ہم جیسے شریفوں کے لئے عار ہے اور ایسے لوگوں کا (سرسری رائے سے) بلا سوچے سمجھے ایمان لے آنا تمہارا کونسا کمال ہے غرض (ہم تم میں اپنے اوپر کوئی فضیلت) اور بڑائی (نہیں دیکھتے) اس لئے تمہارا دعویٰ درست نہیں (بلکہ ہم تم کو) بالکل (جھوٹا سمجھتے ہیں) تم نے اپنی طرف سے ایک بات بنالی اور چند بے وقوفوں نے ہاں میں ہاں ملا دی تا کہ اس طرح ایک نئی تحریک اٹھا کر کوئی امتیاز اور بزرگی حاصل کر لو۔ (نوح) علیہ السلام (نے فرمایا اے میری قوم) کے لوگو یہ صحیح ہے کہ پیغمبر کو عام انسانوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہئے لیکن وہ امتیاز مال و دولت اور ملک وحکومت میں نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق، تقویٰ، خدا ترسی، حق پرستی اور مخلوق کے لئے دردمندی اور وحی الٰہی اور ربانی دلائل اور خصوصی رحمتوں کے ذریعہ سے ان کو امتیاز حاصل ہوتا ہے اور مجھ میں یہ سب باتیں موجود ہیں تو (بتاؤ اگر مجھے اپنے رب کی جانب سے) مذکورہ بالا امتیازات کی (دلیل حاصل ہو اور اللہ نے اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا کی ہو پھر تم پر اس کو مخفی کر دیا ہو) کہ تمہیں یہ باتیں نظر نہیں آتیں (تو کیا ہم تمہیں اس) کے دیکھنے اور اس کا اقرار کرنے (پر) زبردستی (مجبور کر سکتے ہیں جب کہ تم) اس طرف آنکھ کھول کر دیکھنا بھی (ناپسند کرتے ہو)۔

(اور اے میری قوم) کے لوگو اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے یہ باتیں اپنی طرف سے بنالی ہیں اور بے وقوفوں کو اپنے ساتھ لگالیا ہے تا کہ اس طرح سے امتیاز حاصل کر کے کچھ دنیا کمالوں تو سمجھ لو کہ (میں تم سے اس تبلیغ پر کچھ مال نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے) اسی طرح اور دنیوی اغراض پر غور کرو گے تو میرے یہاں ان کی بھی نفی پاؤ گے۔ اور جب میری کوئی دنیوی غرض ہے ہی نہیں تو میں اپنے غریب پیروکاروں کو چھوڑ کر مالداروں کی طرف کیوں جھکوں (اور) اگر تم ان کو افلاس یا پیشہ کی

وجہ سے حقیر سمجھتے ہو اور یوں کہتے ہو کہ تم میری بات اس وقت سنو گے جب میں ان کو چلتا کردوں اور اپنے سے پرے ہٹا دوں تو جان لو کہ (میں ایمان) جیسی عظیم الشان دولت (والوں کو دھکے دینے والا نہیں) کیونکہ ان کا اللہ کے ہاں بڑا مقام ہے اور (یہ لوگ) آخرت میں (اپنے رب سے) عزت و مقبولیت کے ساتھ (ملنے والے ہیں)۔غرض یہ لوگ تو بارگاہ الٰہی کے مقربین ہیں (لیکن) ان کے برعکس (میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ) خواہ مخواہ (جہالت کر رہے ہو) اور بے ڈھنگی باتیں کر رہے ہو۔ (اور) تمہاری باتوں میں آکر (اگر میں) اللہ کے (ان) محبوب و مقرب بندوں (کو دھکے دے کر نکال دوں تو اے میری قوم) کے لوگو مجھے بتاؤ کہ پھر (مجھے اللہ کی گرفت سے کون بچائے گا) کیا تم مجھے بچا سکو گے؟ ظاہر ہے کہ تم میں اس کی طاقت کہاں ہے۔تو (کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ اور) جان لو کہ میں حقیقت کے اظہار میں کچھ افراط و تفریط نہیں کرتا اس لئے (میں تم سے) اپنا امتیاز بنانے کے لئے (نہ یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں) یہ (کہتا ہوں کہ میں) تمام (غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور) اسی طرح (میں ان لوگوں کے بارے میں جو تمہاری نگاہوں میں حقیر ہیں) حقیقت سے ہٹ کر (نہ یہ کہتا ہوں کہ اللہ ان کو) دنیا و آخرت میں (ہرگز کوئی بھلائی نہ دے گا) بلکہ (ان کے دلوں میں جو) ایمان و یقین (ہے اللہ اس سے خوب باخبر ہے) اور اس کی بنیاد پر وہ ان کو جو چاہے معارف و مراتب عطا فرما دے اس لئے اگر میں ایسی بات کہہ دوں (تو اس صورت میں بلاشبہ میں ناانصافی کرنے والوں میں سے ہوں گا)۔جب حضرت نوح علیہ السلام نے سب باتوں کا پورا پورا جواب دے دیا جس کا جواب ان سے کچھ نہ بنا تو عاجز ہو کر (کہنے لگے کہ اے نوح تم ہم سے جھگڑا کر چکے ہو پھر اس جھگڑے کو بہت بڑھا بھی چکے ہو سو) اب یہ سلسلہ بند کر دو اور (جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو) کہ عذاب آ جائے گا سو (اگر تم سچے ہو تو اس کو ہم پر لے آؤ) تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔حضرت نوح علیہ السلام نے (فرمایا) میں نے یہ دعویٰ تو کبھی نہیں کیا کہ میں تم پر عذاب لے آؤں گا۔اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا اختیار نہیں دیا ہے۔ (تم پر عذاب تو صرف اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا اور) پھر اس وقت (تم اس کو عاجز نہ کر سکو گے) کہ وہ عذاب واقع کرنا چاہے اور تم نہ ہونے دو۔میرا کام تو صرف اس قدر تھا کہ تمہیں اللہ کی بات پہنچا دوں (اور) سنا دوں۔اس میں میں نے تمہاری پوری خیر خواہی کی لیکن (میری خیر خواہی تمہارے کام نہیں آ سکتی اگرچہ میں تمہاری) کیسی ہی (خیر خواہی کرنا چاہوں جب کہ) تم اپنے عناد اور اپنے تکبر کی وجہ سے اپنے نفع کی نہیں سوچتے اور اس کے ذریعہ سے (اللہ کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہے۔وہی تمہارا مالک ہے) جس کے ملک و تصرف میں ہر چیز ہے جس کے ساتھ جیسا چاہے معاملہ کرے کوئی روک نہیں سکتا (اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ

گے) اور وہی سب کے اعمال کی جزا وسزا دینے والا ہے۔

ربط: حضرت نوح علیہ السلام کا یہ سارا قصہ سنا کر درمیان میں منکرین قرآن کو تنبیہ کرتے ہیں کہ کیا اب بھی تم یہی کہو گے کہ نبی علیہ السلام ﷺ نے اس کو اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے۔ اگر تم اب بھی یہی کہے جاؤ تو تم جانو خود ہی بھگتو گے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۠﴿۳۵﴾

ترجمہ: کیا یہ کہتے ہیں کہ گھڑ لیا ہے (رسول نے) اس کو۔ تو کہہ دے اگر میں نے گھڑا ہے اس کو تو مجھ پر ہے میرا جرم اور میں بری ہوں اس سے جو تم جرم کرتے ہو۔

تفسیر: (کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد) ﷺ (نے) نعوذ باللہ (یہ قرآن اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے۔ آپ) جواب میں (فرما دیجئے کہ اگر) بالفرض (میں نے اس کو گھڑا ہے تو میرا یہ جرم مجھ پر عائد ہو گا) لیکن اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے کیونکہ ایک تو تم میرے دیئے ہوئے چیلنج کو کہ تم بھی اس جیسی دس سورتیں گھڑ کے لے آؤ پورا کرنے سے عاجز رہے ہو (اور) دوسرے تمہیں خوب معلوم ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا یہ پورا قصہ میں نے کسی انسان سے نہ سیکھا نہ پڑھا تو تم اپنی خیر مناؤ کیونکہ اس صورت میں (تم جو کچھ جرم کرتے ہو) اور قرآن گھڑنے کا ناجائز الزام لگاتے ہو (اس سے میں بری الذمہ ہوں) اور اس کا وبال صرف تم پر ہو گا۔

ربط: ضمناً مشرکین کے ایک دعوے کا جواب دے کر دوبارہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب نصیحت کرتے ہوئے سینکڑوں برس پر محیط ایک زمانہ دراز گزر گیا اور کچھ اثر نہ ہوا اور قوم کی عداوت و ایذا رسانی جاری رہی تب حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے آگے درخواست کی کہ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ یعنی میں مغلوب و ضعیف ہوں آپ ان سے بدلہ لیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اب ہمارا عذاب آتا ہے۔

وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۚ وَ اصْنَعِ

الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ
اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ
قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۗ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ
كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ
وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ
التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ
اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ
اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ
اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِىَ تَجْرِىْ بِهِمْ فِىْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۗ
وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَكَانَ فِىْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَىَّ ارْكَبْ مَّعَنَا
وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِىْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِىْ
مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ
وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ
ابْلَعِىْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِىْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ
وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِىِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور وحی کی گئی نوح کی طرف کہ ہرگز ایمان نہ لائے گا تمہاری قوم میں سے مگر جو ایمان لا چکا سو غم نہ کرو اس پر جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ اور تم بناؤ کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے اور مت بات کرنا مجھ سے ظالموں کے بارے میں بلاشبہ وہ غرق

ہونے والے ہیں۔ اور وہ بناتے تھے کشتی۔ اور جب بھی گزرتے ان پر سرداران کی قوم کے تمسخر کرتے ان سے۔ (نوح نے) کہا اگر تم تمسخر کرتے ہو ہم سے تو ہم تمسخر کرتے ہیں تم سے جیسے تم تمسخر کرتے ہو۔ سو تم جلد جان لو گے کہ کون ہے وہ آتا ہے جس پر عذاب کہ رسوا کرے گا اس کو اور (کون ہے وہ) اترتا ہے جس پر عذاب دائمی۔ یہاں تک کہ جب آ پہنچا ہمارا حکم اور جوش مارا تندور نے کہا ہم نے چڑھا لو اس میں ہر قسم سے جوڑا دو عدد اور (چڑھا لو) اپنے گھر والوں کو مگر وہ کہ سبقت کر چکا جس پر حکم اور (چڑھا لو) سب لوگوں کو جو ایمان لائے اور نہیں ایمان لائے تھے ان کے ساتھ مگر تھوڑے۔ اور کہا سوار ہو جاؤ کشتی میں۔ اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بے شک میرا رب ہے بخشنے والا مہربان۔ اور وہ کشتی لئے جا رہی تھی ان کو موج میں پہاڑ جیسی۔ اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو اور وہ تھا علیحدہ مقام پر اے میرے بیٹے تو سوار ہو جا ہمارے ساتھ اور مت ہو کافروں کے ساتھ۔ وہ بولا میں ابھی پناہ لے لوں گا کسی پہاڑ کی طرف جو بچا لے گا مجھ کو پانی سے۔ نوح نے کہا نہیں ہے کوئی بچانے والا آج اللہ کے حکم سے مگر جس پر وہی رحم کرے اور حائل ہو گئی ان دونوں کے درمیان موج تو ہو گیا وہ ڈوبنے والوں میں سے۔ اور کہا گیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور سکھا دیا گیا پانی اور پورا کر دیا گیا کام اور ٹھہری کشتی جودی پہاڑ پر اور کہا گیا دوری ہو ظالم لوگوں کے لئے۔

تفسیر: (اور نوح کے پاس وحی بھیجی گئی کہ ان لوگوں کے علاوہ جو اس وقت تک ایمان لا چکے ہیں تمہاری قوم میں سے کوئی اور) نیا شخص (ہرگز ایمان نہ لائے گا۔ تو یہ لوگ جو کچھ) کفر و ایذاء اور استہزاء (کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو) کیونکہ غم خلاف توقع بات سے ہوتا ہے۔ جب ان لوگوں سے مخالفت کے علاوہ کوئی اور توقع ہی نہیں پھر غم کیوں کیا جائے (اور) چونکہ ہمارا ارادہ اب ان کے غرق کرنے کا ہے اور اس لئے طوفان آنے کو ہے تو (تم) اس طوفان سے بچنے کے لئے (ہماری نگاہوں کے سامنے) یعنی ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی) کی تعلیم (کے موافق کشتی تیار کر لو) اس کے ذریعہ سے تم اور دوسرے مومن طوفان سے محفوظ رہو گے (اور) یہ سن لو کہ کافروں کے بارے میں ہمارا فیصلہ اٹل ہے کہ وہ سب غرق کئے جائیں گے اس لئے (تم) ایسے (ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ گفتگو نہ کرنا)۔ غرض نوح علیہ السلام نے کشتی کا سامان جمع کیا (اور وہ کشتی تیار کرنے لگے) خواہ خود یا دوسرے کاریگروں کے ذریعے سے (اور) کشتی بنانے کے دوران (جب بھی ان کی قوم میں سے کچھ سرداروں کا ان پر گزر رہوتا تو) ان کو کشتی بناتا دیکھ کر اور یہ سن کر کہ طوفان آنے والا ہے (ان سے ہنسی کرتے) کہ دیکھو پانی کا کہیں نام ونشان نہیں مفت میں مصیبت جھیل رہے ہیں۔ (نوح) علیہ السلام (فرماتے کہ اگر تم ہم

پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا کہ تم ہم پر ہنستے ہو) اور ہمارے ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے سروں کے قریب عذاب آ چکا ہے لیکن تمہیں ہنسی سوجھ رہی ہے (سو ابھی تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون شخص ہے جس پر) دنیا میں (ایسا عذاب آنے والا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور) مرنے کے بعد (اس پر دائمی عذاب نازل ہوتا رہے گا)۔ غرض اسی طرح کی باتیں چلتی رہیں (یہاں تک کہ جب) عذاب کے بارے میں (ہمارا حکم) قریب (آ پہنچا اور) طوفان شروع ہونے کی علامت کے طور پر (تندور سے پانی ابلنا شروع ہوا) اور اوپر آسمان سے برسنا شروع ہوا اس وقت (ہم نے) نوح علیہ السلام سے (فرمایا کہ) انسانوں کے کار آمد جانور جو پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے ان کی (ہر قسم میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس) کشتی (میں چڑھا لو اور اپنے گھر والوں کو بھی چڑھا لو سوائے اس کے جس پر) کافر ہونے کی وجہ سے غرق ہونے کا (حکم نافذ ہو چکا ہو) کہ اس کو سوار مت کرنا (اور) گھر والوں کے علاوہ دوسرے (سب ایمان والوں کو بھی) سوار کر لو (اور سوائے تھوڑے آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان نہ لایا تھا) اور صرف ان ہی کو سوار کرنے کا حکم ہوا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اَھْلَکَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ یعنی کشتی میں اپنے اہل کو سوار کر لو اور ایمان والوں کو سوار کر لو۔ چونکہ ایمان والوں کو علیحدہ ذکر کیا گیا اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے خیال کیا کہ اہل کے لئے ایمان کی شرط نہیں ہے۔ پھر اہل میں سے صرف اس کا استثناء کیا جس کے بارے میں غرق ہونے کا حکم نافذ ہو چکا ہے اور چونکہ اس میں اجمال ہے اس لئے حضرت نوح علیہ السلام نے اس کا مصداق صرف اپنی بیوی کو سمجھا جس کی مخالفت حد درجہ کو بڑھی ہوئی تھی یہاں تک کہ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے ساتھ اس طرح ذکر ہے کہ فَخَانَتَاهُمَا (ان دونوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی)۔ اس خیال کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اس کے کافر ہونے کے باوجود کشتی میں سوار ہونے کو کہا جیسا کہ آ رہا ہے۔ (اور نوح) علیہ السلام (نے) سب جانوروں کو سوار کر کے اپنے پیروکاروں سے (فرمایا کہ) آؤ اس (کشتی میں سوار ہو جاؤ) اور ڈوبنے کا کچھ اندیشہ مت کرنا کیونکہ (اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا) سب (اللہ ہی کے نام سے ہے) اور وہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اگرچہ ہم سے بھی کوتاہیاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ہم کو بھی سزا ہو تو صحیح ہے لیکن (بلاشبہ میرا رب غفور ہے رحیم ہے) وہ اپنی رحمت سے گناہ بھی بخش دیتا ہے اور حفاظت بھی فرماتا ہے۔ غرض سب کشتی پر سوار ہو گئے اور اسی دوران میں پانی بڑھ گیا (اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح علیہ السلام (نے اپنے) ایک (بیٹے کو) اس کے کافر ہونے کے باوجود (آواز دی کہ اے بیٹے تو ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو) تا کہ اس ہولناک مصیبت سے نجات پا سکے۔

(وہ) اپنے جہل سے یہ خیال کر رہا تھا کہ یہ کوئی چھوٹا موٹا سیلاب ہے اور جس طرح معمولی سیلابوں سے آدمی کسی بلند مقام پر چڑھ کر جان بچا لیتا ہے اسی طرح وہ بھی اپنی جان بچا لے گا اور پانی ابھی بہت اونچے نہ ہوا تھا اس لئے (بولا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی) میں غرق ہونے (سے بچا لے گا)۔

(نوح) علیہ السلام (نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں نہ پہاڑ اور نہ کوئی اور چیز (لیکن جس پر وہی رحم کرے) تو اس کو خود ہی بچا لے۔ غرض وہ اس وقت بھی نہ مانا اور پانی زور شور سے بڑھتا گیا (اور دونوں) باپ بیٹے (کے بیچ میں ایک موج حائل ہوگئی پس وہ) بھی دوسرے کافروں کی طرح (غرق ہو گیا اور) جب کافر سب غرق ہو چکے تو (حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی) جو تیری سطح پر موجود ہے اس کو (نگل جا اور اے آسمان) برسنے سے (تھم جا) چنانچہ ایسا ہی ہوا (اور پانی کم ہو گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی کوہ جودی پر آٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ ظالم) یعنی کافر (لوگوں کیلئے رحمت سے دوری ہو) اور وہ ہمیشہ کے لئے مصیبت و ہلاکت میں پڑے رہیں۔

فائدہ: جو بچے اور جانور کسی واقعی عذاب میں ہلاک ہوتے ہیں ان کے لئے وہ عذاب کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ موت کے دیگر طبعی اسباب مثلاً کسی گرنے والی عمارت تلے دب جانے یا ٹریفک حادثہ کا شکار ہونے وغیرہ کی طرح ایک سبب بنتا ہے۔

ربط: مذکورہ بالا قصہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے واقعہ کی مناسبت سے یہاں دو باتیں مسلمانوں کی تنبیہ کے لائق تھیں اس لئے آگے ان کو ذکر کرتے ہیں۔

پہلی تنبیہ: نبی کے اہل میں صرف وہی شمار ہوتے ہیں جو اسلام پر ہوں۔

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِىْ مِنْ اَهْلِىْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ

ترجمہ: اور پکارا نوح نے اپنے رب کو اور کہا اے میرے رب میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور بے شک آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ سب سے بڑے حاکم ہیں۔ فرمایا اے نوح وہ نہیں ہے تیرے اہل میں سے۔ اس کے عمل ہیں خراب۔

تفسیر: (اور) جب (نوح) علیہ السلام کا بیٹا غرق ہو گیا تو چونکہ وہ خیال کئے ہوئے تھے کہ

اللہ تعالیٰ نے ایمان کی شرط کے بغیر اہل کو بچانے کا وعدہ کیا تھا اس لئے اس حادثہ سے قدرتی طور پر ان کے دل میں اضطراب پیدا ہوا اور انہوں (نے) بے ساختہ (اپنے رب کو پکارا اور کہا اے میرے رب میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور) میرے اہل کو بچانے کا (آپ کا وعدہ برحق ہے) پھر یہ کیسے غرق ہو گیا باقی (آپ احکم الحاکمین ہیں) اپنی حکمت سے جو بھی فیصلہ کرتے ہیں درست کرتے ہیں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (فرمایا اے نوح یہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل خراب ہیں) کہ کفر اور نافرمانی کے علاوہ کچھ نہیں۔

دوسری تنبیہ: بڑے سے کچھ پوچھنا ہو تو اس وقت پہلے اس کی مرضی کا اندازہ کرے۔

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ

اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ

الْخٰسِرِيْنَ

ترجمہ: سو مت پوچھ مجھ سے ایسی بات نہیں ہے تجھے جس کا علم۔ میں نصیحت کرتا ہوں تجھے اس سے کہ تو ہو جائے جاہلوں میں سے۔ کہا نوح نے اے میرے رب میں پناہ لیتا ہوں آپ کی، اس بات سے کہ میں پوچھوں آپ سے وہ بات نہیں ہے مجھے جس کا علم اور اگر آپ نہ بخشیں مجھ کو اور نہ رحم کریں مجھ پر تو میں ہو جاؤں گا نقصان والوں میں سے۔

تفسیر: اگر کبھی بادشاہ سخت غصہ میں ہو اور اپنے باغیوں اور نافرمانوں پر سخت غصہ کا اظہار کر رہا ہو تو ایسے میں اگر کوئی فرمانبردار وزیر یا امیر بھی کوئی بات پوچھنا چاہے گا تو پہلے کہے گا کہ اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں یا اگر بادشاہ سلامت کی اجازت یا مرضی ہو تو ایک بات پوچھوں۔ مرضی معلوم کئے بغیر ہی کچھ پوچھ بیٹھے تو اس پر بھی عتاب ہو جاتا ہے۔ بیٹے کی ہلاکت دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام بے ساختہ سوال کر بیٹھے تو جواب عتاب آمیز ملا کہ اگرچہ سوال اسی بات کا کیا جاتا ہے جو معلوم نہ ہو لیکن تم تو انتہائی سمجھدار اور ہمارے مقرب لوگوں میں سے ہو تمہیں تو کسی بھی موقع پر ہماری مرضی اور اجازت معلوم کئے بغیر کوئی ایسی بات جو تمہیں معلوم نہ ہو مجھ سے نہ پوچھنی چاہئے میں تمہیں اس بات کی نصیحت اس لئے کرتا ہوں کہ کہیں تم جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤ کیونکہ ہماری بارگاہ کے مقربین کو لائق نہیں کہ وہ بے سوچے سمجھے ادب ناشناس جاہلوں کی سی باتیں کرنے لگیں۔ یہ عتاب سن کر حضرت نوح علیہ السلام کانپ

گئے اور فوراً توبہ کی (کہا اے میرے رب بے شک) مجھ سے خطا ہوئی میں (اس بات سے آپ کی پناہ لیتا ہوں کہ) آئندہ آپ کی مرضی معلوم کئے بغیر (آپ سے ایسی بات پوچھوں جس کا مجھے علم نہ ہو اور) جو خطا ہو چکی اس کو معاف فرما دیجئے کیونکہ (اگر آپ میری مغفرت نہ فرمائیں گے اور مجھ پر رحم نہ کریں گے تو میں بالکل ہی تباہ ہو جاؤں گا)۔

ربط: درمیان میں ضروری تنبیہات ذکر کر کے آگے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصہ کو مکمل کرتے ہیں۔

قِيلَ يَٰنُوحُ ٱهْبِطْ بِسَلَٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكَٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰٓ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ ۚ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٨﴾

ترجمہ: کہا گیا اے نوح اتر سلامتی کے ساتھ ہماری جانب سے اور برکتوں کے ساتھ اپنے اوپر اور ان جماعتوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں۔ اور بہت سی جماعتیں ہیں کہ ہم فائدہ دیں گے ان کو پھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب۔

تفسیر: جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہرنے کے بعد جب پانی بالکل اتر گیا اس وقت نوح علیہ السلام سے (کہا گیا کہ اے نوح) اب جودی سے زمین پر (اترو ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں) کیونکہ وہ سب مسلمان تھے اور اسی اسلام کے اشتراک سے بعد کے مسلمانوں پر بھی سلامتی و برکات نازل ہونے کا علم ہوا لیکن بعد میں سب لوگ مسلمان نہ رہیں گے بلکہ ان میں سے بعض کفر اختیار کریں گے اس لئے ان کا حال بھی بیان فرماتے ہیں کہ (بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم ان کو) دنیا میں چند روز عیش کرنے کا (فائدہ دیں گے پھر) آخرت میں (ان پر ہماری طرف سے دردناک سزا واقع ہوگی)۔

ربط: حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصہ کو ذکر کر کے پھر اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہیں اور اس قصہ کو قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر دلیل بناتے ہیں۔ پھر بھی کوئی انکار کرے تو وہ جانے خود بھگتے گا۔

تِلْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ ۖ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَٱصْبِرْ ۖ إِنَّ ٱلْعَٰقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤٩﴾ ع

ترجمہ: یہ قصہ غیب کی خبروں سے ہے ہم وحی کرتے ہیں جن کی تمہاری طرف۔ نہ جانتے تھے تم ان کو اور نہ تمہاری قوم اس سے پہلے۔ سو تم صبر کرو یقیناً نیک انجام ہے متقیوں کے لئے۔

تفسیر: (یہ قصہ) آپ کے اعتبار سے (غیب کی خبروں میں سے ہے جن کو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اس) قصہ (کو) ہمارے (اس) بتلانے (سے پہلے نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی) اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام ہمارا اتارا ہوا ہے لیکن یہ لوگ اس کے باوجود قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہیں (تو آپ صبر کیجئے یقیناً نیک انجام متقیوں ہی کے لئے ہے)۔

دوسرا قصہ: حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ

هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ
اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى
الَّذِىْ فَطَرَنِىْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ
تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى
قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا
نَحْنُ بِتَارِكِىْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾
اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰٮكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّىْۤ اُشْهِدُ
اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِىْ
جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىْ وَرَبِّكُمْ ؕ
مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّىْ

قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿57﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿58﴾

ترجمہ: اور عاد کی طرف (بھیجا ہم نے) ان کے بھائی ہود کو۔ کہا (ہود نے) اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی مستحق عبادت سوائے اس کے۔ نہیں ہو تم مگر جھوٹ گھڑنے والے۔ اے میری قوم نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ اجرت۔ نہیں ہے میرا اجر مگر اس (ذات) پر جس نے پیدا کیا مجھ کو کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو۔ اور اے میری قوم بخشش طلب کرو اپنے رب سے پھر متوجہ رہو اس کی طرف وہ چھوڑے گا بارش تم پر موسلادھار اور مزید دے گا تم کو قوت تمہاری قوت کی طرف اور تم مت منہ موڑو مجرم ہوتے ہوئے۔ (قوم کے لوگ) بولے اے ہود نہیں لائے تم ہمارے پاس کوئی دلیل اور نہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو تمہارے کہنے سے اور نہیں ہم تم پر ایمان لانے والے۔ نہیں کہتے ہم مگر یہ کہ پہنچائی ہے تم کو ہمارے کسی معبود نے برائی۔ کہا (ہود نے) میں گواہ کرتا ہوں اللہ کو اور تم (بھی) گواہ رہو کہ میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو اس (خدا) کے سوا۔ تو داؤ لگاؤ مجھ سے تم سب پھر نہ مہلت دو تم مجھ کو۔ میں نے بھروسہ کیا اللہ پر جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر یہ کہ وہ پکڑا ہوا ہے اس کی پیشانی کو۔ بے شک میرا رب ہے سیدھی راہ پر۔ پھر اگر تم منہ پھیرے رہو تو میں پہنچا چکا تم کو وہ بھیجا گیا تھا میں جس کے ساتھ تمہاری طرف۔ اور جانشین بنائے گا میرا رب لوگوں کو تمہارے سوا۔ اور نہ نقصان کر سکو گے تم اس کا کچھ بھی بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اور جب آ پہنچا ہمارا حکم بچایا ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان کے ساتھ اپنی رحمت سے اور بچایا ہم نے ان کو سخت عذاب سے۔

تفسیر: (اور ہم نے) قوم (عاد کی طرف ان کے) قوم یا وطن کے (بھائی) حضرت (ہود علیہ السلام (کو) پیغمبر بنا کر (بھیجا انہوں نے) اپنی قوم سے (فرمایا اے میری قوم تم) صرف (اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود) ہونے کے قابل (نہیں ہے تم) اس بت پرستی کے اعتقاد میں (محض مفتری ہو) کیونکہ اس کا بطلان تو روز روشن کی طرح کھلا ہے۔ (اے میری قوم) میری یہ ساری تبلیغ تمہاری خیر خواہی میں ہے جس کی دلیل یہ بھی ہے کہ (میں تم سے اس) تبلیغ (پر کچھ اجرت نہیں مانگتا

میرا اجر تو صرف اس) اللہ (کے ذمہ ہے جس نے) تم کو بھی پیدا کیا اور (مجھ کو) بھی (پیدا کیا۔ کیا پھر بھی تم) اس قدر غبی ہو اور اتنی موٹی بات (نہیں سمجھتے ہو) کہ ایک شخص بے طمع بے غرض محض دردمندی اور خیر خواہی سے تمہاری فلاح دارین کی بات کہتا ہے تم اسے دشمن اور بدخواہ سمجھ کر اس سے جھگڑا کرتے ہو (اور اے میری قوم) مجھ سے جھگڑنے کے بجائے (تم) ایمان قبول کر کے (اپنے) کفر و شرک کے گناہوں پر اپنے (رب سے بخشش طلب کرو پھر) عمل صالح کے ذریعہ (اس کی طرف متوجہ رہو) اس سے دنیوی فلاح یہ حاصل ہوگی کہ تمہارا رب تم سے راضی ہو کر موجودہ قحط سالی کی حالت دور کر دے گا اور (وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا اور) ایمان و عمل کی برکت سے (تمہاری) موجودہ (قوت میں مزید قوت کا اضافہ فرمائے گا) جس کی صورت یہ ہوگی کہ مالی اور بدنی قوت بڑھائے گا، اولاد میں برکت دے گا خوشحالی میں ترقی ہوگی اور مادی قوت کے ساتھ روحانی قوت کا اضافہ کر دیا جائے گا (اور مجرم رہ کر) ایمان سے (منہ مت موڑو۔ ان لوگوں) سے جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو کھلی ڈھٹائی پر اتر آئے اور انہوں (نے) پچھلے دکھائے ہوئے تمام معجزات کی نفی کرتے ہوئے اور حق کی تبلیغ کو بہکنے سے تعبیر کرتے ہوئے کہا کہ اے ہود تم نے ہمارے سامنے) اللہ تعالی کی طرف سے اپنے رسول ہونے کی (کوئی دلیل تو پیش نہیں کی اور ہم تمہارے محض کہنے پر تو اپنے معبودوں) کی عبادت (کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم) کسی طرح (تم پر ایمان لانے والے نہیں) اور تم جو یہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اور سارے جہان کو بے وقوف بتلا کر اپنا دشمن بنا رہے ہو تو اس کے بارے میں ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ چونکہ تم نے ہمارے معبودوں کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے (ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تم کو کسی برائی) یعنی جنون وغیرہ (میں مبتلا کر دیا ہے) اور اسی کی وجہ سے تم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو کہ خدا ایک ہے اور میں خدا کا بھیجا ہوا نبی ہوں وغیرہ۔ (ہود) علیہ السلام (نے فرمایا) تم جو کہتے ہو کہ کسی بت نے مجھ کو باؤلا کر دیا ہے تو (میں) علی الاعلان کہتا ہوں کہ ان بے جان مورتیوں کی کیا مجال کہ میرا کچھ بگاڑ سکیں اور میں (خدا کو گواہ) بنا کر اعلان (کرتا ہوں اور تم سب بھی) اس پر (گواہ رہو کہ میں ان چیزوں سے) بالکل (بیزار ہوں جن کو تم) خدا کے سوا (شریک) عبادت (قرار دیتے ہو)۔ ان کے ساتھ میری عداوت تو پہلے سے ظاہر تھی لیکن اب تو ڈنکے کی چوٹ ظاہر ہوگئی ہے تو اگر ان بتوں میں کچھ قوت ہے (تو تم) اور وہ سب مل کر (میرے ساتھ) ہر طرح کا (داؤ لگا لو) اس میں ذرا کوتاہی نہ کرو (اور مجھے کچھ مہلت نہ دو) میں دیکھوں تو سہی کہ تم میرا کیا بگاڑتے ہو۔ بت تو خیر عاجز ہیں ان سے ڈرنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں البتہ تم میں کچھ قدرت ہے لیکن میں تم سے بھی اس لئے نہیں ڈرتا کہ (میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے) اگرچہ بدفہمی سے تم نہیں سمجھتے

صرف میں اور تم بلکہ (ہر) چھوٹی بڑی (چیز جو زمین پر چلتی ہے) خالص اس کے قبضہ اور تصرف میں ہے گویا (اس کی پیشانی) کے بالوں (کو وہ پکڑے ہوئے ہے) جدھر چاہے پکڑ کر کھینچے اور پھیر دے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے قبضہ اختیار سے نکل کر بھاگ جائے، نہ ظالم اس کی گرفت سے چھوٹ سکتے ہیں نہ سچے اس کی پناہ میں رہ کر رسوا ہو سکتے ہیں (بلاشبہ میرا رب) عدل و انصاف کی (سیدھی راہ پر ہے) اس کے یہاں نہ ظلم ہے نہ بے موقع انعام ہے اور جو کوئی عدل و انصاف کے رستہ پر چلتا ہے کہ توحید و عمل صالح کو اختیار کرتا ہے اور شرک و معصیت جیسے ظلم سے بچتا ہے تو چونکہ خود اللہ اس رستہ پر ہے اس لئے وہ اللہ کو پالیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ (پھر اگر) ایسی صاف اور کھری باتیں سن کر بھی راہ حق سے (منہ پھیرے رہو گے تو) میرا کچھ نقصان نہیں کیونکہ (جو پیغام دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا وہ میں تم کو پہنچا) کر اپنا فرض ادا کر (چکا ہوں) لیکن تمہاری کم بختی آئے گی کہ اللہ تعالیٰ تم کو ہلاک کر دے گا (اور) اس سے خدا کی زمین ویران نہیں ہو جائے گی بلکہ (تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو اس زمین میں آباد کر دے گا اور) تمہارے اموال کا ان کو وارث بنا دے گا۔ غرض (تم) اپنا ہی نقصان کر رہے (خدا کا کچھ نقصان نہیں کر رہے ہو) اور اگر تم کو یہ خیال ہو کہ خدا کو کیا خبر کہ کون کیا کر رہا ہے تو خوب سمجھ لو کہ (بالیقین میرا رب ہر ہر شئے کی نگہداشت کرتا ہے) اس کو سب خبر رہتی ہے۔ ان تمام حجتوں کے باوجود ان لوگوں نے نہ مانا اور عذاب کا سامان شروع ہوا (تو جب) عذاب کے بارے میں (ہمارا حکم پہنچا) اور بادِ صرصر کا عذاب نازل ہوا تو اس سے کافر سب ہلاک ہو گئے لیکن (ہم نے ہود) علیہ السلام (اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی رحمت سے) اس عذاب سے (بچالیا اور) کیا تم کو پتہ ہے کہ ان کو کیسے عذاب سے بچایا، سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلنے والی آندھی کے طوفان کے (ایک) بہت ہی (سخت عذاب سے ہم نے ان کو بچایا)۔

ربط: قصہ مکمل کر کے مشرکین مکہ کو متوجہ کرنے کی خاطر فرمایا۔

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا

كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: اور یہ عاد تھے جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور نافرمانی کی اس

کے رسولوں کی اور پیروی کی حکم کی ہر سرکش مخالف کے اور ان کے پیچھے لگائی گئی اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن (بھی)۔ سن لو عاد نے انکار کیا اپنے رب کا سن لو دوری ہے عاد قوم ہود کے لئے۔

تفسیر: (اور) اے مشرکین مکہ قوم عاد کے کھنڈرات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھو کہ (یہ) وہ (قوم عاد تھی جس) کے بڑوں (نے) بہت زور وشور سے (اپنے رب کی آیتوں) یعنی دلائل اور احکام (کا انکار کیا) (اور) ہود سمیت (اس کے) سب (رسولوں کا کہنا نہ مانا اور) قوم کے چھوٹے لوگ (ایسے سب بڑے (لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو سرکش اور مخالف تھے اور) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ رہی) جس کی وجہ سے عذاب میں تباہ ہوئے (اور قیامت کے دن بھی) ان کے ساتھ ساتھ رہے گی جس کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ تو اے مشرکین مکہ (خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا) اور اس کا انجام بھی (خوب سن لو کہ ہود) علیہ السلام (کی قوم عاد کے لئے) رحمت سے (دوری ہوئی) اسی طرح اگر تم بھی کفر پر اصرار کرو گے تو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔

حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ

صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ
مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ
اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ
هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ
اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ
رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ ۫ تف
فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ﴿۶۳﴾ وَیٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً
فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ

عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ
أَيَّامٍ ۖ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا
وَّالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ
رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾ وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا
فِي دِيَارِهِمْ جٰثِمِينَ ﴿٦٧﴾ كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ

ترجمہ: اور (ہم نے بھیجا) ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو۔ کہا اے میری قوم تم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے علاوہ۔ اس نے پیدا کیا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں سو تم بخشش طلب کرو اس سے پھر متوجہ رہو اس کی طرف بے شک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔ ان لوگوں نے کہا اے صالح تم تھے ہم میں امید والے اس سے پہلے۔ کیا تم منع کرتے ہو ہم کو کہ ہم پرستش کریں جن کی پرستش کرتے تھے ہمارے باپ دادے اور بلاشبہ ہم شبہ میں ہیں اس سے بلاتے ہو تم جس کی طرف (ایسے شبہ میں جو) تردد میں ڈالنے والا ہے۔ کہا اے میری قوم تم بتاؤ اگر ہوں میں دلیل پر اپنے رب کی جانب سے اور دی اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت تو کون مدد کرے گا میری اللہ کے مقابلہ میں اگر میں اس کی نافرمانی کروں۔ سو نہیں بڑھاتے تم مجھے سوائے خسارے کے۔ اور اے میری قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لئے نشانی کے طور پر۔ تو چھوڑے رکھنا اس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور مت چھونا اس کو برائی کے ساتھ ورنہ پکڑ لے گا تم کو قریبی عذاب۔ پھر انہوں نے مار ڈالا اس کو تو کہا (صالح نے) فائدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن یہ وعدہ ہے نہ جھوٹا ہونے والا۔ پھر جب آ پہنچا ہمارا حکم بچا لیا ہم نے صالح کو اور ان کو جو ایمان لائے ان کے ساتھ اپنی رحمت سے اور اس دن کی رسوائی سے۔ بے شک تیرا رب ہی ہے قوت والا زبردست۔ اور پکڑ لیا ان کو جنہوں نے ظلم کیا ایک چیخ نے تو وہ ہو گئے اپنے گھروں میں اوندھے گویا کہ وہ رہے نہ تھے ان میں۔

تفسیر: (اور ہم نے) قوم (ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح) علیہ السلام (کو) پیغمبر بنا کر (بھیجا۔ انہوں نے) اپنی قوم سے (فرمایا اے میری قوم تم) صرف (اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود) ہونے کے قابل (نہیں ہے) اس کا تم پر یہ انعام ہے کہ (اس نے تم کو زمین) کے مادہ

(سے پیدا کیا اور تم کو اس) زمین (میں آباد کیا) اور تمہاری زندگی کی بقا کے لئے تمام سامان پیدا کئے، زمین کو آباد کرنے کی ترکیبیں بتائیں اور تدبیریں الہام فرمائیں۔ جب وہ ایسا منعم ومحسن ہے (تو تم) کو چاہئے کہ اس پر ایمان لا کر (اس سے) اپنے کفر وشرک کے گناہوں کی (معافی چاہو پھر) عبادت و طاعت کے ساتھ (اس کی طرف متوجہ رہو بے شک میرا رب) اس کے (قریب ہے) جو اس کی طرف متوجہ ہو اور جو توبہ واستغفار کرے اس کی درخواست (قبول کرنے والا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے اے صالح اس سے پہلے تو تم سے ہماری بڑی امیدیں وابستہ تھیں) کہ اپنی لیاقت ووجاہت سے فخر قوم اور ہمارے لئے مایہ ناز اور ہمارے سرپرست بنو گے۔ افسوس اس وقت جو باتیں کر رہے ہو اس سے تو ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آتی ہیں (کیا تم ہم کو ان) دیوتاؤں (کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور) چاہتے ہو کہ ہم صرف ایک خدا کی عبادت کریں۔ ہمارے بزرگوں کی روش اور مسلک کے خلاف (جس مسلک کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس میں بڑا بھاری شبہ ہے جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے) اور ہمارا دل کسی طرح اس کو نہیں مانتا اور اگر تم پھر بھی اپنے کو سچا ہی کہتے ہو تو ہمیں اس کی کوئی نشانی دکھاؤ۔ (آپ نے) جواب میں (فرمایا اے میری قوم) تم جو چاہتے ہو کہ میں توحید کی دعوت نہ دوں اور بت پرستی سے نہ روکوں تو (یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے) توحید کے حق ہونے اور شرک کے باطل ہونے کی (دلیل پر قائم ہوں) اور اس کی مجھے سمجھ بھی دی (اور) پھر (اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت) یعنی نبوت بھی (عطا فرمائی) جس کی وجہ سے میں توحید کی دعوت دینے پر مامور ہوں (سو) اس حالت میں (اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں) اور جیسا تم چاہتے ہو توحید کی دعوت دینا چھوڑ دوں (تو پھر) یہ بتاؤ کہ اس کے حکم کو پورا نہ کرنے پر (خدا کے مقابلہ میں کون میری مدد کرے گا) اور اس کے عذاب سے کون مجھے بچائے گا۔ تو تم) ایسا برا مشورہ دے کر سراسر (میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو اور) رہا تمہارا نشانی کا مطالبہ تو لو (اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے نشانی) بنا کر ظاہر کی گئی (ہے سو) اب اس کے کچھ حقوق ہیں مثلاً یہ کہ (اس کو چھوڑے رکھو کہ یہ اللہ کی زمین میں) گھاس چارہ (کھاتی پھرا کرے) اور اپنی باری کے دن پانی پیتی رہے (اور اس کو برائی) اور تکلیف (دینے کے لئے ہاتھ بھی نہ لگانا کہیں تم کو فوری عذاب آ پکڑے) (سو) اس اتمام حجت کے باوجود (انہوں نے اس) اونٹنی (کو مار ڈالا تو صالح) علیہ السلام (نے فرمایا) تم نے یہ بڑی سنگین حرکت کی اور اللہ تعالیٰ کے غصہ کو بھڑکا دیا ہے۔ اب مہلت ختم ہوگئی ہے۔ (تم اپنے گھروں میں تین دن اور نفع اٹھا لو) تین دن کے بعد عذاب آئے گا اور (یہ ایسا وعدہ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں) کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ (سو) تین دن گزرنے کے بعد عذاب سے متعلق (جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے صالح) علیہ

السلام (کو اور جو اہل ایمان ان کے ہمراہ تھے ان کو اپنی رحمت سے) اس عذاب سے (بچا لیا اور) چونکہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے میں بڑی رسوائی بھی ہے لہٰذا ہم نے ان کو (اس دن کی بڑی رسوائی سے بھی بچا لیا بے شک آپ کا رب ہی قوت والا غلبہ والا ہے) جس کو چاہے سزا دیدے اور جس کو چاہے بچا لے۔ (اور ان ظالموں کو ایک) فرشتے کی (چیخ نے آ پکڑا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے) اور ان کی یہ حالت ہوگئی (جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے)۔

ربط: قوم ثمود کے قصہ کے بعد مشرکین عرب کو تنبیہ کرتے ہیں۔

أَلَآ إِنَّ ثَمُودَاْ كَفَرُواْ رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ ﴿٦٨﴾

ترجمہ: خوب سن لو ثمود نے انکار کیا اپنے رب کا خوب سن لو دوری ہے ثمود کے لئے۔

تفسیر: اے مشرکین مکہ (خوب سن لو) صالح علیہ السلام کی قوم (ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا) اور اس انکار کی دنیا میں جو سزا ہوئی وہ تم نے سن ہی لی۔ غرض خوب اچھی طرح (سن لو کہ ثمود کے لئے دنیا کا عذاب بھی ہوا اور آخرت میں بھی اللہ کی رحمت سے (دوری ہے)۔ اور اس سے تم اپنا انجام بھی سوچ لو۔

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرٰهِيمَ
بِالْبُشْرٰى قَالُواْ سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ أَن جَآءَ بِعِجْلٍ
حَنِيذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَآ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ
مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُواْ لَا تَخَفْ إِنَّآ أُرْسِلْنَآ إِلٰى قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَأَتُهُ
قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِإِسْحٰقَ وَمِن وَرَآءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوبَ ﴿٧١﴾
قَالَتْ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَأَلِدُ وَأَنَاْ عَجُوزٌ وَهٰذَا بَعْلِى شَيْخًا إِنَّ هٰذَا
لَشَىْءٌ عَجِيبٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوٓاْ أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ
بَرَكٰتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿٧٣﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ

عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ
لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ
عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ
غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ
بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ
اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ
بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ ؕ
اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِىْ
بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِىْ بِكُمْ
قُوَّةً اَوْ اٰوِىْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ
لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ
اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ
الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا
سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً
عِنْدَ رَبِّكَ ؕ

ترجمہ: اور آئے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری کے ساتھ کہا سلام۔ وہ بولے سلام ہے پھر نہ ٹھہرے کہ لے آئے ایک بچھڑا تلا ہوا۔ پھر جب دیکھا ان کے ہاتھوں کو کہ نہیں پہنچتے کھانے پر تو کھٹکے ان سے اور دل میں محسوس کیا ان سے خوف۔ انہوں نے کہا مت

خوف کیجئے ہم بھیجے گئے ہیں قوم لوط کی طرف۔ اور ان کی بیوی کھڑی تھیں تو وہ ہنس پڑیں پھر ہم نے خوشخبری دی ان (کی بیوی) کو اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔ وہ بولیں ارے خرابی کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے بے شک یہ تو عجیب بات ہے۔ وہ بولے کیا آپ تعجب کرتی ہیں اللہ کے کام میں۔ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں تم پر اے گھر والو بے شک وہ (اللہ) تعریف والا بڑی شان والا ہے۔ پھر جب جاتا رہا ابراہیم سے ڈر اور آئی ان کے پاس خوشخبری وہ جھگڑنے لگے ہم سے قوم لوط کے بارے میں۔ بے شک ابراہیم بردبار، نرم دل اور رجوع رہنے والے تھے۔ اے ابراہیم اعراض کرو اس سے وہ تو آچکا حکم تمہارے رب کا اور وہ ہیں کہ آتا ہے ان پر عذاب نہ واپس کیا جانے والا۔ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس وہ غمگین ہوئے ان (کے آنے) کی وجہ سے اور تنگ ہوئے ان کی وجہ سے دل میں اور کہا یہ ہے بڑا سخت دن۔ اور آئی ان کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی ان کی طرف اور پہلے سے وہ کرتے تھے برے کام۔ کہا اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں یہ پاک ہیں تمہارے لئے سو تم ڈرو اللہ سے اور مت رسوا کرو مجھے میرے مہمانوں میں۔ کیا نہیں ہے تم میں کوئی مرد نیک چلن۔ وہ بولے تم تو جانتے ہو، نہیں ہے ہمارے لئے تمہاری بیٹیوں میں کوئی حق اور تم تو جانتے ہو جو ہم چاہتے ہیں۔ کہا کاش کہ میرے لئے ہوتی تمہارے مقابلہ میں قوت یا میں پناہ لیتا کسی مضبوط پایہ کی۔ مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہوئے ہیں تمہارے رب کے یہ ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تم تک۔ سو لے چلو اپنے گھر والوں کو رات کے کچھ حصہ میں اور نہ مڑ کر دیکھے تم میں سے کوئی سوائے تمہاری بیوی کے کہ پہنچنے والا ہے اس کو جو پہنچے گا ان کو۔ ان کے وعدہ کا وقت ہے صبح (کا) کیا نہیں ہے صبح قریب؟ پھر جب آ پہنچا ہمارا حکم کر دیا ہم نے اس بستی کے اوپری حصہ کو نیچے کا حصہ اور برسائے ہم نے اس بستی پر پتھر کھنگر کے، لگاتار گرنے والے، نشان کئے ہوئے تمہارے رب کے پاس۔

تفسیر: پھر حضرت لوط علیہ السلام کی طرف عذاب کے جو فرشتے آئے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہوتے ہوئے آئے اور ان کو قوم لوط پر عذاب کی خبر دی جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے بحث بھی کی۔ اس لئے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصہ سے پہلے تمہید کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

(اور ہمارے بھیجے ہوئے) فرشتے انسانی شکل میں (ابراہیم) علیہ السلام (کے پاس) ان کے فرزند اسحاق علیہ السلام کی (بشارت لے کر آئے) اگرچہ ان کے پاس آنے کا بڑا مقصد یہی تھا کہ ان کو حضرت

لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کے خدائی فیصلہ کی خبر دیں اور آنے کے وقت (انہوں نے سلام کیا۔ ابراہیم) علیہ السلام (نے) بھی (سلام) کا جواب (کہا) لیکن پہچانا نہیں کہ یہ فرشتے ہیں بس عام مہمان سمجھے (تو دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا) فربہ (بچھڑا لائے) اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ یہ تو فرشتے تھے کیوں کھاتے۔ (سو جب ابراہیم) علیہ السلام (نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان سے کھٹکے اور ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے) کہ یہ عام مہمان نہیں لگتے کہیں مخالف نہ ہوں جو برے ارادہ سے آئے ہوں اور گھر میں میاں بیوی اکیلے ہیں اور اپنے اس خوف کو ظاہر بھی کر دیا کہ ہم تو تم سے خوف زدہ ہیں (وہ فرشتے کہنے لگے آپ مت ڈریئے) ہم آدمی نہیں فرشتے ہیں۔ آپ کے پاس خوشخبری لے کر آئے ہیں کہ آپ کے ہاں ایک بیٹا اسحاق اور پوتا یعقوب پیدا ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نور نبوت سے توجہ کر کے پہچان لیا کہ یہ واقعی فرشتے ہیں لیکن فراست نبوت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کے سوا اور بھی کسی بڑے کام کے لئے آئے ہیں اس لئے پوچھا کہ اے فرشتو تمہارا اصل مقصد کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ (ہم قوم لوط کی طرف) عذاب دے کر (بھیجے گئے ہیں)۔ ان میں یہ گفتگو ہو رہی تھی اور (ابراہیم) علیہ السلام (کی بیوی) حضرت سارہ کہیں (کھڑی) سن رہی (تھیں پس) اولاد کی خبر سن کر قدرتی طور پر خوشی ہوئی جب کہ دوسری بیوی حضرت ہاجرہ کے ہاں بیٹا یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو بھی چکے تھے اور خوشی میں (ہنس پڑیں)۔ اس پر (ہم نے) اپنے فرشتوں کے ذریعے دوبارہ خاص طور پر (ان کو خوشخبری دی اسحاق کی) کہ وہ پیدا ہوں گے (اور اسحاق کے پیچھے) یعنی خود اسحاق کے بیٹے (یعقوب کی) اس وقت (وہ کہنے لگیں کہ ہائے خاک پڑے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے شوہر) بیٹھے (ہیں) بالکل (بوڑھے)، واقعی یہ بھی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا) کہ (کیا) خاندان نبوت میں رہ کر کہ جہاں بہت معجزے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے (تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو جب کہ اے خاندان والو تم پر تو اللہ کی) خاص (رحمت اور اس کی) مختلف قسم کی (برکتیں) نازل ہوتی رہتی (ہیں۔ بے شک وہ) اللہ تعالیٰ (تعریف کے لائق اور بڑی شان والا ہے) وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے لہٰذا بجائے تعجب کرنے کے اس کی تعریف اور شکر میں مصروف رہو۔ (پھر جب ابراہیم) علیہ السلام (کا وہ خوف زائل ہو گیا اور ان کو خوشی کی خبر) بھی (مل گئی) کہ اولاد پیدا ہو گی (تو) ادھر سے بے فکر ہو کر اب اس طرف متوجہ ہوئے کہ قوم لوط ہلاک ہو گی اور (ہم سے لوط) علیہ السلام (کی قوم کے بارے میں) اصرار و مبالغہ کے ساتھ سفارش کرنے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم سے (جھگڑا کرنے لگے) ہیں (واقعی ابراہیم) طبیعت کے (بڑے حلیم دل کے بڑے نرم) اور اللہ کی طرف (خوب رجوع رہنے والے تھے اس لئے سفارش میں مبالغہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا

(اے ابراہیم اس بات کو جانے دو) یہ کافر قوم ہماری آیتوں کو جھٹلاتی رہی ہے اور اب ایمان قبول نہ کرے گی اس لئے ان پر عذاب کے نازل ہونے کے بارے میں (تمہارے رب کا حکم آ چکا ہے اور) اس وجہ سے (ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے جو) کسی طرح (ٹلنے والا نہیں ہے)۔

اس تمہید کے بعد اب اصل قصہ سناتے ہیں:

(اور) ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے فارغ ہو کر (جب ہمارے وہ فرشتے لوط) علیہ السلام (کے پاس آئے تو لوط) علیہ السلام (ان) کے آنے (کی وجہ سے) اس لئے (مغموم ہوئے) کہ وہ بہت حسین نوجوانوں کی شکل میں آئے تھے اور لوط علیہ السلام نے ان کو آدمی سمجھا اور اپنی قوم کی نامعقول حرکت یعنی لواطت کی عادت کا خیال آیا (اور) اس بنا پر (ان کے) آنے کے (سبب سے تنگدل ہوئے اور) انتہائی تنگدلی سے (کہنے لگے کہ آج بہت سخت دن ہے) کہ ان مہمانوں کی تو ایسی صورتیں اور قوم کی یہ حرکتیں اور میں تن تنہا ہوں اب دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ (اور ان کی قوم) نے جو ایسے ایسے مہمانوں کے آنے کی خبر سنی تو (ان کے) یعنی لوط علیہ السلام کے (پاس نہایت بے حیائی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آئے) اور پوری قوت وشدت سے مطالبہ کیا کہ مہمان ان کے حوالے کر دیئے جائیں (اور وہ پہلے ہی سے) لواطت جیسی (بری حرکتیں کرتے تھے)۔ حضرت (لوط) علیہ السلام (نے) مہمانوں کی آبرو بچانے اور قوم کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور یہ بھی (کہا کہ یہ میری) قوم کی (بیٹیاں) اور بچیاں جو تمہارے گھروں میں موجود (ہیں وہ تمہارے نفس کی خواہش پوری کرنے کے (لئے خوب پاک) وحلال (ہیں سو امردوں پر نگاہ کرنے میں (اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں) کو چھیڑ کر ان کی نظروں (میں مجھ کو رسوا مت کرو) اور جب دیکھا کہ سمجھانے کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو رہا تو فرمایا (کیا تم میں [illegible]) معقول اور (نیک چلن آدمی نہیں ہے) جو میری باتوں کو سمجھ لے اور مان لے۔ (وہ لوگ کہنے لگے کہ تم جانتے ہو کہ ہمیں تمہاری بچیوں کی کوئی ضرورت نہیں) کیونکہ عورتوں سے ہم کو وہ رغبت نہیں (اور) یہاں آنے سے (ہمارا جو مقصد ہے وہ تمہیں تو معلوم ہی ہے)۔ حضرت (لوط) علیہ السلام عاجز ہوئے تو انتہائی پریشانی کے عالم میں بے ساختہ (کہہ اٹھے کاش مجھ کو) بذات خود (تمہارے مقابلہ کی قوت) وطاقت (ہوتی یا میں کسی مضبوط پایہ کی پناہ لیتا) یعنی میرا کنبہ اور جتھا ہوتا جو اس موقع پر میری مدد کرتا۔ حضرت لوط علیہ السلام کا اس قدر اضطراب دیکھ کر (فرشتے کہنے لگے کہ اے لوط) ہم آدمی نہیں ہیں (ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے) فرشتے (ہیں) یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور آپ اپنے لئے بھی اندیشہ نہ کریں (آپ تک بھی ہرگز ان کی رسائی نہ ہوگی) کہ آپ کو کچھ تکلیف پہنچا سکیں اور ہم ان پر عذاب نازل کرنے آئے

ہیں (سوآپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر) یہاں سے باہر (چلے جائیں اور) اپنے ہمراہیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ (تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے) اور جلدی جلدی نکل جائے ہاں (مگر آپ کی بیوی) مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے نہ جائے گی (اور اس پر بھی وہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آئے گی)۔ اور ہم رات کے وقت نکل جانے کو اس لئے کہتے ہیں کہ (ان کے) عذاب کے (وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے) اور (کیا صبح قریب نہیں ہے) لہٰذا جلدی کیجئے۔ غرض لوط علیہ السلام راتوں رات نکل گئے (اور جب) صبح ہوئی تو نزول عذاب سے متعلق (ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے اس زمین) کو الٹ کر اس (کے اوپر کے تختہ کو نیچے کر دیا) یعنی اس کی اوپر کی سطح کو اندر کی طرف کر دیا اور اندر کے حصہ کو باہر کر دیا اور (اس سرزمین پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی جو لگاتار گر رہے تھے جو آپ کے رب کے پاس نشان کئے ہوئے تھے) یعنی ان پر کوئی خاص علامت تھی جو عام پتھروں سے ممتاز کر کے ظاہر کرتی تھی کہ یہ عذاب الٰہی کے پتھر ہیں۔

مشرکین مکہ کے لئے تنبیہ

وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ ع

ترجمہ: اور نہیں ہے وہ بستی ظالموں سے کچھ دور

تفسیر: (اور) اہل مکہ کو چاہئے کہ وہ اس قصہ سے عبرت پکڑیں کیونکہ قوم لوط کی (یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں) اس لئے کہ یہ مدینہ منورہ اور شام کے درمیان میں تھیں اور اہل مکہ شام کو آتے جاتے ان بستیوں کے کھنڈرات دیکھتے تھے پس ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان کا بھی خدا کی دیگر منکر قوموں کی طرح انجام نہ ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ

شُعَيْبًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ وَلَا تَنْقُصُوا

الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ
بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ
اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ
الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ
وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ
اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ
اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ
شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ
اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ
ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ
كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ
لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾
وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ
يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ
رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ
مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ

ترجمہ: اور مدین کی طرف (بھیجا) ان کے بھائی شعیب کو۔ کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی، نہیں ہے تمہارے لئے کوئی لائق عبادت اس کے سوا۔ اور مت کم کرو ناپ کو اور تول کو میں دیکھتا ہوں تم کو آسودہ حالت میں اور میں خوف کرتا ہوں تم پر عذاب کا گھیرنے والے دن کے۔ اور اے میری قوم پورا کرو ناپ کو اور تول کو انصاف کے ساتھ اور نہ گھٹاؤ لوگوں کو ان کی چیزیں اور مت نکلو حد سے زمین میں فساد کرتے ہوئے۔ بچا ہوا اللہ کا بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم ہو ماننے والے اور میں نہیں ہوں تم پر نگہبان۔ وہ بولے اے شعیب کیا تمہاری نماز حکم دیتی ہے تم کو کہ ہم چھوڑ دیں ان کو جن کو پوجتے تھے ہمارے باپ دادا یا ہم چھوڑ دیں تصرف کرنا اپنے اموال میں جو ہم چاہیں۔ بلاشبہ تم ہی بڑے عقلمند اور نیک چلن ہو۔ کہا اے میری قوم بتاؤ اگر میں ہوں دلیل پر اپنے رب کی طرف سے اور اس نے دی مجھ کو اپنے پاس سے اچھی روزی اور میں نہیں چاہتا کہ میں تمہاری مخالفت کروں اس کام کو کرنے میں روکتا ہوں میں تم کو جس سے۔ نہیں چاہتا میں مگر اصلاح جتنی مجھ سے ہو سکے اور نہیں میری توفیق مگر اللہ سے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم نہ ابھارے تم کو میری ضد کہ پہنچے تم کو مثل اس (عذاب) کے جو پہنچا قوم نوح کو یا قوم ہود کو یا قوم صالح کو اور نہیں ہے قوم لوط تم سے کچھ دور اور بخشش طلب کرو اپنے رب سے پھر متوجہ رہو اس کی طرف بے شک میرا رب مہربان محبت والا ہے، وہ بولے اے شعیب نہیں ہم سمجھ پاتے بہت سی باتیں ان میں سے جو تم کہتے ہو اور ہم دیکھتے ہیں تم کو اپنے میں کمزور۔ اور اگر نہ ہوتا تمہارا خاندان تو ہم سنگسار کر دیتے تم کو اور نہیں ہو تم ہم پر عزت والے۔ کہا اے میری قوم کیا میرا خاندان زیادہ باعزت ہے تم پر اللہ سے اور کر رکھا ہے تم نے اس کو اپنی پشت کے پیچھے۔ بے شک میرا رب اس کو جو تم کرتے ہو گھیرے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم تم عمل کرتے رہو اپنی جگہ پر میں بھی عمل کر رہا ہوں۔ جلد تم جان لو گے کون ہے آتا ہے جس پر عذاب جو رسوا کر دے گا اس کو اور کون ہے جھوٹا اور تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ اور جب آیا ہمارا حکم بچایا ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان کے ساتھ اپنی رحمت سے اور پکڑا ظالموں کو چیخ نے تو ہو گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے گویا کہ وہ بسے ہی نہ تھے ان میں۔

تفسیر: (اور) ہم نے (مدین) والوں (کی طرف ان کے بھائی شعیب) علیہ السلام (کو) پیغمبر بنا کر (بھیجا۔ انہوں نے) اہل مدین سے (فرمایا اے میری قوم) عبادت کے معاملہ میں میری تم کو یہ نصیحت ہے کہ (تم) صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود) بننے کے قابل

(نہیں اور) معاملات کے باب میں یہ نصیحت ہے کہ (تم ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو) آخر (میں تم کو آسودہ حالت میں دیکھتا ہوں) ایسے میں ناپ تول میں کمی کرنا تو (اور) زیادہ بری بات ہے۔ اس وجہ سے (میں تم پر خوف کرتا ہوں) مختلف مصائب کو (گھیرنے والے دن کے عذاب کا) کہ کہیں وہ تم پر مسلط نہ کر دیا جائے۔ (اور) تم ہلاک و برباد نہ ہو جاؤ۔ لہٰذا (اے میری قوم تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور مت گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں) غرض کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو (اور) ان مذکورہ خرابیوں کی شکل میں (زمین میں فساد کرتے ہوئے) بندگی اور انصاف کی (حد سے مت نکلو)۔ لوگوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد (اللہ کا) دیا ہوا حلال مال جو کچھ (بچا ہوا) ہو وہ تمہارے لئے) اس حرام کمائی سے بدرجہا (بہتر ہے) کیونکہ حرام میں اگرچہ وہ کثیر ہو برکت نہیں ہوتی اور اس کا انجام جہنم ہے جب کہ حلال اگرچہ قلیل ہو اس میں برکت ہوتی ہے اور اس کا انجام رضائے حق ہے (اگر تم ماننے والے ہو اور) اگر نہ مانو تو تم جانو (میں تم پر نگہبان نہیں ہوں) کہ تم سے زبردستی یہ کام چھڑوا دوں۔ البتہ تم جیسا کرو گے ویسا ہی بھگتو گے بھی۔ (وہ لوگ) یہ تمام وعظ و نصیحت سن کر (کہنے لگے کہ اے شعیب) تم بڑے پاکباز بنتے ہو اور بڑی نمازیں پڑھتے ہو (کیا تمہاری) پاکبازی اور تمہاری (نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ) تم ہم کو یہ کہو کہ (ہم ان چیزوں کی پرستش چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا ہم اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے اموال میں جو چاہیں تصرف کریں۔ (تم واقعی بڑے عقلمند اور نیک چلن ہو) یعنی ہماری بستی میں تمہاری عقلمندی اور نیک چلنی کی شہرت تھی اب ہمیں اس کی اصل حقیقت معلوم ہوگئی کہ کچھ بھی نہیں بلکہ سراسر نامعقولیت ہے۔ آخر اس سے بڑی نامعقولیت کیا ہوگی کہ ہمارے باپ دادا جو بڑی سمجھ بوجھ والے اور قابل احترام تھے تم ان کے معبودوں کو باطل کہتے ہو اور عام عقل کی بات ہے کہ آدمی اپنی ملکیت میں جو چاہے کرے لیکن تم اس سے بھی روکتے ہو۔ لہٰذا تم اپنی نامعقول تعلیم و تبلیغ بند کر دو۔ (شعیب) علیہ السلام (نے فرمایا اے میری قوم) تم جو مجھ سے یہ چاہتے ہو کہ میں حق کی تبلیغ بند کر دوں تو (بتاؤ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل) کی فہم و بصیرت (پر ہوں) اور وہ صاف راستہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے (اور اس نے مجھے) باطنی (اچھی روزی) یعنی نبوت (عطا کی) جو تمہیں عطا نہیں کی تو کیا اس کا حق یہ ہے کہ میں معاذ اللہ تمہاری طرح اندھا بن جاؤں اور خدا کے احکام سے روگردانی کرنے لگوں یا تمہارے استہزاء و تمسخر سے گھبرا کر نصیحت کرنا اور سمجھانا چھوڑ دوں۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پھر تم مجھے یہ الزام بھی نہیں دے سکتے کہ میری نصیحت کسی خودغرضی اور ہوا پرستی پر مبنی ہے کیونکہ جس طرح ان باتوں کی تم کو تعلیم کرتا ہوں (میں) خود بھی ان پر عمل کرتا ہوں یہ (نہیں چاہتا کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو منع کرتا ہوں۔ میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک

میرے امکان میں ہے۔ اور مجھ کو جو کچھ) عمل و اصلاح کی (توفیق عطا ہوتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے اور اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں اور) اپنے تمام کاموں میں (اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں)۔ یہاں تک تو قوم کی باتوں کا جواب ہو گیا۔ حق کی طرف سے جب سب باتوں کا صحیح صحیح جواب دے دیا جائے تو باطل اکثر ضد میں آ جاتا ہے۔ اس پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے آگے حضرت شعیب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ (اور اے میری قوم میری ضد) اور عداوت (تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آ پڑیں جیسی قوم عاد یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور) اگر ان قوموں کا قصہ پرانا ہو چکا ہے اس لئے ان سے متاثر نہیں ہوتے تو (قوم لوط تو تم سے) بہت (دور) کے زمانے میں (نہیں ہوئی)۔ لہٰذا تم ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ دو (اور) ایمان لا کر (اپنے رب سے) اپنے کفر و شرک کے (گناہ معاف کراؤ) اور (پھر) طاعت و عبادت کے ساتھ (اس کی طرف متوجہ رہو بے شک میرا رب) بڑا (مہربان) بڑی (محبت والا ہے) کہ وہ گناہوں کو معاف کرتا ہے اور طاعت کو قبول کرتا ہے۔ جب قوم والوں سے کچھ جواب نہ بن پڑا تو (وہ) دھمکی پر اتر آئے اور ڈھٹائی سے (کہنے لگے کہ اے شعیب) بس اب تم اپنی باتیں بند کر دو کیونکہ (بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو) وہ ایسی بے عقلی کی ہیں کہ (ہم ان کو سمجھ ہی نہیں پاتے اور) اگر پھر بھی کہے جاؤ گے تو پھر ہم تمہارے خلاف کوئی راست اقدام کریں گے جو ہمارے لئے مشکل نہیں کیونکہ (ہم تم کو اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں)۔ یہ تو ہمارا حوصلہ تھا جو تمہارے کمزور ہونے کے باوجود ہم تمہاری باتیں سنتے رہے اور برداشت کرتے رہے (اور) کچھ (تمہارے خاندان والوں کا) لحاظ تھا۔ ان کا (لحاظ نہ ہوتا تو ہم تم کو کب کا سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری تو کچھ عزت ہی نہیں۔ شعیب) علیہ السلام (نے) جواب میں (فرمایا کہ اے میری قوم) کتنے افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور اپنی سچائی کی کھلی نشانیاں دکھا رہا ہوں (کیا تمہاری نظر میں میرے خاندان کی عزت) اور اس کا دباؤ (خدا تعالیٰ سے زیادہ ہے۔ اور) خدا کی عظمت و جلال کو (تم نے) بالکل ہی بھلا کر (اس کو پس پشت ڈال دیا ہے) تو تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ (تمہارے تمام افعال و اعمال کو خدا تعالیٰ اپنے) علم و قدرت سے (گھیرے ہوئے ہیں) اور تم ایک لمحہ بھی اس کے قابو سے باہر نہیں۔ اور اگر تم میری کسی بات کا بھی اثر نہیں لیتے تو (اے میری قوم) کے لوگو اچھا (تم اپنی جگہ) ضد اور ہٹ دھرمی کے (کام کرتے رہو میں) بھی (اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون شخص ہے جس پر عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا تھا) میں یا تم (اور) آسمانی فیصلہ کا (تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ (اور) پھر جب) بالآخر نزول

عذاب سے متعلق (ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے) اس عذاب سے (شعیب) علیہ السلام (کو اور جو ان کی ہمراہی میں اہل ایمان تھے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان ظالموں کو ایک) فرشتہ کی چیخ) یعنی سخت آواز) نے آ پکڑا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے گرے رہ گئے) اور مر گئے (جیسے کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے)۔

ربط: اہل مدین پر نزول عذاب کا قصہ سنا کر مشرکین مکہ کو تنبیہ کرتے ہیں۔

اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

ترجمہ: خوب سن لو دوری ہے مدین کے لئے جیسے دور ہوئی قوم ثمود۔

تفسیر: اے مشرکین مکہ (خوب سن لو) کہ اہل (مدین) نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا تو ان (کے لئے) اللہ کی رحمت سے (دوری ہوئی) اور ان پر عذاب آیا (جیسے) ان سے پہلی قوموں مثلاً عاد اور (ثمود) نے بھی اللہ کی آیتوں کا انکار کیا تھا تو ان میں سے بھی ہر ایک اللہ کی رحمت سے (دور) ہو کر عذاب میں مبتلا (ہوئی) تو تم عبرت پکڑو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونیوں کا قصہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

ترجمہ: اور بھیجا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو پیروی کی انہوں نے فرعون کے حکم کی اور نہیں تھی بات فرعون کی صحیح۔ وہ (فرعون) آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن پھر پہنچائے گا ان کو آگ میں اور بری ہے جگہ پہنچائی جانے والی۔ اور ان کے پیچھے لگائی گئی اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن بھی۔ برا ہے انعام دیا ہوا۔

تفسیر: (اور ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (کو) بھی (اپنے معجزات اور) اللہ تعالیٰ کے وجود اور

توحید کی (روشن دلیل دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو) ان معجزات و دلائل کو دیکھنے کے باوجود نہ فرعون نے مانا اور نہ اس کے سرداروں نے مانا بلکہ فرعون بھی اپنے کفر پر رہا اور دوسرے (لوگ) بھی (فرعون کے حکم پر چلتے رہے حالانکہ فرعون کی بات صحیح نہ تھی) اور جس طرح فرعون یہاں دنیا میں اپنی قوم کا امام تھا (وہ قیامت کے دن) بھی (اپنی قوم) کا امام ہوگا اور ان (کے آگے آگے رہے گا پھر ان) سب (کو) جو دنیا میں اس کی پیروی کرتے رہے تھے جہنم کی (آگ میں پہنچا دے گا اور وہ) جہنم (پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔ اور اس دنیا میں) بھی (لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی) کہ رہتی دنیا تک لوگ فرعون اور فرعونیوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے (اور قیامت کے دن بھی) فرشتوں اور انسانوں کی طرف سے لعنت پڑے گی۔ غرض لعنت کا سلسلہ لگاتار ان کے ساتھ چلتا رہے گا۔ یہ (برا انعام ہے جو) ان کو (دیا گیا)۔

ربط: نزول عذاب کے مذکورہ بالا قصوں کے ذکر کے بعد مشرکین مکہ کو یاد دلاتے ہیں کہ یہ سب کچھ ان مجرم قوموں کی وجہ سے تھا اور ان کے معبودان باطل عذاب الٰہی کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام نہ آئے۔ ایسے ہی جب تم پر عذاب نازل ہوگا تو تمہارے معبودان باطل بھی تمہاری کچھ مدد نہ کر سکیں گے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا
قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ
اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿١٠١﴾ وَكَذٰلِكَ
اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ
شَدِيْدٌ ﴿١٠٢﴾

ترجمہ: یہ ہیں بعض خبریں بستیوں کی ہم بیان کرتے ہیں جن کو تم پر۔ ان (بستیوں) میں سے بعض (اب تک) قائم ہیں اور بعض کٹی ہوئی ہیں اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر ولیکن انہوں نے خود ظلم کیا اپنی جانوں پر تو نہ فائدہ دیا ان کو ان کے معبودوں نے جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ بھی جب آیا حکم تیرے رب کا۔ اور نہیں بڑھایا معبودان باطل نے ان کو مگر ہلاک کرنے میں اور ایسی ہی ہے پکڑ تمہارے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو اس حال میں کہ وہ

ظلم کرتی ہوتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ سخت دردناک ہے۔

تفسیر: (یہ) جو کچھ اوپر قصوں میں مذکور ہوا (ان) غارت شدہ (بستیوں کے بعض حالات تھے جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں) سو (ان میں سے بعض بستیاں تو اب بھی قائم) اور آباد (ہیں) جیسے مصر جو فرعون کا مقام تھا (اور بعض) کی جڑیں (کٹ گئی ہیں) اور وہ بالکل اجڑ گئی ہیں سوائے اس کے کہ ان کے کچھ کھنڈر باقی ہیں جیسے قوم لوط کی بستیاں اور بعض کا نشان بھی صفحہ ہستی پر باقی نہیں رہا۔ ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تو (ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا) کہ بلا قصور ان کو سزا دی ہو (لیکن انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا) کہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے نکل گئے اور اس طرح اپنے آپ کو کھلم کھلا سزا کا مستحق ٹھہرالیا تب ہمارا عذاب آیا (اور جب) عذاب کے لئے ہمارا حکم آیا تو ان کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے) کہ ان کو عذاب سے بچا لیتے (اور فائدہ تو کیا پہنچاتے الٹا ان کی ہلاکت کا سبب بنے اور آپ کے رب کی گرفت ایسی ہی) سخت (ہے جب وہ کسی بستی والوں کی گرفت کرتا ہے جب کہ وہ ظلم) وکفر (کیا کرتے ہوں۔ بلاشبہ اس کی گرفت سخت تکلیف دہ ہے)۔

ربط: آگے بتاتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا کہ دنیا میں عذاب آیا تو چلو معاملہ ختم ہوگیا بلکہ دنیا تو دار عمل ہے اصل دار جزا تو آخرت ہے لہٰذا دنیوی عذاب کے بعد آخرت کا عذاب بھی ہوگا جو دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ
يَوْمٌ مَجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَشْهُودٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا
لِأَجَلٍ مَعْدُودٍ ﴿١٠٤﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ
شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ
وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا
مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ﴿١٠٧﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا
فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا
مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ﴿١٠٨﴾

ترجمہ: اس تذکرہ میں نشانی ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہے عذاب آخرت سے۔ وہ ایک دن ہے جمع کئے جائیں گے جس میں سب لوگ اور وہ ہے دن حاضر کئے جانے کا۔ اور نہیں مؤخر کرتے ہم اس کو مگر ایک مدت تک شمار کی ہوئی۔ جس دن وہ آئے گا نہ بات کر سکے گا کوئی نفس مگر اس کے حکم سے۔ سو ان میں سے بدبخت بھی ہیں اور نیک بخت بھی ہیں۔ پھر رہے وہ لوگ جو بدبخت ہوئے تو وہ آگ میں ہوں گے ان کے لئے اس میں چیخ اور دھاڑ ہوگی ہمیشہ رہیں گے اس میں جب تک رہیں گے آسمان اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بے شک تیرا رب کرنے والا ہے جو چاہتا ہے اور رہے وہ لوگ جو نیک بخت ہوئے تو وہ جنت میں ہیں ہمیشہ رہیں گے اس میں جب تک رہیں گے آسمان اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب۔ عطیہ ہے بے انتہا۔

تفسیر: واقعات کے (اس تذکرہ میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو) کیونکہ جب دنیا کا عذاب ایسا سخت ہے حالانکہ یہ دار جزا نہیں ہے تو آخرت جو کہ اصل دار جزا ہے اس کا عذاب کیسا سخت ہوگا۔ (وہ) یعنی آخرت کا دن (ایسا دن ہوگا کہ اس میں تمام انسان جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کی حاضری) اور پیشی (کا دن ہے اور) وہ دن اگرچہ اب تک نہیں آیا لیکن اس کی وجہ سے کوئی اس کے آنے میں شک نہ کرے وہ ضرور آئے گا (ہم) بعض مصلحتوں سے (اس کو شمار کی ہوئی) یعنی تھوڑی (مدت کے لئے مؤخر کئے ہوئے ہیں)۔ پھر (جس وقت وہ دن آئے گا) تو لوگوں پر ایسی ہیبت طاری ہوگی کہ (کوئی شخص خدا کی اجازت کے بغیر (کوئی) قابل قبول (بات تک نہ کر سکے گا)۔ (اور ان) لوگوں (میں بدبخت) یعنی کافر (بھی ہوں گے اور نیک بخت) یعنی پکے مومن بھی ہوں گے۔ حساب کتاب کے بعد (پھر جو لوگ بدبخت ہیں وہ تو دوزخ کی آگ میں اس حال میں ہوں گے کہ) عذاب کی شدت کی وجہ سے (ان کی چیخم دھاڑ رہے گی اور وہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے جب تک) آخرت کے (آسمان و زمین قائم رہیں گے) مراد ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش اس میں رہیں گے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے (مگر جو چاہے آپ کا رب) کہ ان کو جہنم سے نکال دے تو دوسری بات ہے کیونکہ (آپ کا رب جو کچھ چاہے اس کو پورے طور سے کر سکتا ہے) مگر قدرت کے باوجود یہ بات یقینی ہے کہ خدا یہ بات نہ چاہے گا اس لئے نکلنا بھی نصیب نہ ہوگا جس کے دلائل یہ ہیں وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا (یعنی جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں کہ نیک عمل کرنا تو دور کی بات ہے ایمان ہی نہ لائیں تو ایسے لوگوں کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ سورہ جن: 23) وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ یعنی کافر لوگ جہنم کی آگ سے نہ نکلیں گے (سورہ بقرہ: 167) (اور جو لوگ نیک بخت ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے) اور وہ اس میں

داخل ہونے کے بعد (ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے جب تک) آخرت کے (آسمان و زمین قائم ہیں مگر جو آپ کا رب ہی چاہے) کہ نکال دے تو دوسری بات ہے مگر یہ یقینی ہے کہ خدا یہ بات کبھی نہ چاہے گا لہٰذا نکلنا بھی کبھی نہ ہوگا اور وہ (غیر منقطع عطیہ ہوگا)۔

ربط: مشرکوں سے خطاب مکمل کر کے آگے مسلمانوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ اگر تم ان مشرکوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتے ہو تو مندرجہ ذیل باتوں پر مضبوطی سے قائم رہو۔

1- توحید کے حق ہونے پر اور شرک و بت پرستی کے باطل ہونے پر تمہیں کچھ شک نہ ہونا چاہئے۔

فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ

هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا

لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ: سو مت ہو تو شک میں اس سے جو پرستش کرتے ہیں یہ لوگ۔ نہیں پرستش کرتے یہ مگر جس طرح پرستش کرتے تھے ان کے باپ دادے اس سے پہلے اور ہم پورا دینے والے ہیں ان کا حصہ بلا نقصان۔

تفسیر: اے مسلمانو! اتنی کثیر مخلوق کا شرک و بت پرستی کو اختیار کرنا اور اب تک سزا نہ پانا شرک و بت پرستی کے حق ہونے کی دلیل نہیں (لہٰذا تم) اس سے دھوکا کھا کر (اس سے جو یہ لوگ پرستش کرتے ہیں کسی شک و شبہ میں مبتلا نہ ہو۔ یہ لوگ) اپنے باپ دادوں کی کورانہ تقلید میں اسی طرح بلا دلیل غیر اللہ کی (پرستش کر رہے ہیں جیسے اس سے پہلے ان کے باپ دادے) بلا دلیل غیر اللہ کی (پرستش کرتے تھے۔ اور) ان کے باپ دادوں کا انجام تو تم نے پہلے مذکور قصوں میں دیکھ لیا ان کے جھوٹے معبود ان کے کچھ کام نہ آئے تو موجودہ مشرکوں کے کیا کام آئیں گے۔ ہماری حکمت کا تقاضا ہوگا تو ہم ایک مدت بعد سہی ان پر دنیا میں بھی عذاب نازل کریں گے اور آخرت میں تو (ہم ان کو) بلا کمی و نقصان (ان) کے عذاب (کا پورا پورا حصہ دیں گے)۔

2- حق و باطل کو ماننے والے ہر دور میں ہوئے اور اہل باطل کو بھی مہلت دی جاتی ہے فوراً سزا نہیں دی جاتی لیکن بہر حال ان کو اپنے کئے کو بھگتنا پڑے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿١١٠﴾ وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١١﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے دی موسیٰ کو کتاب پھر اختلاف کیا گیا اس میں۔ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو سبقت کر چکی تھی تیرے رب کی جانب سے تو فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان اور بے شک وہ ہیں اس سے (ایسے) شک میں (جو) تردد میں ڈالنے والا (ہے)۔ اور سب کو اس وقت پورا دے گا تیرا رب ان کے اعمال (کا بدلہ)۔ بے شک وہ اس سے جو وہ کرتے ہیں باخبر ہے۔

تفسیر: (اور) جس طرح آج قرآن پاک کے بارے میں لوگ اختلاف میں ہیں اسی طرح جب (ہم نے) حضرت (موسیٰ) علیہ السلام (کو کتاب) یعنی تورات (دی تھی تو اس) کے بارے (میں بھی) لوگوں میں (اختلاف کیا گیا) کسی نے مانا کسی نے نہ مانا (اور) اگرچہ اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اختلاف پیدا ہونے پر نہ ماننے والوں کو فوراً سزا دے کر ہلاک کر دیتا لیکن آپ کے رب کی جانب سے ایک بات پہلے سے طے شدہ ہے کہ انسان کو ایک خاص مہلت کے لئے اور ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے نیک پر یا بد پر۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں خیر و شر کا باہمی مقابلہ جاری ہے۔ (اگر یہ بات سبقت نہ کر چکی ہوتی تو لوگوں کے درمیان فوری فیصلہ کر دیا جاتا اور) سب اختلافات کا ایک دم خاتمہ کر دیا جاتا لیکن (عام لوگ) ان حکمتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے (اس بارے میں تردد میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں) کہ نہ جانے آئندہ دنیا یا آخرت میں ان اختلافات کا فیصلہ ہوگا یا نہیں۔ (اور) ابھی وہ مہلت ختم نہیں ہوئی اور وہ وقت نہیں آیا کہ ہر ایک کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے لیکن (جب وہ وقت آئے گا تو یقیناً) ذرے ذرے کا حساب کیا جائے گا اور (آپ کا رب ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔ کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سے خوب باخبر ہے)۔

3- سیدھی راہ پر رہو اور کسی بھی معاملہ میں افراط و تفریط سے بچو

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٢﴾

ترجمہ: سو تو سیدھا رہ جیسا کہ تو حکم دیا گیا اور (وہ بھی) جس نے توبہ کی تیرے ساتھ اور حد سے مت نکلو۔ بے شک وہ اس کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔

تفسیر: جب یہ معلوم ہو گیا کہ کافروں کو ایک عرصہ تک مہلت ملتی ہے تو اے مسلمانو! تم اس فکر میں مت پڑو کہ عذاب کب نازل ہوگا بلکہ اس کے بجائے اے نبی ﷺ (آپ) اور مسلمان اپنے کام میں لگے رہیں جو یہ ہے کہ آپ (جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے) راہ دین پر (سیدھے رہئے اور وہ لوگ بھی) اس راہ پر سیدھے رہیں (جو) کفر سے (توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور) دین کی راہ جو عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات، اور دعوت و تبلیغ وغیرہ پر مشتمل ہے اس کی ہر چیز میں سیدھے رہو کسی ایک چیز میں بھی افراط یا تفریط کی جانب اختیار کر کے (حد سے مت نکلو کیونکہ بلاشبہ وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے)۔

4- کافر و مشرک حد سے نکلنے والے ہیں ان کی طرف کچھ میلان نہ رکھو

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: اور مت جھکو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ چھوئے گی تم کو آگ اور نہیں ہوں گے تمہارے لئے اللہ کے سوا مددگار پھر نہیں تم مدد کئے جاؤ گے۔

تفسیر: (اور) اے مسلمانو (جو لوگ ظالم) یعنی حد سے نکلنے والے (ہیں) اور یہ کافر اور مشرک وغیرہ ہیں (ان کی طرف تمہارا) کچھ بھی میلان اور (جھکاؤ نہ ہو)۔ ان کی دوستی، رفاقت، تعظیم و تکریم، تعریف و توصیف، ظاہری مشابہت اور اشتراک عمل ہر بات سے جہاں تک ہو سکے بچتے رہو (مبادا تم کو) اس کی پاداش میں جہنم کی (آگ کی لپٹ لگ جائے اور اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی رفیق اور ساتھی نہ ہو پھر تمہاری ذرا بھی مدد نہ ہو)۔

5- نماز اور صبر پر قائم رہو

چونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے میں دو چیزوں کو خاص دخل ہے ایک نماز اور دوسرے صبر جیسا کہ سورہ بقرہ میں گذرا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی نماز اور صبر کے ذریعہ مدد چاہو تو آگے ان دونوں کا پورا اہتمام کرنے کو۔ فرماتے ہیں۔

i- نماز کا اہتمام

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۚ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ: اور قائم کرو نماز کو دونوں کناروں میں دن کے اور (قریبی) ٹکڑوں میں رات کے۔ بے شک نیکیاں لے جاتی ہیں برائیوں کو۔ یہ نصیحت ہے یاد رکھنے والوں کے لئے۔

تفسیر: (اور) اے مسلمانو جیسے اوپر نصیحت کی گئی تم ظالموں کی طرف نہ جھکو بلکہ تم صرف خدا تعالیٰ کی طرف ہی جھکو جس کی صورت یہ ہے کہ دن کو پھیلاؤ میں ایک لمبی چادر کی طرح سمجھو کہ جس کا درمیان کا ایک بڑا حصہ ہے اور دونوں طرف کناروں کا کچھ کچھ حصہ ہے۔ دن کا پہلا کنارہ فجر کی نماز کا وقت ہے اور دوسرا کنارہ عصر کی نماز کا وقت ہے تو (تم دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کرو اور رات کے) اولین (حصوں میں بھی) جو کہ مغرب کی نماز کا وقت ہے کیونکہ نماز بڑی نیکی ہے اور (نیکیاں) تین طریقوں سے (برائیوں کو دور کرتی ہیں) ایک یہ کہ برائیاں معاف ہوتی ہیں، دوسرے برائی کرنے کی عادت چھوٹتی ہے اور تیسرے ہدایت آتی ہے اور گمراہی دور ہوتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نماز قائم کرنے کی بدولت تم برائیوں سے پاک ہو جاؤ گے اور ہدایت پر مضبوط رہو گے۔ ایسی حالت اللہ تعالیٰ کی مدد کو خوب کھینچتی ہے۔ غرض (یاد رکھنے والوں کے لئے ایک) جامع (نصیحت ہے)۔

فائدہ: اوپر کی آیت میں تین نمازوں یعنی فجر، عصر اور مغرب کا صراحت کے ساتھ ذکر ہوا۔ عشا کی نماز کا ذکر اس آیت میں ہے۔

وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ (سورہ نور: 58)

اور عشاء کی نماز کے بعد

رہی ظہر کی نماز تو وہ اس آیت سے ثابت ہے۔

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ. (سورہ اسراء: 78)

نماز قائم کرو سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سورج کے ڈھلنے یعنی زوال ہونے پر بھی فرض نماز کا وقت ہے جو صرف ظہر کی نماز ہے۔ ظہر کا وقت ختم ہونے پر عصر کا وقت ہوتا ہے۔ عصر کا ختم ہونے پر مغرب کا اور مغرب کا وقت ختم ہونے پر کامل اندھیرا چھا جانے پر عشا کا وقت ہوتا ہے۔ اس آیت میں ان چاروں نمازوں کا ذکر ہوا۔

ii- صبر کا اہتمام

ترجمہ: اور صبر کر کیونکہ اللہ نہیں ضائع کرتا اجر نیکو کاروں کا

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

تفسیر: (اور) کافروں کی طرف سے جو حالات پیش آتے ہیں ان میں (صبر کیا کیجئے) کہ یہ بھی بڑی نیکی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمان خدا کی عبادت و فرمانبرداری میں ثابت قدم رہیں اور کسی دکھ درد کی پروا نہ کریں تب خدا کی مدد و نصرت ضرور حاصل ہوگی (کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے) بلکہ اندازہ سے زائد دیتے ہیں۔

6- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو

فَلَوْلَا كَانَ
مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ
فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى
بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ: تو نہ ہوئے ان جماعتوں میں سے جو تم سے پہلے ہوئیں اثر خیر والے کہ منع کرتے ہوں فساد (کرنے) سے زمین میں مگر تھوڑے سے کہ جن کو نجات دی ہم نے ان میں سے۔ اور پیروی کی ان لوگوں نے جو ظالم تھے اس راہ کی عیش سے رہے تھے جس میں اور وہ تھے مجرم۔ اور نہیں ہے تیرا رب کہ ہلاک کرے بستیوں کو زبردستی سے حالانکہ ان کے اہل اصلاح کرنے والے ہوں۔

تفسیر: اے مسلمانو! پچھلی قوموں کی ہلاکت کے قصے تم نے سنے اور اب مشرکین مکہ ہیں جو اپنے آپ کو عذاب و ہلاکت کا مستحق بنا رہے ہیں تو تمہیں یہ اہتمام کرنا چاہئے کہ ان کی ہلاکت کی جو اصل وجہ ہے اس کو معلوم کر کے اپنے آپ کو اس سے بچاتے رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی یا غفلت میں تم بھی اس وجہ میں مبتلا ہو کر عذاب کے حقدار بن جاؤ۔ (تو) جان لو کہ (تم سے پہلی امتوں) کی ہلاکت کی اصل

وجہ یہ ہوئی کہ ان (میں ایسے اثر خیر والے لوگ نہ ہوئے جو) خود بھی نیک عمل کرتے اور دوسروں کو جو عیش وعشرت میں مبتلا تھے ان کو (زمین میں) کفر و نافرمانی کے (فساد سے روکتے سوائے چند آدمیوں کے) جو واقعی خود بھی نیک عمل کرتے تھے اور دوسروں کو بھی گناہوں سے روکتے تھے اور اگرچہ ہم نے یہ اجر تو دیا (کہ) جب قوم پر ہم نے عذاب نازل کیا تو (ان میں سے ان چند لوگوں کو ہم نے بچالیا) لیکن چونکہ بہت قلیل تعداد کے لوگ تھے اس لئے قوم کے باقی لوگوں نے ان کی بات کا کوئی اثر نہیں لیا۔ (وہ ظالم لوگ اس عیش وعشرت کے پیچھے پڑے رہے جس میں وہ تھے اور جرائم کے خوگر ہو گئے) اور کفر و سرکشی میں بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ ان پر ہمارا عذاب آ پہنچا۔ حاصل یہ ہے کہ نیک لوگ ہوتے تو قوم ہلاک نہ ہوتی۔ غرض اے مسلمانو تم کثرت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو تاکہ نیک لوگ غالب رہیں اور شریر لوگ مغلوب اور کمزور رہیں (اور جب) ایسا ہو (کہ بستیوں والے اصلاح کی طرف متوجہ ہوں) نیکی کو رواج دیں ظلم وفساد کو روکیں تو (آپ کے رب کی یہ شان نہیں کہ) خواہ مخواہ (زبردستی بستیوں کو ہلاک) وبرباد (کردے)۔

ربط: کافروں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لئے جن باتوں پر مضبوطی سے قائم رہنے کی ضرورت ہے مسلمانوں کو وہ بیان کر کے آگے بتاتے ہیں کہ ان باتوں پر قائم رہنے کی ضرورت ہر وقت اور ہر زمانہ میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہی تقاضا ہے کہ ایمان کے ساتھ کفر اور فرمانبرداری کے ساتھ نافرمانی بھی چلے اور جہاں جنت میں لوگ جائیں وہیں جہنم بھی جہنمیوں سے بھری جائے۔ اور جب نافرمانی ہر وقت اور ہر زمانہ میں ہو گی تو مسلمانوں کو بھی ان مذکورہ باتوں کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ
وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: اور اگر چاہتا تیرا رب بنا دیتا لوگوں کو ایک امت۔ اور وہ ہمیشہ رہیں گے مختلف مگر جس پر رحم کیا تیرے رب نے اور اسی کے لئے پیدا کیا ان کو اور پوری ہوئی بات تیرے رب

کی کہ میں ضرور بھروں گا جہنم کو جنوں سے اور انسانوں سے اکٹھے۔

تفسیر: (اور آپ کا رب) بڑی قدرت والا ہے وہ (اگر چاہتا تو سب انسانوں کو) ایک ہی راستہ پر چلنے والی (ایک امت بنا دیتا لیکن) اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہے کہ حق کو قبول کرنے نہ کرنے میں (لوگوں میں ہمیشہ اختلاف رہے گا) اور ایسے لوگ ہوتے رہیں گے جو فطرت کی صاف اور صریح باتوں کو چھوڑ کر حق کو جھٹلائیں گے۔ (سوائے ان لوگوں کے جن پر آپ کے رب نے رحم کیا) اور انہوں نے حق کی مخالفت کے بجائے حق کی اتباع کو اختیار کیا۔ اپنی حکمت کے اسی تقاضے کے تحت (اللہ تعالیٰ نے اسی) اختلاف (کیلئے لوگوں کو پیدا کیا) کہ کچھ لوگ حق پرستی اختیار کر کے جنت میں جائیں اور دوسرے حق کی مخالفت کر کے جہنم میں جائیں (اور) اس طرح سے (آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور بھروں گا)۔

ربط: آخر میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ گزشتہ رسولوں کے قصوں سے ہم نے آپ کے دل کو مضبوط کیا اور مسلمانوں کو بھی نصیحت کی تو اب ایک طرف تو کافروں سے دو ٹوک کہہ دو کہ اگر تم نہیں مانتے تو نہ مانو اور انجام کا انتظار کرو اور دوسری طرف تم خود اللہ کی عبادت میں لگے رہو اور اسی پر توکل کرتے رہو۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ
الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَ
مَوْعِظَةٌ وَّذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَقُل لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا
عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ ﴿١٢١﴾ وَانتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿١٢٢﴾ وَلِلَّهِ
غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ
وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٢٣﴾

ترجمہ: اور سب قصے ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر رسولوں کے احوال سے جس سے ہم مضبوط کرتے ہیں تیرے دل کو اور آئی تیرے پاس اس میں حق بات اور نصیحت اور یاد دہانی ایمان والوں کیلئے۔ اور کہہ دے ان کو جو ایمان نہیں لاتے کہ تم عمل کئے جاؤ اپنی جگہ پر ہم بھی عمل کر رہے ہیں اور تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔ اور اللہ کو حاصل ہے چھپی بات آسمانوں

کی اور زمین کی اور اسی کی طرف لوٹتے ہیں سب کام تو عبادت کرو اسی کی اور بھروسہ کرو اسی پر اور نہیں ہے تیرا رب غافل اس سے جو تم عمل کرتے ہو۔

تفسیر: (اور رسولوں کے احوال میں سے ہم یہ سارے) مذکورہ (قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو مضبوط کرتے ہیں اور ان) قصوں (میں آپ کے پاس) ایسا مضمون (آیا ہے) جو بذات خود (حق) ہے (اور ایمان والوں کے لئے) برے کاموں سے روکنے کو (نصیحت) ہے (اور) اچھے کام کرنے کے لئے (یاد دہانی) ہے (اور) اب (آپ) ایک طرف تو (ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے) دوٹوک انداز میں (کہہ دیجئے کہ) اگر تم میری بات نہیں مانتے تو بہتر (تم اپنی جگہ پر) اپنے (عمل میں لگے رہو ہم بھی اپنے عمل میں لگے ہیں اور) اپنے اپنے اعمال کے انجام کے لئے (تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں) کیونکہ (اللہ تعالیٰ کو) سب کے اعمال کی خبر ہے اور کیوں نہ ہو کیونکہ اس کو (تو آسمانوں کی اور زمین کی ہر چھپی بات) تک (کی خبر ہے اور) سارا اختیار بھی اللہ کو ہے کہ (سب کام اسی کی طرف لوٹتے ہیں تو) دوسری طرف (آپ) اور مسلمان (اللہ ہی کی عبادت کرتے رہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے رہیں اور) اس بات کو مستحضر رکھیں کہ جو کچھ تم عمل کرتے ہو (آپ کا رب اس سے غافل نہیں ہے)۔

سورہ یوسف

پچھلی سورہ ہود میں بہت سے رسولوں اور ان کی قوموں کے قصے بیان ہوئے جن میں یہ بات مشترک تھی کہ ان رسولوں کی تکذیب کرنے والوں پر بالآخر عذاب الٰہی نازل ہوا اور وہ ہلاک و برباد کر دیئے گئے۔ اس سورت میں تکذیب و عذاب کے قصوں کو چھوڑ کر ایک بڑے پیغمبر یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا مختلف نوعیت کا قصہ سناتے ہیں تاکہ ایک ہی طرح کے قصوں سے طبیعت میں اکتاہٹ نہ آئے۔ پھر یہ قصہ صرف قصہ نہیں بلکہ بہت سے مفید مضامین پر مشتمل ہے مثلاً یہ کہ صبر و استقامت سے کامیابی حاصل ہوتی ہے، حسد و عداوت کا انجام محض نقصان ہے، عقل سے آدمی بہت سی مشکلات پر قابو پا لیتا ہے اور شرافت و پاکدامنی آدمی کو دشمنوں اور حاسدوں کی نظر میں بھی معزز بنا دیتی ہے۔ پھر تمہید کے طور پر بتاتے ہیں کہ ہم نے ان تمام قصوں اور احکام و حکمتوں پر مشتمل قرآن عربی زبان میں اتارا ہے کیونکہ اس کے اولین مخاطب عرب ہیں تو وہ اس کو سمجھ کر دوسروں کو بھی سمجھائیں۔

سورۃ یوسف مکیۃ ﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾ آیاتھا ۱۱۱ - رکوعاتھا ۱۲

الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ
اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖۗ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۳﴾

ترجمہ: الر یہ آیتیں ہیں واضح کتاب کی۔ ہم نے اتارا ہے اس کو قرآن عربی تا کہ تم سمجھ لو۔ ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر بہت اچھا قصہ اس ذریعہ سے کہ وحی کیا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور تو تھا اس سے پہلے بے خبروں میں سے۔

تفسیر: الر۔ (یہ آیتیں ہیں ایک) ایسی (واضح کتاب کی) جس کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونا بھی واضح ہے اور جن احکام و نصیحتوں پر یہ مشتمل ہے وہ بھی بہت واضح اور صاف ہیں۔ (ہم نے اس کو عربی زبان میں اتارا ہے تا کہ اے عربو! تم جو قرآن کے اولیں مخاطب ہو اہل زبان ہونے کی وجہ سے پہلے (تم اس کو سمجھو) اور پھر تمہارے ذریعہ سے دنیا کے باقی لوگ اس کو سمجھیں۔ (اس قرآن کے ذریعہ سے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے ہم آپ سے ایک عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں۔ اور) ہمارے (اس) بیان (سے پہلے) اس قصہ سے (آپ) بھی اپنی قوم کی طرح (بے خبر تھے)۔

ربط: چونکہ قصہ طویل ہے اس لئے اس قصہ کو مختلف عنوانوں کے تحت تقسیم کیا جاتا ہے۔

تعارف: حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین ایک ماں سے تھے جو وفات پا چکی تھیں اور باقی دوسری ماں سے تھے۔ بچپن ہی سے حضرت یوسف علیہ السلام کے جو طور طریقے تھے اور ان کے چہرے سے رشد و ہدایت کے جو آثار نمایاں تھے ان کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان سے خصوصی محبت تھی۔ باپ کی ایک بیٹے کی طرف خصوصی محبت دیکھ کر دوسرے سوتیلے بھائی دل ہی دل میں کڑھتے تھے جس کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی اندازہ ہو گیا تھا۔ یہ حالات تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا اور اس کا ذکر اپنے والد سے کیا۔

والد سے خواب کا ذکر اور والد کا احتیاط کرنے کا مشورہ

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ
الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ﴿۴﴾ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ

رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ
الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا
عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾ ع

ترجمہ: جب کہا یوسف نے اپنے باپ سے اے ابا میں نے دیکھا گیارہ ستاروں کو اور سورج کو اور چاند کو۔ میں نے دیکھا ان کو اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے۔ کہا اے بیٹے مت بیان کرنا اپنا خواب اپنے بھائیوں پر کہ وہ کریں گے تیرے واسطے خاص مکر۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اور اسی طرح چن لے گا تجھ کو تیرا رب اور سکھائے گا تجھ کو باتوں کا اصل مطلب اور پورا کرے گا اپنے انعام کو تجھ پر اور آل یعقوب پر جیسا کہ اس نے پورا کیا اس کو تیرے دو باپوں پر اس سے پہلے ابراہیم اور اسحاق پر۔ بے شک تیرا رب علم والا حکمت والا ہے۔

تفسیر: (وہ وقت قابل ذکر ہے جب یوسف) علیہ السلام (نے اپنے والد) یعقوب علیہ السلام (سے کہا کہ اے ابا) جان (میں نے) خواب میں (گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں میں نے ان کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے) جواب میں (فرمایا کہ اے بیٹا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے بیان مت کرنا کیونکہ) وہ سن لیں گے تو چونکہ اس کی تعبیر سمجھنا زیادہ مشکل نہیں لہٰذا وہ اس کی تعبیر کا اندازہ کرلیں گے کہ گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج سے مراد ماں باپ ہیں اور یہ سب کسی وقت تمہارے سامنے سر جھکائیں گے۔ اس سے ان کو حسد ہوگا اور (وہ تمہارے) نقصان کے (لئے خاص مکر کریں گے۔ بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے) وہ ایسے موقعوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور دلوں میں وسوسے پیدا کر کے اور حسد کی آگ بھڑکا کر سب انسانوں کا نقصان کراتا ہے۔

(اور) جس طرح خدا تم کو یہ عزت دے گا کہ سب تمہارے تابع ہوں گے (اسی طرح تمہارا رب تم کو) دوسری عزتیں بھی دے گا کہ تم کو نبوت کے لئے (منتخب کرے گا اور تم کو باتوں کا اصل مطلب سکھائے گا) جس میں بہت سی چیزیں شامل ہیں مثلاً خوابوں کی تعبیر، ہر بات کے موقع و محل کو سمجھنا، معاملات کے نتائج کو فوراً جانچ لینا اور کتاب الٰہی کے مضامین کی تہہ تک پہنچنا اور اس کے علاوہ اور نعمتیں دے کر مثلاً تکلیفوں اور مصیبتوں کے بعد خوشحالی دے کر (اور) بڑا اونچا عہدہ دے کر (تم پر اور یعقوب

کے خاندان پر اپنے انعام کو پورا کرے گا جیسا کہ اس سے پہلے تمہارے دادا پڑدادا) یعنی (ابراہیم اور اسحاق) علیہما السلام (پر) بڑے بڑے احسان کر کے (اپنے انعام کو پورا کیا ہے۔ واقعی تمہارا رب بڑے علم والا ہے) کہ وہ ہر ایک کی مناسبت اور استعداد سے باخبر ہے (اور حکمت والا ہے) کہ ہر ایک کو اس کے مناسب فیض عطا کرتا ہے۔

فائدہ: حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک حقیقی بھائی بنیامین تھے ان سے برائی کا کچھ اندیشہ نہ تھا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے سامنے بھی خواب ذکر کرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ ممکن تھا کہ وہ سن کر بے احتیاطی سے دوسروں کے سامنے تذکرہ کر دیتے۔

بالآخر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مزید برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے چھٹکارا حاصل کرنے کی عجیب تدبیر اختیار کی

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ﴿٤﴾ قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ
رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ
عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٥﴾ وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ
الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا
عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦﴾ ع
مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ
السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ﴿١٠﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ
يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ﴿١١﴾ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ
وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿١٢﴾ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَن تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ
أَن يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ ﴿١٣﴾ قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ

الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ
اَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ
بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾
قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا
فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾
وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ
اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: بے شک ہیں یوسف اور اس کے بھائیوں (کے قصہ) میں نشانیاں پوچھنے والوں کیلئے۔ جب انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا (حقیقی) بھائی زیادہ محبوب ہیں ہمارے باپ کو ہم سے حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں۔ بلاشبہ ہمارے باپ کھلی خطا میں ہیں۔ قتل کر دو یوسف کو یا پھینک دو اس کو کسی زمین میں تاکہ خالی ہو جائے تمہارے لئے توجہ تمہارے باپ کی اور تم ہو جانا اس کے بعد نیک لوگ۔ کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے مت قتل کرو یوسف کو اور ڈال دو اس کو کنویں کے طاقچہ میں کہ اٹھالے اس کو کوئی راہ چلتا اگر ہو تم کرنے والے۔ بولے اے ہمارے ابا آپ کو کیا ہے کہ آپ اعتبار نہیں کرتے ہمارا یوسف پر حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں۔ بھیجئے اس کو ہمارے ساتھ کل کہ وہ کھائے اور کھیلے بلاشبہ ہم اس کے نگہبان ہیں۔ کہا (یعقوب نے) واقعی غمگین کرتی ہے مجھ کو یہ بات کہ تم لے جاؤ اس کو اور میں ڈرتا ہوں کہ کھا جائے اس کو بھیڑیا اور تم اس سے بے خبر رہو۔ وہ بولے اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں تو ہم اس صورت میں گئے گذرے ہوئے۔ پھر جب وہ لے گئے اس کو اور عزم کیا کہ ڈال دیں اس کو کنویں کے طاقچہ میں اور اشارہ کیا ہم نے اس کی طرف کہ تو ضرور خبر دے گا ان کو ان کے اس کام کی اور وہ پہچانتے نہ ہوں گے۔ اور وہ آئے اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے۔ کہنے لگے اے ہمارے ابا ہم لگے آگے نکلنے کو دوڑ میں اور چھوڑا ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس تو کھا گیا اس کو بھیڑیا اور نہیں آپ یقین کرنے والے ہم پر اگرچہ ہم ہوں سچے۔ اور لائے اس کی قمیض پر جھوٹا خون (لگا کر) کہا (یعقوب نے) بلکہ بنا دی

ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے ایک بات سو (اب) صبر جمیل ہی ہے اور اللہ ہی ہے جس سے طلب امداد ہے اس پر جو تم گھڑتے ہو۔

تفسیر: (یوسف) علیہ السلام (کے اور ان کے) باپ شریک (بھائیوں کے قصہ میں) اس قصہ سے متعلق (سوال کرنے والوں کیلئے) ہدایت و عبرت کی (بہت سی نشانیاں موجود ہیں) مثلا (1) اس قصہ سے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت سامنے آتی ہے، (2) رسول اللہ ﷺ کی صداقت و نبوت کا کھلا ثبوت ملتا ہے کیونکہ امی ہونے اور کسی کتاب یا معلم سے استفادہ نہ کرنے کے باوجود تاریخی حقائق کو صحیح صحیح بیان کرنے کی اس کے علاوہ اور کوئی بنیاد نہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور یہ باتیں اللہ نے آپ کو وحی کی ہیں۔ (3) جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے تکلیفیں پہنچائیں اور گھر سے نکالا لیکن پھر بالآخر وہ وقت آیا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف نادم و محتاج ہو کر آئے اور یوسف علیہ السلام کو خدا نے دین و دنیا کے اعلیٰ مناصب پر فائز کیا ٹھیک اسی طرح آج جو مشرکین مکہ اپنے ہی ایک قریبی اور عزیز رسول اللہ ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا رہے ہیں اور ان کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کے درپے ہیں وہ عبرت پکڑیں کہ کہیں ان پر بھی وہ وقت نہ آ جائے جو بالآخر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر آیا۔ وہ وقت قابل ذکر ہے (جب) کہ ان باپ شریک (بھائیوں نے) آپس میں مشورہ کرتے ہوئے (کہا کہ) یہ کیا بات ہے کہ (یوسف اور ان کے) حقیقی (بھائی) بنیامین (ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ) وہ دونوں کم عمری کی وجہ سے ان کی کچھ خدمت نہیں کر سکتے جب کہ (ہم ایک) جماعت کی (جماعت ہیں) اور اپنی کثرت اور قوت کی وجہ سے ان کی ہر طرح کی خدمت بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ ہونا چاہئے تھا کہ ہم زیادہ محبوب ہوتے۔ (واقعی ہمارے باپ اس معاملہ میں کھلی غلطی میں ہیں) کہ وہ اپنے نفع و نقصان کا صحیح موزانہ نہیں کرتے۔ اور اپنے والد کو سمجھانا بھی مشکل ہے لہٰذا اب یہی صورت سمجھ میں آتی ہے کہ یوسف کو ہی راہ سے ہٹا دیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ یا تو (یوسف کو قتل کر ڈالو یا ان کو کسی) دور دراز (زمین میں ڈال آؤ) ان دونوں صورتوں میں یہ باپ سے دور ہو جائیں گے (تو) پھر محبت پدری کی وجہ سے (تمہارے باپ کی توجہ خالص تمہاری طرف ہو جائے گی)۔ رہی یہ بات کہ یہ حرکت تو بذات خود گناہ ہے (اور) بری بات ہے تو چلو صرف ایک مرتبہ کرنی ہوگی پھر (اس کے بعد تم) توبہ کر لینا اور (نیک ہو جانا)۔ (ان) بھائیوں (میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو) کیونکہ قتل کرنا تو سخت گناہ کی بات ہے۔ ہاں دوسری تجویز ہلکی ہے اور ہمارا مقصد اس سے بھی پورا ہو سکتا ہے (اور) اس کی صورت یہ ہے کہ (ان کو) بستی سے دور (کسی کنویں کے طاقچہ میں ڈال دو) جو کنویں کے اندر پانی کی سطح سے کچھ اونچے بنایا جاتا تھا اور وہ کنواں

راستے سے دور بھی نہ ہو (تا کہ کوئی راہ چلتا) خبر پا کر (ان کو نکال لے جائے۔ اگر تم) کچھ (کرنے والے ہو) اور تم کو یہ کام کرنا ہے تو اس طرح کرو۔ اس بات پر سب متفق ہو گئے اور (سب نے) مل کر اپنے والد سے (کہا کہ اے ہمارے ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے) اور کبھی ان کو ہمارے ساتھ نہیں بھیجتے (حالانکہ ہم) دل و جان سے (ان کے خیر خواہ ہیں)۔ لہٰذا آپ ہم پر بے اعتمادی چھوڑ دیجئے اور (کل کے روز ان کو ہمارے ساتھ) جنگل میں (بھیج دیجئے کہ وہ) وہاں (کھائیں اور کھیلیں اور ہم ان کی) پوری پوری (حفاظت کریں گے)۔ یعقوب علیہ السلام نے (فرمایا کہ) تمہارے ساتھ بھیجنے میں مجھے دو رکاوٹیں ہیں۔ ایک رکاوٹ تو غم ہے اور دوسری خوف ہے۔ رہا غم تو (مجھ کو یہ بات غمزدہ کرتی ہے کہ تم ان کو) میری آنکھوں کے سامنے سے (لے جاؤ اور) رہا خوف تو (میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ) چونکہ جنگل میں بھیڑیئے بہت ہیں تو (ان کو کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم) اپنی مشغولیتوں میں (ان سے بے خبر رہو۔ وہ) بھائی (بولے کہ اگر ان کو بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک جماعت) کی جماعت موجود (ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے)۔ غرض کہہ سن کر یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے پر حضرت یعقوب علیہ السلام کو راضی کر لیا (پھر جب) دوسرا دن ہوا تو (یوسف) علیہ السلام (کو) اپنے ساتھ جنگل کی طرف (لے گئے اور) طے شدہ پروگرام کے مطابق (سب نے پختہ عزم کر لیا کہ ان کو کنویں) میں اتار کر اس (کے طاقچہ میں کر دیں) اور اس پر عملدرآمد بھی کر لیا (اور ہم نے) خواب میں یا بیداری میں الہام سے یا فرشتے کے ذریعہ سے (یوسف کو اشارہ کیا کہ) تم غم مت کرو۔ ہم تم کو یہاں سے نکالیں گے اور بڑے مرتبہ پر پہنچائیں گے اور ایک دن آئے گا جب (تم ان لوگوں کو ان کی یہ حرکت یاد دلاؤ گے اور وہ) تم کو تمہارے بلند مرتبہ کی وجہ سے (پہچانیں گے بھی نہیں۔ اور) ادھر (وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے) اور جب انہوں نے رونے کا سبب پوچھا تو (کہنے لگے کہ ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے) کہ دیکھیں اس میں کون آگے نکلتا ہے (اور یوسف کو ہم نے) ایسی جگہ جہاں بھیڑیے کے آنے کا کچھ گمان نہ تھا (اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا بس) اتفاق سے (ایک بھیڑیا) آیا اور (ان کو کھا گیا اور آپ ہم پر کیوں یقین کرنے لگے اگر چہ ہم کیسے ہی سچے ہوں۔ اور) گھر واپس آتے ہوئے (وہ یوسف کی قمیض پر جھوٹ موٹ کا) بکری یا کسی اور جانور کا (خون بھی لگا لائے) تھے تا کہ اس کو اپنی بات کی سچائی کی دلیل بنالیں۔ (یعقوب) علیہ السلام (نے) دیکھا تو قمیض صحیح سالم تھی، کہیں سے بھی نہ پھٹی تھی اس لئے سمجھ گئے کہ بھائیوں نے کچھ چال چلی ہے اور (فرمایا) کہ یوسف کو بھیڑیئے نے ہرگز نہیں کھایا (بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات گھڑ لی ہے) اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ

یوسف علیہ السلام سے جدائی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی آزمائش ہے جو ایک معین مدت تک جاری رہے گی اس لئے انہوں نے یوسف علیہ السلام کو ڈھونڈنے یا ان کے بھائیوں کو کوئی سزا دینے میں کوئی فائدہ نہ سمجھا اور فرمایا (سو خیر صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہو گا اور جو باتیں تم گھڑتے ہو ان میں اللہ ہی سے مدد کی درخواست ہے) کہ اس وقت مجھ کو یوسف کی جدائی برداشت کرنے کی قوت دے اور آئندہ تمہارا جھوٹ بھی کھول دے۔

حضرت یوسف علیہ اسلام کی کنویں سے رہائی اور ان کا مصر پہنچنا

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: اور آیا ایک قافلہ تو بھیجا انہوں نے اپنا پانی بھرنے والا۔ اس نے لٹکایا اپنا ڈول کہنے لگا کیا ہی خوشخبری کی بات ہے۔ یہ ایک لڑکا ہے اور انہوں نے چھپا لیا اس کو مال تجارت بنا کر اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے تھے۔ اور انہوں نے بیچ ڈالا اس کو ناقص قیمت پر یعنی گنتی کے چند درہموں پر اور وہ تھے اس کے بارے میں ناقدر دان۔ اور کہا جس شخص نے خریدا اس کو مصر سے اپنی بیوی کو کہ عزت والا کر و اس کا ٹھکانا شاید کہ یہ نفع دے ہمیں یا ہم بنا لیں اس کو اپنا بیٹا۔ اور اسی طرح ٹھکانا دیا ہم نے یوسف کو اس زمین میں اور تا کہ ہم سکھائیں اس کو باتوں کا مطلب اور اللہ غالب ہے اپنے کام پر و لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تفسیر: یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کو کنویں میں چھوڑ گئے تو اتنے میں ادھر (ایک قافلہ آ نکلا) جو مصر کو جا رہا تھا (اور قافلہ والوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے کنویں پر بھیجا اور اس نے اپنا

ڈول ڈالا) یوسف علیہ السلام چھوٹے ہی تو تھے رسی پکڑ لی اور ڈول میں بیٹھ گئے۔ کھینچنے والے نے ان کا حسن و جمال دیکھ کر بے ساختہ خوشی سے (کہا کیا ہی خوشخبری ہے یہ) تو بڑا اچھا (لڑکا) نکل آیا (ہے)۔ غرض قافلہ والوں کو خبر ہوئی تو وہ بھی بہت خوش ہوئے (اور ان کو مال تجارت بنا کر) اس خیال سے (چھپا لیا) کہ کوئی آ کر دعویدار نہ ہو جائے اور پھر ان کو مصر لے جا کر وہاں کسی بڑے آدمی کے ہاتھ فروخت کریں گے (اور جو کچھ وہ کر رہے تھے اللہ اس کو خوب جانتے تھے) کچھ بھی لاعلم نہ تھے۔ وہ اپنا پروگرام بنا رہے تھے اور اللہ کا اپنا پروگرام پورا ہو رہا تھا۔ لیکن یوسف علیہ السلام کے چہرے سے جو شرافت عیاں تھی مصر پہنچنے کے بعد وہ اسؓ سے خوفزدہ ہو گئے اور ان کو ڈر ہوا کہ کہیں کوئی ان سے باز پرس نہ شروع کر دے (اور) یوں وہ مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اس لئے (انہوں نے ان کو بہت کم قیمت میں یعنی گنتی کے چند درہموں کے عوض) مصر کے عزیز یعنی ایک اعلیٰ افسر کے ہاتھ (فروخت کر دیا اور وہ ان کے بارے میں) اپنے خوف کی وجہ سے (بے رغبت تھے) اور چاہتے تھے کہ جیسے بھی ہو ان سے چھٹکارا حاصل ہو۔ (اور جس شخص نے مصر میں ان کو خریدا) وہ ان کو اپنے گھر لایا اور (اس نے اپنی بیوی) کے سپرد کرتے ہوئے اس (سے کہا کہ اس کو عزت والا ٹھکانا دو شاید کہ) بڑے ہو کر (یہ ہمارے کام آئے یا ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ اور اس طرح ہم نے اس سرزمین) مصر (میں یوسف کو جگہ دی اور) وہاں ہم نے ان کی پرورش کے اسباب بنائے (تاکہ) جب وہ بڑے ہوں تو (ہم ان کو باتوں کی صحیح سمجھ سکھائیں اور اللہ اپنے) چاہے ہوئے (کام پر غالب) و قادر (ہے) جو چاہے کرے (ولیکن اکثر لوگ) اس بات کو (نہیں جانتے)۔

عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف علیہ السلام سے برا ارادہ کرنا اور ان کا اس سے ان کا محفوظ رہنا

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا

وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ

بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا ۚ لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ط

ترجمہ: اور جب (یوسف) پہنچ گیا اپنی قوت کو دیا ہم نے اس کو حکمت اور علم اور ایسے ہی ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ اور ورغلایا اس کو اس عورت نے وہ تھا جس کے گھر میں اس کے نفس سے اور بند کر دیئے دروازے اور کہا جلدی کر۔ کہا (یوسف نے) اللہ کی پناہ وہ عزیز میرا مالک ہے اچھا کیا اس نے میرا ٹھکانا بیشک فلاح نہیں پاتے ظالم لوگ۔ اور البتہ عورت نے فکر کی اس کی اور یوسف بھی فکر کرتا اس عورت کی اگر نہ ہوتا کہ وہ دیکھتا حجت اپنے رب کی۔ اسی طرح ثابت قدم رکھنا ہوا تا کہ ہم ہٹائیں اس سے برائی کو اور بے حیائی کو۔ بے شک وہ ہمارے منتخب کئے ہوئے بندوں میں سے تھا اور دونوں دوڑے دروازے کو اور پھاڑ دیا عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے اور دونوں نے پایا عورت کے خاوند کو دروازے کے پاس۔

تفسیر: (اور جب یوسف اپنی قوت کو) پہنچ گئے یعنی جب ان کے تمام قوی حد کمال کو (پہنچ گئے۔ تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا) جس کی وجہ سے وہ نہایت مشکل مسائل حل فرما لیتے، بڑی عقلمندی سے لوگوں کے جھگڑے چکاتے، دین کی باریکیاں سمجھتے اور خوابوں کی تعبیر بتاتے تھے (اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں)۔ ادھر تو اللہ تعالیٰ کی یہ مہربانیاں حضرت یوسف علیہ السلام کی تربیت کر رہی تھیں ادھر (جس) عزیز مصر کی (عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے وہ) ان پر مفتون ہوگئی اور اس نے ان کے سامنے ایک سخت امتحان کھڑا کر دیا کہ (ان کے نفس سے ان کو ورغلانے لگی اور گھر کے سارے دروازے بند کر دیئے اور ان سے کہا جلدی کرو) میرے پاس آ جاؤ۔ نفسانی جذبات پورے کرنے کے سارے سامان موجود تھے تنہائی کے وقت خود عورت کی طرف سے ایک خواہش کا بیتابانہ اظہار، کسی غیر کے آنے جانے کے سب دروازے بند، حضرت یوسف علیہ السلام کی جوانی کی عمر اور ان کی قوت کا زمانہ، یہ سب اسباب مل کر ایک بڑا امتحان بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور (یوسف) علیہ السلام (نے کہا) اول تو یہ خود بڑا بھاری گناہ ہے اس سے (اللہ کی پناہ) دوسرے (وہ) یعنی تمہارا شوہر (میرا مربی) اور محسن (ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا) تو کیا میں اسی کے ناموس میں خلل اندازی کروں (ایسے ظالموں) یعنی حق فراموشوں (کو فلاح و کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اور عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور یوسف بھی عورت کا ارادہ کرتے اگر وہ اپنے پروردگار کی حجت دیکھ نہ لیتے) جو ایک تو زنا کی حرمت و برائی کا یقین تھا اور دوسری وہ دلیل تھی جو انہوں نے خود زلیخا کے سامنے رکھی تھی۔ یہ

حجت دکھانا اور (ایسی طرح ثابت قدم رکھنا اس لئے تھا کہ ہم ان سے ہر قسم کی برائی اور بے حیائی کو دور رکھیں کیونکہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں) اور رسولوں (میں سے تھے)۔ زلیخا نے جب پھر وہی اصرار کیا تو اس وقت یوسف علیہ السلام وہاں سے جان بچا کر بھاگے اور وہ ان کو پکڑنے کے لئے ان کے پیچھے چلی (اور دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے) اتفاق سے یوسف علیہ السلام کے کرتے کا پچھلا حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آ گیا۔ یوسف علیہ السلام آگے بھاگتے رہے (اور زلیخا نے) کرتے کا پچھلا حصہ جو کھینچا تو اس نے (کرتے کو پیچھے سے پھاڑ دیا اور دونوں دروازے تک پہنچے تو اتفاق سے دونوں (نے زلیخا کے شوہر کو دروازے پر کھڑے پایا)۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دو دفعہ براءت ایک مرتبہ زلیخا کے شوہر کی زبان سے اور دوسری مرتبہ خود زلیخا کی زبان سے

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ
مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ
وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ
مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ
وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ؑ وَقَالَ نِسْوَةٌ
فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا
حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ
اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا
وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۡ

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ
فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ
فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ
الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِىْٓ اِلَيْهِ ۚ
وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّىْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾
فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: عورت بولی نہیں سزا اس کی جس نے ارادہ کیا تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا مگر یہ کہ اس کو قید کر دیا جائے یا دردناک سزا ہو۔ یوسف بولا اس نے ورغلایا مجھ کو میرے نفس سے اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے گھر والوں میں سے اگر ہے اس کا کرتہ پھٹا ہوا آگے سے تو عورت نے سچ کہا اور یہ ہے جھوٹوں میں سے اور اگر ہے اس کا کرتہ پھٹا ہوا پیچھے سے تو عورت نے جھوٹ کہا اور یہ ہے سچوں میں سے۔ پھر جب دیکھا عزیز نے اس کا کرتہ پھٹا ہوا پیچھے سے بولا بے شک یہ ہے تم عورتوں کی چالاکی سے۔ بے شک تمہاری چالاکی بڑی ہے۔ (اے) یوسف تو اعراض کر اس سے اور (اے عورت) تو استغفار کر اپنے گناہ پر بے شک تو ہے خطا کاروں میں سے۔ اور کہا عورتوں نے اس شہر میں کہ عزیز کی بیوی ورغلاتی ہے اپنے غلام کو اس کے نفس سے۔ فریفتہ کر دیا ہے (یوسف نے) اس عورت کو محبت سے۔ بلاشبہ ہم خیال کرتی ہیں اس عورت کو کھلی خطا پر۔ پھر جب سنا اس نے ان عورتوں کا مکر بلا بھیجا ان کو اور تیار کی ان کے واسطے ایک مجلس اور دی ہر ایک کو ان میں سے ایک چھری اور کہا (اے یوسف) نکل آ ان کے سامنے۔ پھر جب دیکھا ان عورتوں نے اس کو ششدر رہ گئیں اور کاٹ ڈالے انہوں نے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں حاشا للہ نہیں ہے یہ بشر۔ نہیں ہے یہ مگر بزرگ فرشتہ۔ (زلیخا) بولی یہ وہی ہے ملامت کی تم نے مجھے جس کے بارے میں۔ اور میں نے ورغلایا تھا اس کو اس کے نفس سے لیکن اس نے (اپنے کو) بچا لیا اور اگر (آئندہ) نہ کیا اس نے جو میں اس کو حکم دوں تو یہ ضرور قید

میں جائے گا اور ضرور ہو گا بے عزت لوگوں میں سے۔ کہا یوسف نے اے میرے رب قید خانہ زیادہ پسند ہے مجھ کو اس سے بلاتی ہیں یہ عورتیں مجھے جس کی طرف اور اگر تو نہ پھیرے گا مجھ سے ان کا داؤ پیچ تو مائل ہو جاؤں گا ان کی طرف اور ہو جاؤں گا بے عقلوں میں سے۔ سو قبول کر لی اس کی دعا اس کے رب نے اور پھیر دیا اس سے ان کا داؤ پیچ بے شک وہی ہے خوب سننے والا خوب جاننے والا۔

تفسیر: خاوند کو دروازے پر دیکھ (زلیخا) سٹپٹائی اور فوراً بات بنا کر (بولی جو شخص تمہاری بیوی سے بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا اس کے علاوہ اور کیا) ہو سکتی (ہے کہ وہ جیل خانہ بھیجا جائے یا اور کوئی دردناک سزا) مثلاً سخت جسمانی مار پیٹ (ہو)۔ اب (یوسف) علیہ السلام کو واقعہ ظاہر کرنا پڑا اور انہوں (نے کہا) یہ عورت برائی کو میری طرف منسوب کرنے میں جھوٹی ہے بلکہ معاملہ برعکس ہے (اسی نے مجھے ورغلایا میرے نفس سے۔ اور) یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ (خود عورت کے خاندان کے ایک گواہ نے) عجیب دانشمندی سے (گواہی دی)۔ اس کے سامنے جب یہ بات آئی کہ یوسف علیہ السلام کا کرتہ بھی زلیخا نے پھاڑا ہے تو اس نے نہایت عقلمندی سے کہا کہ (ان کا کرتہ) دیکھو کہاں سے پھٹا ہے (اگر آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی) ہو سکتی (ہے اور یہ جھوٹے) کیونکہ اس صورت میں دونوں طرح کے احتمال ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ یوسف علیہ السلام زبردستی کرتے ہوں اور عورت اپنے آپ کو چھڑانے کی کشمکش میں ان کے آگے سے کرتہ پھاڑ ڈالے۔ دوسرے یہ کہ دونوں آمنے سامنے ہوں، عورت ان کا دامن پکڑ کر اپنی طرف کھینچتی ہو اور یہ چھڑاتے ہوں اور اس کشمکش میں کرتہ پھٹا ہو (اور اگر وہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو پھر یہ) پکی بات ہے کہ عورت (جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں) کیونکہ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب یوسف علیہ السلام کا رخ عورت کی طرف سے ہٹا ہوا ہو۔ (سو جب عزیز نے ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو عورت سے کہا کہ یہ تو تم عورتوں کی چالاکی ہے بے شک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہوتی ہیں) پھر یوسف علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ (اے یوسف اس بات کو جانے دو) یعنی نہ اس کا چرچا کرو اور نہ مزید اس کا خیال کرو (اور) عورت سے بھی کہا کہ (تم یوسف سے اپنے قصور کی معافی مانگو بے شک سراسر تم ہی قصوروار ہو)۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو اس کا کسی اور سے ذکر نہ کیا لیکن خود زلیخا نے (شہر کی کچھ) دیگر (عورتوں) کو اپنا راز دار بنا لیا جنہوں نے بجائے راز داری کے پردہ دری شروع کر دی اور انہوں (نے کہا کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس کے نفس سے ورغلاتی ہے اس غلام کا عشق اس کے دل میں جگہ کر گیا ہے)۔ حالانکہ ایسے معزز عہدیدار کی

بیوی کے لئے یہ سخت شرمناک بات ہے کہ وہ ایک غلام پر گرنے لگے اس وجہ سے (ہم تو اس کو کھلی غلطی میں دیکھتی ہیں۔ زلیخا نے جب ان کی بدگوئی کی خبر سنی تو کسی کے ہاتھ ان کو بلوا بھیجا) کہ تمہاری دعوت ہے (اور ان کے واسطے گاؤ تکیہ لگایا اور) جب وہ آئیں اور ان کے سامنے مختلف قسم کے کھانے اور میوے رکھے جن میں بعض چیزیں چھری سے کاٹ کر کھانے کی تھیں اور اس واسطے (ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری بھی دی۔ جس کی غرض بظاہر تو پھل کاٹنا تھی لیکن اصلی غرض یہ تھی کہ ان کو تجربہ کرائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر وہ خود کتنی حواس باختہ ہوتی ہیں اور اس طرح سے وہ زلیخا کے عذر کو دل سے محسوس کر لیں۔ (اور) یہ سب انتظام کر کے یوسف علیہ السلام سے جو مکان کے کسی دوسرے حصہ میں تھے (کہا کہ ان عورتوں کے سامنے تو آؤ)۔ یوسف علیہ السلام یہ خیال کر کے کہ کوئی ضروری بات ہوگی باہر آئے تو عورتیں اس وقت چھری سے پھل کاٹ رہی تھیں۔ (جب عورتوں نے ان کو دیکھا تو) حسن و جمال میں (ان کو بہت بڑا جانا اور) اس سے متاثر ہو کر بدحواسی میں (انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاشا للہ یہ شخص) ہرگز (بشر نہیں ہے) کسی بشر میں نورانیت ملا ایسا حسن و جمال کس نے دیکھا ہے (یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ زلیخا بولی) دیکھ لیا (یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں) کہ اپنے غلام کو چاہتی ہے (اور واقعی میں نے اس کو ورغلایا اس کے نفس سے مگر یہ پاک صاف رہا اور) پھر یوسف علیہ السلام کو دھمکانے اور سنانے کو کہا کہ (اگر آئندہ یہ وہ نہ کرے گا جو میں اس کو کہتی ہوں تو ضرور قید میں ڈالا جائے گا اور بے عزت ہوگا)۔ وہ سب عورتیں بھی یوسف علیہ السلام سے کہنے لگیں کہ تم کو اپنی مالکن کا کہنا ماننا چاہئے اس سے ایسی بے اعتنائی مناسب نہیں پھر یہ بھی سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ خواہ مخواہ مصیبت سر پر لینے سے کیا فائدہ (یوسف) علیہ السلام (نے) جو یہ باتیں سنیں اور دیکھا کہ یہ عورت تو بری طرح پیچھے پڑ گئی ہے اور دوسری عورتیں بھی اسی کی تائید کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے (دعا کی کہ اے میرے رب جس) برے (کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے۔ اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دور نہ کریں گے تو میں ان کے کہے کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔ سو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا بے شک وہی دعاؤں کا سننے والا اور خوب جاننے والا ہے)۔

فائدہ: 1- حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی بتایا کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے ہوتی ہے اور یہ کہ وہ اپنی عصمت پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و دستگیری پر نظر

رکھتے ہیں۔

2- حضرت یوسف علیہ السلام نے قید ہونے کی درخواست نہ کی تھی بلکہ صرف عورتوں کے مکر وفریب سے حفاظت کی دعا کی تھی۔ البتہ یہ واضح کیا تھا کہ قید کی مصیبت سے زیادہ معصیت کی مصیبت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السّلام کا قید میں ہونا اور وہاں ان کی دعوت وتبلیغ

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى
حِيْنٍ ع ۝٣٥ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ
اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا
تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٣٦
قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ
يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ
لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝٣٧ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ
اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ
بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝٣٨ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ
مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝٣٩ؕ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ
خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ
قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ۭ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ
نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ
فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ۧ

ترجمہ: پھر ظاہر ہوئی ان کے سامنے اس کے بعد کہ دیکھ لیں انہوں نے نشانیاں یہ بات کہ وہ ضرور قید میں رکھیں یوسف کو ایک مدت تک۔ اور داخل ہوئے اس کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان۔ کہا ان میں سے ایک نے میں دیکھتا ہوں اپنے کو کہ نچوڑتا ہوں شراب اور کہا دوسرے نے میں دیکھتا ہوں اپنے کو کہ اٹھائے ہوئے ہوں اپنے سر پر روٹی کھاتے ہیں پرندے اس سے۔ بتا ہم کو اس کی تعبیر ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیکوکاروں میں سے۔ یوسف نے کہا نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا جو تم دیئے جاتے ہو مگر یہ کہ میں بتادوں گا تم دونوں کو اس کی تعبیر پیشتر اس کے کہ وہ آئے تم تک۔ یہ ان باتوں میں سے ہے جو سکھائیں مجھ کو میرے رب نے۔ میں نے چھوڑا دین ان لوگوں کا جو ایمان نہیں رکھتے اللہ پر اور وہ آخرت سے منکر ہیں۔ اور پیروی کی میں نے دین کی اپنے باپ دادوں کے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے۔ نہیں جائز ہمارے لئے کہ ہم شریک ٹھہرائیں اللہ کے ساتھ کسی چیز کو۔ یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن اکثر لوگ احسان نہیں مانتے۔ اے قید خانہ کے ساتھیو کیا کئی معبود جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ اکیلا زبردست۔ نہیں پوجتے تم اللہ کے سوا مگر ناموں کو جو رکھ لئے تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کوئی دلیل۔ نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے۔ (اللہ نے) حکم دیا کہ مت عبادت کرو مگر اسی کی۔ یہی ہے سیدھا راستہ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اے قید خانہ کے ساتھیو رہا تم میں سے ایک تو وہ پلائے گا اپنے مالک کو شراب اور رہا دوسرا تو وہ سولی دیا جائے گا پھر کھائیں گے پرندے اس کے سر سے۔ طے ہو چکا وہ کام جس کے بارے میں تم دونوں پوچھتے ہو۔ اور کہا یوسف نے اس کو گمان کیا (جس کو) کہ وہ نجات پانے والا ہے ان دونوں میں سے کہ تو ذکر کرنا میرا اپنے مالک کے پاس سو بھلوا دیا اس کو شیطان نے ذکر کرنا اپنے مالک سے

اور رہا (یوسف) قید خانے میں کئی برس۔

تفسیر: (پھر) یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی (بہت سی نشانیاں دیکھنے کے بعد) بھی جابر و متکبر قسم کے (لوگوں) کے طرح جو اپنے مفاد کی خاطر مظلوم و مجبور کو پھنسا دیتے ہیں عزیز اور اس کے متعلقین (کو) بھی یہی (مصلحت معلوم ہوئی کہ ایک مدت تک ان کو قید میں رکھیں) تاکہ عام لوگ سمجھیں کہ قصور یوسف ہی کا تھا اور زلیخا بلاوجہ بدنام ہوئی۔ ساتھ میں یہ سوچ بھی ہوگی کہ ایک مدت تک یوسف علیہ السلام بھی زلیخا کی نظروں سے دور رہیں گے تو اس کا شوق بھی ختم ہو جائے گا۔ (اور یوسف) علیہ السلام (کے ساتھ) اسی زمانہ میں (دو جوان قید خانہ میں داخل ہوئے) جن میں سے ایک مصر کے بادشاہ کا نانبائی تھا اور دوسرا ساقی یعنی شراب پلانے والا تھا۔ دونوں بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں ماخوذ تھے اور ان کا مقدمہ زیر تحقیق تھا۔ قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کی امانت، راست گوئی، حسن اخلاق، کثرت عبادت، خوابوں کی تعبیر کے علم اور مخلوق سے ہمدردی کا بڑا چرچا تھا۔ یہ دونوں قیدی بھی حضرت یوسف علیہ السلام سے متاثر اور مانوس ہو گئے۔ ایک روز دونوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔ (ان میں سے ایک نے کہا میں اپنے کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ) جیسے (شراب) بنانے کے لئے انگور کا شیرہ (نچوڑ رہا ہوں) اور بادشاہ کو وہ شراب پلا رہا ہوں (اور دوسرے نے کہا میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ جیسے اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے) لئے جاتا (ہوں اور اس میں سے پرندے) نوچ نوچ کر (کھاتے ہیں۔ آپ ہم کو اس خواب کی) جو ہم نے دیکھا ہے (تعبیر بتایئے، آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں)۔ حضرت (یوسف) علیہ السلام (نے) پہلے ان کو تسلی دی کہ خوابوں کی تعبیر تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گی اور اس ضمن میں (فرمایا کہ) روزمرہ کا (کھانا جو تم دونوں کو ملتا ہے اس کے تمہارے پاس آنے سے پہلے میں تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا) لیکن خواب کی تعبیر سے زیادہ ضروری اور مفید ایک چیز پہلے تم کو سناتا ہوں۔ وہ یہ کہ تعبیر وغیرہ کا علم مجھ کو کہاں سے حاصل ہوا۔ سو جان لو کہ میں کوئی پیشہ ور کاہن یا نجومی نہیں ہوں بلکہ (یہ) علم (ان) علوم (میں سے ہے جو میرے رب نے مجھ کو سکھائے ہیں) اور یہ اس وجہ سے کہ (میں نے) ہمیشہ (ان لوگوں کا دین چھوڑا ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور جو آخرت کے منکر ہیں اور) ان کے بجائے (اپنے) مقدس (باپ دادوں یعنی ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب) علیہم السلام (کے دین کی پیروی کی) جس کا رکن اعظم توحید ہے یعنی یہ کہ (ہم کو کسی طرح جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک ٹھہرائیں) نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ عبادت میں۔ اور (یہ) توحید اور دین ابراہیمی (ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے) کہ اس کی بدولت دنیا و آخرت کی فلاح ہے (لیکن اکثر لوگ) اس نعمت کی ناقدری کرتے ہیں اور اس کو اختیار نہ کر کے اللہ کا (شکر ادا نہیں کرتے۔ اے قید خانہ کے ساتھیو ذرا سوچ کر بتاؤ (کیا مختلف) انواع و اشکال کے چھوٹے

بڑے معبود (دیوتا) جن میں تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں کہ یہ بارش کا دیوتا ہے اور یہ رزق کا دیوتا ہے اور یہ بیماری کا دیوتا ہے (بہتر ہیں) کہ ان سے لو لگائی جائے (یا اکیلا زبردست اللہ) بہتر ہے کہ اس سے لو لگائی جائے جس کو ساری مخلوق پر کلی اختیار اور مکمل تصرف و قبضہ حاصل ہے اور (اللہ کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے ہو) ان کی حقیقت تو کچھ بھی نہیں (یہ تو صرف نام کے خدا ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی ٹھہرا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے تو ان) کے معبود ہونے (کی کوئی بھی) عقلی یا نقلی (دلیل نہیں اتاری) اور جب اللہ تعالیٰ ہی زبردست اور مکمل اختیار والے ہیں تو (حکم) دینے کا اختیار بھی (اللہ ہی کا ہے اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو)۔ بس (یہ) توحید خالص (ہی سیدھا راستہ ہے) جس پر چل کر آدمی بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے (لیکن بہت سے لوگ) حماقت سے یا تعصب سے اس سیدھی بات کو (نہیں جانتے)۔ دعوت و تبلیغ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا کہ (اے قید خانہ کے ساتھیوں رہا تم میں سے ایک) یعنی جس نے خواب میں خود کو شراب پلاتے دیکھا (تو وہ) بیداری میں (اپنے مالک یعنی بادشاہ (کو شراب پلائے گا اور رہا دوسرا) جس نے اپنے سر پر پرندوں کو روٹی کھاتے دیکھا (تو وہ) واقع میں (سولی دیا جائے گا اور پرندے اس کے سر کو) نوچ نوچ کر (کھائیں گے اور جس تعبیر کے بارے میں تم پوچھتے ہو یہ قضا و قدر میں طے کی جا چکی ہے) اور اٹل ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جب وہ دونوں قید خانہ سے جانے لگے تو (ان میں سے جس کے بارے میں یوسف) علیہ السلام (کو یقین تھا کے وہ بری ہونے والا ہے یوسف) علیہ السلام (نے اس کو کہا کہ اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا) کہ ایک ایسا شخص بے قصور قید خانہ میں برسوں سے پڑا ہے لیکن (پھر اس کو اپنے بادشاہ سے یوسف) علیہ السلام (کا تذکرہ کرنا شیطان نے بھلوا دیا سو) اس وجہ سے (ان کو قید خانے میں کئی سال) مزید (رہنا پڑا)۔

بادشاہ کا خواب دیکھنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت اور رہائی ہونا اور اونچا عہدہ حاصل ہونا

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ

بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ

وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ

لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۚ وَ مَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ

الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ
اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ
اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ
سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا
حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ
يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ
لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع وَقَالَ الْمَلِكُ
ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ
فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ
رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ
عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ
قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ
عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ
لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾
وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ
رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ

لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ
اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾ وَ کَذٰلِکَ
مَکَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡہَا حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیۡبُ
بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَاَجۡرُ
الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ ع

ترجمہ: اور کہا بادشاہ نے میں دیکھتا ہوں سات گائیں موٹی کھاتی ہیں ان کو سات گائیں دبلی اور (میں دیکھتا ہوں) سات بالیاں سبز اور دوسری خشک۔ اے سردارو! تم تعبیر دو مجھ کو میرے خواب کی اگر تم ہو خواب کی تعبیر دینے والے۔ انہوں نے کہا یہ خیالی خواب ہیں اور نہیں ہم ایسے خوابوں کی تعبیر جاننے والے۔ اور کہا اس نے جو بری ہو گیا تھا ان دو قیدیوں میں سے اور یاد آیا اس کو ایک مدت کے بعد میں بتاتا ہوں تم کو اس کی تعبیر سو تم بھیجو مجھ کو۔ (جا کر کہا) اے یوسف اے سچے بتا ہم کو سات گائیں موٹی کے بارے میں کھاتی ہیں ان کو سات گائیں دبلی اور سات بالیاں سبز اور دوسری خشک کے بارے میں تاکہ میں لوٹوں لوگوں کی طرف تاکہ وہ جان لیں۔ کہا (یوسف نے) تم کاشت کرو گے سات سال جم کر۔ تو جو تم کاٹو تو چھوڑ دو اس کو اس کی بالیوں میں مگر تھوڑا جو تم کھاؤ۔ پھر آئیں گے اس کے بعد سات سال سختی کے جو کھا جائیں گے وہ کچھ رکھا تم نے ان کے لئے مگر تھوڑا جو تم بچو گے۔ پھر آئے گا اس کے بعد ایک سال جس میں بارش دیئے جائیں گے لوگ اور جس میں وہ رس نچوڑیں گے اور کہا بادشاہ نے لے آؤ میرے پاس اس کو۔ پھر جب آیا اس کے پاس قاصد (یوسف نے) کہا لوٹ جا اپنے مالک کی طرف اور پوچھ اس سے کیا معاملہ ہے ان عورتوں کا جنہوں نے کاٹے تھے اپنے ہاتھ بے شک میرا رب ان کے مکر سے خوب باخبر ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا حقیقت ہے تمہاری جب ورغلایا تم نے یوسف کو اس کے نفس سے۔ ان عورتوں نے کہا حاشا للہ نہیں ہمیں علم اس پر کسی برائی کا۔ بولی عزیز کی بیوی اب کھل گئی حق بات، میں نے ہی ورغلایا تھا اس کو اس کے نفس سے اور وہ سچوں میں سے ہے۔ (یوسف نے کہا) یہ اس لئے کہ (عزیز) جان لے کہ میں نے خیانت نہیں کی اس سے پیٹھ پیچھے اور یہ کہ اللہ نہیں چلنے دیتا خیانت کرنے والوں کے مکر کو۔ اور میں بری نہیں کرتا اپنے نفس کو بے شک نفس تو حکم کرنے والا ہے برائی کا مگر جو رحم کیا میرے

رب نے بے شک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان۔ اور کہا بادشاہ نے لے آؤ میرے پاس اس کو میں خالص رکھوں گا اس کو اپنے لئے۔ پھر جب (بادشاہ نے) بات چیت کی اس سے کہا واقعی تو آج ہمارے نزدیک ہے بڑا معزز معتبر۔ (یوسف نے) کہا (مقرر) کردے مجھ کو ملک کے خزانوں پر میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا ہوں۔ اور اسی طرح اختیار دیا ہم نے یوسف کو ملک میں ٹھکانا بنائے اس میں جہاں چاہے۔ پہنچاتے ہیں ہم اپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں اور نہیں ضائع کرتے ہم اجر نیکوکاروں کا اور آخرت کا اجر بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور وہ پرہیزگاری کرتے تھے۔

تفسیر: (اور) مصر کے (بادشاہ) نے بھی ایک خواب دیکھا اور ارکان حکومت کو جمع کر کے ان سے (کہا کہ میں) خواب میں کیا (دیکھتا ہوں) کہ (سات فربہ گائیں) ہیں (جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور) دیکھتا ہوں (سات سبز بالیاں ہیں اور) ان کے علاوہ سات (اور ہیں جو خشک ہیں) اور ان خشک بالیوں نے سات سبز پر لپٹ کر ان کو بھی خشک کر دیا ہے۔ (اے سردارو! اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارے میں مجھ کو جواب دو)۔ مصر میں خوابوں کی تعبیر کا فن زوروں پر تھا لیکن ان لوگوں کو اس خواب کی تعبیر سمجھ نہ آئی اور مجبور ہو کر انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ محض خیالات کا نتیجہ ہے لہٰذا (انہوں نے کہا یہ خیالی خواب ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر سے واقف نہیں) کیونکہ وہ علم تعبیر کے اصولوں کے ماتحت نہیں ہوتے لیکن بادشاہ کی اس بات سے تشفی نہیں ہوئی اور اس کو اپنے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کی فکر لگی رہی۔ بادشاہ کی فکر کو دیکھ کر (وہ) ساقی (جو رہا ہوا تھا ان دو) قیدیوں (میں سے اس کو ایک مدت کے بعد) حضرت یوسف علیہ السلام کا (خیال آیا اور اس نے) بادشاہ اور اہل دربار سے (کہا میں اس) خواب (کی تعبیر آپ لوگوں کو) لا کر (بتاتا ہوں)۔ قید خانہ میں ایک فرشتہ صورت موجود ہیں جو علم تعبیر کے ماہر ہیں (تو آپ مجھے) قید خانہ میں (جانے دیں)۔ اجازت ملنے پر وہ قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا اور جا کر کہا (اے یوسف! اے صدق مجسم! آپ ہم لوگوں کو) اس خواب کی تعبیر (بتائیے کہ سات موٹی گائیں ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور سات ہری بالیں ہیں اور ان کے علاوہ) سات (خشک بھی ہیں) کہ ان خشک کے لپٹنے سے وہ ہری بھی خشک ہو گئیں۔ آپ تعبیر بتائیے (تاکہ) جن لوگوں نے مجھ کو بھیجا ہے (میں ان لوگوں کے پاس واپس لوٹ کر جاؤں) اور بیان کروں (تاکہ) اس کی تعبیر کو اور اس کے ذریعہ سے آپ کی قدر و منزلت کو (وہ بھی جان لیں)۔ حضرت (یوسف) علیہ السلام نے صرف تعبیر ہی نہیں بتائی بلکہ ساتھ ساتھ تدبیر بھی بتائی اور آخر میں خوشخبری بھی سنائی لہٰذا (فرمایا) کہ ان سات فربہ گایوں اور سات سبز بالیوں سے مراد پیداوار اور بارش

کے سال ہیں لہٰذا (تم سات سال متواتر غلہ کی خوب کاشت کرنا۔ پھر جو فصل کاٹو اس کو بالوں ہی میں رہنے دینا) تاکہ گھن نہ لگے ہاں (مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ) کہ اس کو تو بالوں سے نکالنا ہی ہوگا۔ (پھر اس) سات برس کی مدت کے (بعد سات سال ایسے سخت) اور قحط کے (آئیں گے جو اس پورے ذخیرہ کو کھا جائیں گے جس کو تم نے ان سالوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہوگا) ہاں (مگر تھوڑا سا جو بیج کے واسطے رکھ چھوڑو گے) وہ بچ جائے گا اور سات خشک بالوں اور سات دبلی گایوں سے خشکی کے ان سات سالوں کی طرف اشارہ ہے (پھر اس) سات برس کی مدت (کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور (اس میں یہ بات تم سے بھی خصوصی تعلق رکھتی ہے کہ چونکہ اس سال میں انگور بھی کثرت سے ہوں گے اس لئے (اس) سال (میں شیرہ بھی نچوڑیں گے) اور شرابیں پیئں گے۔

غرض وہ شخص واپس دربار میں پہنچا اور جا کر پوری بات بیان کی۔ (بادشاہ نے) جو موزوں تعبیر اور رعایا کی ہمدردی کی تدبیر سنی تو آپ کے علم و فضل کا معتقد ہوا اور (حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ)۔ چنانچہ یہاں سے قاصد چلا پھر (جب وہ قاصد) حضرت (یوسف) علیہ السلام (کے پاس پہنچا) اور آپ کو بادشاہ کا پیغام دیا تو چونکہ آپ کی نظر میں اپنی دینی و اخلاقی حالت کی برتری اور صفائی دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ عزت سے زیادہ اہم تھی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ کسی پیغمبر خدا کے بارے میں لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت و ارشاد کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہوتی ہے اس لئے (آپ نے فرمایا) جب تک میرا تہمت سے بری ہونا اور بے قصور قید ہونا ثابت نہیں ہوتا میں نہ آؤں گا لہٰذا (تم اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤ اور اس سے دریافت کرو کہ) آپ کو کچھ علم ہے کہ (ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے) حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے بجائے ان عورتوں کا ذکر اس لئے کیا تاکہ تفتیش ہو تو یہ عورتیں زلیخا کا وہ اقرار بتائیں جو آپ کی براءت سے متعلق ان کے سامنے زلیخا نے کیا تھا نیز فرمایا کہ اگرچہ (میرا رب) تو (ان عورتوں کے مکر) و فریب (کو خوب جانتا ہے) لیکن لوگوں کے سامنے بھی اصل معاملہ کا کھل جانا مناسب ہے۔ (بادشاہ) کو ایک تو ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی اور حسن کردار کا بتا دیا تھا پھر خواب کی تعبیر و تدبیر سے وہ پورا معتقد ہو گیا تھا۔ اب جو اس نے ان میں استقامت و صبر کا مشاہدہ کیا تو بالکل ہی گھائل ہو گیا اور یقین کر لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سچے ہیں اور عورتوں ہی کا فریب تھا اس لئے ان عورتوں کو بلوا کر اس (نے) ان سے دریافت کرنے کا یہ انداز اختیار کیا گویا کہ وہ پہلے ہی عورتوں کے مکر و فریب سے واقف ہے اس لئے (کہا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے جب تم) میں سے ایک (نے یوسف کو ان کے نفس سے ورغلایا) اور باقی عورتوں نے اس کی مدد کی۔ (عورتوں نے) یہ سمجھ کر کہ بادشاہ کو اصل واقعہ کی پوری خبر ہے (جواب دیا کہ حاشا للہ ہم کو ان میں ذرا

بھی برائی معلوم نہیں ہوئی) یہ بالکل پاک صاف ہیں اور (عزیز کی بیوی) یعنی زلیخا نے جو یہ حالات دیکھے تو مجبوراً (بولی اب تو حق بات) سب پر (ظاہر ہو ہی گئی) اب چھپانا بے کار ہے لہٰذا سچ یہی ہے کہ (میں نے ہی ان کو ان کے جی سے ورغلایا تھا اور بلاشبہ وہی سچے ہیں)۔

مقدمہ اور ان کی براءت کے ظہور کی پوری کارروائی حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنچائی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ (یہ) تمام اہتمام جو میں نے کیا (اس وجہ سے) بھی کیا (تاکہ عزیز کو) مزید (یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی) آبرو میں (خیانت نہیں کی اور) اور اس کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے مکر کو چلنے نہیں دیتے) چنانچہ زلیخا نے اپنے خاوند کی عزت و آبرو میں خیانت کی خدا نے اس کی قلعی کھول دی۔ اور اب جو علی الاعلان میری براءت ہوئی ہے تو میں اس پر کوئی شیخی نہیں مارتا (اور میں اپنے نفس کو) بالذات (بری) اور پاک (نہیں کہتا کیونکہ نفس تو) ہر ایک کا (بری ہی بات کا حکم دیتا ہے سوائے اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے) اور اس کو عصمت جیسی خصوصیت عطا فرما دے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے نفوس کو عصمت حاصل ہوتی ہے۔ غرض میری براءت اور عصمت میرے نفس کا ذاتی کمال نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کا اثر ہے۔

اس جواب سے (بادشاہ) کو حضرت یوسف علیہ السلام کی بے نفسی کا جب مزید مشاہدہ ہوا تو اس نے (کہا) یہ تو بہت خوب آدمی ہیں (ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے) کام کے (لئے رکھوں گا) اور عزیز سے ان کو لے لوں گا اس کے ماتحت نہ رہیں گے۔ چنانچہ لوگ ان کو بادشاہ کے پاس لائے پھر (جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں) اور ان باتوں سے آپ کا فضل و کمال مزید سامنے آیا (تو) بالکل ہی گرویدہ ہو کر (کہا کہ آپ ہمارے نزدیک آج سے بڑے معزز و معتبر ہیں)۔ اس کے بعد خواب کی تعبیر کا ذکر آیا اور بادشاہ نے کہا کہ اتنے بڑے قحط کا اہتمام بڑا بھاری کام ہے یہ انتظام کس کے سپرد کیا جائے۔ تو حضرت (یوسف) علیہ السلام (نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کر دو میں ان کی حفاظت بھی کروں گا اور میں) آمد و خرچ کے انتظام اور اس کے حساب کتاب کے طریقہ سے بھی (خوب واقف ہوں)۔ بجائے اس کے کہ ان کو کوئی خاص منصب دیا جاتا بادشاہ نے ان کو اپنی طرح کے پورے اختیارات دے دیئے گویا حقیقت میں یہی بادشاہ ہو گئے تھے اگرچہ برائے نام وہ بادشاہ رہا اور حضرت یوسف علیہ السلام عزیز کے عہدہ سے مشہور ہوئے اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں (اور ہم نے ایسے) عجیب (طور سے یوسف) علیہ السلام (کو ملک) مصر میں با اختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں)۔ یا تو وہ وقت تھا کہ کنویں میں قید تھے پھر عزیز کی ماتحتی میں رہے پھر قید خانہ میں بند رہے یا آج

یہ خود مختاری اور آزادی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم جس پر چاہیں اپنی رحمت متوجہ کر دیں (اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے) یعنی دنیا میں بھی نیکی کا اجر دیتے ہیں کہ کشادگی ہو یا تنگی ہو اچھی زندگی عطا فرماتے ہیں (اور) رہا (آخرت کا اجر تو وہ ایمان اور تقویٰ والوں کے لئے بہت بڑھ کر ہے۔)

قحط کا ظہور اور بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آنا

وَجَآءَ اِخْوَةُ
يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا
جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا
تَرَوْنَ اَنِّیْٓ اُوْفِی الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ
بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ
اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ
رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: اور آئے یوسف کے بھائی پھر داخل ہوئے اس کے پاس تو پہچان لیا اس نے (یعنی یوسف نے) ان کو اور وہ اس کو نہ پہچاننے والے تھے۔ اور جب تیار کر دیا (یوسف نے) ان کے لئے ان کا سامان کہا تم لانا میرے پاس اپنے بھائی کو جو تمہارے باپ سے ہے۔ کیا نہیں تم دیکھتے کہ میں پورا کرتا ہوں پیمانہ کو اور میں بہترین مہمان نوازی کرنے والا ہوں پھر اگر تم نہ لائے میرے پاس اس کو تو نہ ہوگا غلہ تمہارے لئے میرے پاس اور نہ تم قریب آنا میرے۔ وہ بولے ہم مانگیں گے اس کو اس کے باپ سے اور ہم یہ (کوشش) کرنے والے ہیں۔ اور کہا (یوسف نے) اپنے جوانوں سے کہ کر دو ان کی پونجی ان کے سامان میں شاید کہ یہ پہچان لیں اس (پونجی) کو جب یہ لوٹیں اپنے گھر والوں کی طرف شاید کہ یہ لوٹ کر آئیں۔

تفسیر: (اور) جب حضرت (یوسف) علیہ السلام مصر پر با اختیار ہوئے تو خواب کے موافق

سات برس خوب کاشت کرائی اور ملک کا اناج ذخیرہ کرتے گئے۔ پھر سات برس کے قحط میں ایک درمیانہ بھاؤ مقرر کر کے اناج بیچنا شروع کیا۔ مصر والوں کو اور پردیسیوں کو ایک ہی حساب سے دیتے مگر پردیسی کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ نہ دیتے۔ ہر طرف خبر پھیل گئی کہ مصر میں اناج سستا ہے۔ ان (کے بھائی) بھی غلہ خریدنے کی نیت سے مصر میں آئے پھر (یوسف) علیہ السلام (کے پاس داخل ہوئے تو یوسف) علیہ السلام (نے ان کو پہچان لیا) کیونکہ ان میں اس وجہ سے کہ وہ پہلے سے بڑی عمر کے تھے تغیر کم ہوا تھا دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام نے سرکاری اندراج کے لئے ان کا نام و پتہ بھی دریافت کرلیا ہوگا (اور) چونکہ جدائی کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام بہت کم عمر تھے اس لئے ان میں تغیر بھی زیادہ ہوا اور دوسرے بھائیوں کو یوسف علیہ اسلام کے اس منصب پر ہونے کا خیال بھی نہ ہوگا اس لئے (انہوں نے یوسف) علیہ السلام (کو نہیں پہچانا) ان بھائیوں کو بھی جب فی آدمی ایک ایک اونٹ غلہ ملا اور ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ کا تجربہ بھی ہوا تو درخواست کی کہ ہمارا ایک باپ شریک بھائی ہے جس کو ہمارے بوڑھے والد نے اس وجہ سے کہ اس کا دوسرا حقیقی بھائی گم ہوگیا تھا اپنی تسلی کے لئے اپنے پاس روک لیا ہے لہٰذا آپ ہمیں اس کے حصہ کا بھی غلہ قیمتاً دے دیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ قانون کے خلاف ہے اگر اس کا حصہ بھی چاہتے ہو تو اس کو بھی اپنے ساتھ لے کر آؤ۔ غرض صرف ان کے حصہ کا غلہ ان کو دینے کو کہا (اور) چونکہ حضرت (یوسف) علیہ السلام کو اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس بلانا مطلوب تھا اس لئے انہوں (نے جب ان کے لئے ان کا سامان) یعنی غلہ (تیار کر دیا تو) چلتے وقت (فرمایا کہ) اگر یہ غلہ خرچ کر کے دوبارہ آنے کا ارادہ ہو تو (اپنے باپ شریک بھائی کو) بھی (ساتھ لانا) تاکہ اس کا حصہ بھی دیا جا سکے (کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پیمانہ پورا بھر کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں لہٰذا) اگر تم اپنے اس بھائی کو لائے تو اس کو بھی پورا حصہ دوں گا اور اس کی بھی اسی طرح خوب خاطر تواضع کروں گا جس طرح تمہاری کی ہے اور (اگر تم) دوبارہ آئے اور (اس کو میرے پاس نہ لائے تو) میں سمجھوں گا کہ تم مجھ کو دھوکہ دے کر زیادہ غلہ لینا چاہتے تھے تو اس کی سزا یہ ہوگی کہ تم غلہ سے محروم کر دیئے جاؤ گے لہٰذا (نہ میرے پاس تمہارے لئے غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا۔ وہ بولے) کہ دیکھئے (ہم) اپنے امکان بھر تو (اس کے والد سے اس کو مانگیں گے اور ہم یہ کوشش (ضرور کریں گے) آگے ہمارے والد کے اختیار میں ہے۔ اور جب وہاں سے چلنے لگے تو یوسف علیہ السلام نے یہ خیال کر کے کہ کہیں مزید رقم نہ ہونے کی وجہ سے وہ دوبارہ نہ آئیں اپنے نوکروں سے کہا کہ ان کی پونجی جس کے عوض انہوں نے ہم سے غلہ خریدا ہے وہ ان کے سامان میں چھپا کر رکھ دو تاکہ جب اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں اور اپنا سامان کھولیں تو اس کو

واپس پا کر اس کو پہچانیں اور یہ احسان و کرم دیکھ کر پھر دوبارہ آئیں۔

بھائیوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام سے بنیامین کو لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جانا

فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ
فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ
اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُؕ فَاللّٰهُ
خَیْرٌ حٰفِظًا۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ
وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْؕ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْؕ هٰذِهٖ
بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَاۚ وَ نَمِیْرُ اَهْلَنَا وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَیْلَ
بَعِیْرٍؕ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ
مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ
مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۶۶﴾ وَ قَالَ یٰبَنِیَّ
لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍؕ
وَ مَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ عَلَیْهِ
تَوَكَّلْتُۚ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ
اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً
فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَاؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ۧ

ترجمہ: پھر جب وہ لوٹے اپنے باپ کے پاس کہا اے ہمارے ابا روک دیا گیا ہم سے غلہ سو آپ بھیجئے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو (تاکہ) ہم غلہ لیں اور ہم تو اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (یعقوب نے) کہا نہیں میں اعتبار کرتا تمہارا اس پر مگر جیسا میں نے اعتبار کیا تھا تمہارا اس کے بھائی پر اس سے پہلے۔ سو اللہ (ہی) بہترین نگہبان ہے اور وہی تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ اور جب انہوں نے کھولا اپنے سامان کو پایا اپنی پونجی کو کہ لوٹا دی گئی ہے ان کی طرف (تو) بولے اے ہمارے ابا (اور) کیا ہم چاہیں۔ یہ ہماری پونجی لوٹا دی گئی ہے ہماری طرف اور ہم رسد لائیں گے اپنے گھر والوں کے لئے اور ہم حفاظت کریں گے اپنے بھائی کی اور ہم زیادہ لیں گے بوجھ ایک اونٹ کا۔ یہ ہے آسان بوجھ۔ کہا (یعقوب نے) ہرگز نہ بھیجوں گا اس کو تمہارے ساتھ یہاں تک کہ تم دو مجھ کو عہد اللہ کا کہ تم ضرور لاؤ گے اس کو مگر یہ کہ گھیرے جاؤ تم (سب)۔ پھر جب دیا انہوں نے اس کو اپنا عہد تو کہا اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں نگہبان ہے۔ اور کہا اے میرے بیٹو تم مت داخل ہونا ایک دروازے سے اور داخل ہونا مختلف دروازوں سے اور میں نہیں ٹال سکتا تم سے اللہ کے مقابلہ میں کوئی چیز۔ نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے بھروسہ کرنے والوں کو۔ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے حکم دیا تھا ان کو ان کے باپ نے نہیں وہ ٹال سکتا تھا ان سے اللہ کے مقابلہ میں کوئی چیز مگر ایک ارمان تھا یعقوب کے دل میں پورا کیا اس نے جس کو۔ اور وہ علم والا تھا اس وجہ سے کہ سکھایا تھا ہم نے اس کو ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تفسیر: (غرض جب وہ لوٹ کر اپنے باپ) یعقوب علیہ السلام (کے پاس پہنچے کہنے لگے اے ابا جان) ہماری بڑی خاطر مدارات ہوئی اور غلہ بھی ملا مگر بنیامین کا حصہ نہیں ملا بلکہ ہم نے جوان کے حصہ کی درخواست کی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آئندہ (ہم سے غلہ ہی روک دیا گیا ہے) اور اس کی دستیابی بنیامین کو ساتھ لانے کے ساتھ مشروط کر دی گئی ہے (لہٰذا آپ ہمارے بھائی) بنیامین (کو ہمارے ساتھ بھیجئے تاکہ ہم) پھر (غلہ لاسکیں) اور یوسف کی طرح اس کے متعلق کچھ تردد نہ کیجئے کیونکہ اب ہم چوکنے ہو گئے ہیں (اور ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے)۔ (یعقوب) علیہ السلام (نے فرمایا کہ) بس رہنے دو (میں اس کے بارے میں تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی) یوسف (کے بارے میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں) مطلب یہ ہے کہ تمہاری بات کا کیا اعتبار ہے کیونکہ اس وقت بھی تم نے یہی الفاظ کہے تھے۔ لیکن چونکہ اس وقت غلہ کی سخت ضرورت ہے اور اس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا اس لئے تمہارے ساتھ بھیجنا ناگزیر معلوم ہوتا ہے (سو) میں اس کو (اللہ) کی حفاظت میں دیتا ہوں

کہ وہ (ہی بہترین نگہبان ہے اور وہی تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان بھی ہے) لہٰذا وہ اپنی مہربانی سے اس کی حفاظت کرے گا اور مجھ کو یوسف کی جدائی کے بعد دوسری جدائی سے بچائے گا۔ (اور) اس گفتگو کے بعد (جب انہوں نے اپنا سامان کھولا) اس میں (انہوں نے پایا کہ ان کی پونجی بھی ان کو واپس کر دی گئی۔ کہنے لگے اے ابا جان) اس حاکم کے کرم کی تو حد ہوگئی ہے۔ اب (ہمیں اور کیا چاہئے یہ ہماری پونجی بھی ہم کو لوٹا دی گئی ہے)۔ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم اپنی ضرورت کے لئے اسی حاکم کے پاس دوبارہ جائیں لیکن وہ بھائی کو ساتھ لے جائے بغیر ممکن نہیں لہٰذا آپ ہمیں اجازت دیجئے۔ (ہم) اس کو ساتھ لے جا کر ایک تو (گھر والوں کے لئے مزید رسد لائیں گے اور) دوسرے آپ خاطر جمع رکھئے (ہم اپنے بھائی کی) پوری (حفاظت کریں گے اور) تیسرے یہ کہ (ایک اونٹ کے بوجھ کے بقدر اس کے حصہ کا غلہ بھی زائد لائیں گے)۔ اور بھائی کے حصہ کا (یہ غلہ تو آسان) طریقے سے وصول ہونے والا (ہے) اس کو چھوڑنا نہیں چاہئے لہٰذا آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ ضرور بھیج دیجئے۔ (یعقوب) علیہ السلام (نے فرمایا) اچھا اسے لے تو جاؤ لیکن اتنا ضرور ہے کہ (جب تک اس بات کا کہ تم اس کو ضرور ہی لے آؤ گے الا یہ کہ کہیں تم سب گھر ہی جاؤ اللہ کی قسم کھا کر تم مجھے پکا عہد نہ دو گے میں ہرگز اس کو تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا) چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی (سو جب وہ) قسم کھا کر (اپنے باپ کو عہد دے چکے تو یعقوب) علیہ السلام (نے فرمایا کہ) اس عہد کی پاسداری تو اپنی جگہ اہم ہے کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑے لیکن یہ بات بھی پیش نظر رکھنا بہت اہم ہے کہ (جو کچھ) عہد و پیمان کرنے میں (ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے) اور عہد و پیمان سے جو ہمارا اصل مقصود ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگہبانی ہی سے پورا ہوسکتا ہے۔ اگر وہ نہ چاہے تو ہماری ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جائیں۔

(اور) جب بھائیوں کا بنیامین کو ساتھ لے جانا طے ہوگیا تو حضرت (یعقوب) علیہ السلام کو خیال ہوا کہ پہلی مرتبہ تو مصر والوں کے لئے یہ بھائی بالکل انجان تھے اس لئے مصر میں داخلہ کے وقت ان کی طرف وہاں کے لوگوں کی خاص نظر نہ تھی لیکن پھر ان کے معاملہ کے لوگوں میں چرچا ہونے کے بعد اب جو یہ سب بھائی مل کر جائیں گے تو سب لوگوں کی ان کی طرف خاص توجہ اور نظر ہوگی جس میں حسد اور نظر بد کا اندیشہ ہے۔ اس کے پیش نظر انہوں (نے) بیٹوں کو (کہا) کہ (اے میرے بیٹو تم ایک دروازے سے داخل مت ہونا اور مختلف دروازوں سے) جدا جدا ہو کر (داخل ہونا اور) یاد رکھو کہ میری یہ تدبیر اللہ تعالیٰ کے ایک عاجز بندے کی تدبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے کسی ضرر و نقصان کا فیصلہ کر لیا ہے تو (میں اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلہ کو تم پر سے نہیں ٹال سکتا) کیونکہ پورے عالم میں (حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے) اسی لئے اس ظاہری تدبیر کے باوجود (میں) دل سے (اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور) دوسرے

(بھروسہ کرنے والوں کو) بھی (اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے) تو تم بھی تدبیر کے باوجود اسی پر بھروسہ رکھنا۔ غرض سب رخصت ہو کر چلے (اور جب) مصر پہنچ کر (جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا) اسی طرح شہر کے اندر (داخل ہوئے) تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا کہ نظر نہیں لگی اور واقعہ بھی یہی ہے کہ (وہ ان سے) یعنی اپنے بیٹوں سے (خدا کے حکم کو ٹال نہیں سکتے تھے) اسی لئے تقدیر دوسری طرف سے پوری ہوئی اور بنیامین کو چوری کے الزام میں روک لیا گیا (مگر) جو تدبیر یعقوب علیہ السلام نے بتائی تھی وہ (ایک ارمان تھا) جو (ان کے دل میں) پیدا ہوا تھا اور (جس کو انہوں نے پورا کیا تھا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے اس وجہ سے کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا) لہٰذا وہ تدبیر اور تقدیر دونوں میں سے ہر ایک کے درجہ کو سمجھتے تھے اور تدبیر کو موثر حقیقی نہ سمجھتے تھے (لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے) اور اپنی جہالت سے تدبیر کو موثر حقیقی سمجھنے لگتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائی بنیامین کو روکنا

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ

اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا
جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ
مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا
تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ
وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ
وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا
جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا
مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ

فِیۡ دِیۡنِ الۡمَلِکِ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ وَ
فَوۡقَ کُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوۡۤا اِنۡ یَّسۡرِقۡ فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ
لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ ۚ فَاَسَرَّہَا یُوۡسُفُ فِیۡ نَفۡسِہٖ وَ لَمۡ یُبۡدِہَا لَہُمۡ ۚ قَالَ
اَنۡتُمۡ شَرٌّ مَّکَانًا ۚ وَ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا تَصِفُوۡنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوۡا یٰۤاَیُّہَا الۡعَزِیۡزُ اِنَّ
لَہٗۤ اَبًا شَیۡخًا کَبِیۡرًا فَخُذۡ اَحَدَنَا مَکَانَہٗ ۚ اِنَّا نَرٰىکَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۷۸﴾
قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اَنۡ نَّاۡخُذَ اِلَّا مَنۡ وَّجَدۡنَا مَتَاعَنَا عِنۡدَہٗۤ ۙ اِنَّاۤ
اِذًا لَّظٰلِمُوۡنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسۡتَایۡـَٔسُوۡا مِنۡہُ خَلَصُوۡا نَجِیًّا ؕ قَالَ کَبِیۡرُہُمۡ
اَلَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اَبَاکُمۡ قَدۡ اَخَذَ عَلَیۡکُمۡ مَّوۡثِقًا مِّنَ اللّٰہِ وَ مِنۡ
قَبۡلُ مَا فَرَّطۡتُّمۡ فِیۡ یُوۡسُفَ ۚ فَلَنۡ اَبۡرَحَ الۡاَرۡضَ حَتّٰی یَاۡذَنَ لِیۡۤ
اَبِیۡۤ اَوۡ یَحۡکُمَ اللّٰہُ لِیۡ ۚ وَ ہُوَ خَیۡرُ الۡحٰکِمِیۡنَ ﴿۸۰﴾ اِرۡجِعُوۡۤا اِلٰۤی اَبِیۡکُمۡ
فَقُوۡلُوۡا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابۡنَکَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَہِدۡنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا وَ مَا
کُنَّا لِلۡغَیۡبِ حٰفِظِیۡنَ ﴿۸۱﴾ وَ سۡـَٔلِ الۡقَرۡیَۃَ الَّتِیۡ کُنَّا فِیۡہَا وَ الۡعِیۡرَ
الَّتِیۡۤ اَقۡبَلۡنَا فِیۡہَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: اور جب داخل ہوئے یوسف پر اس نے ٹھکانا دیا اپنی طرف اپنے بھائی کو (اور) کہا بلاشبہ میں ہی ہوں تیرا بھائی سو تو غم نہ کر اس پر جو یہ کرتے رہے ہیں۔ پھر جب تیار کر دیا (یوسف نے) ان کے لئے ان کا سامان رکھ دیا پیالہ اپنے بھائی کے سامان میں پھر پکارا ایک پکارنے والے نے اے قافلہ والوں یقیناً تم چور ہو۔ انہوں نے کہا جب کہ وہ متوجہ ہوئے ان (سرکاری کارندوں) کی طرف کہ تم کیا چیز گم پاتے ہو۔ وہ بولے ہم گم پاتے ہیں پیمانہ بادشاہ کا اور واسطے اس شخص کے جو اس کو لائے ایک اونٹ کا بوجھ ہوگا اور میں اس پر ضامن ہوں۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم تم جانتے ہو نہیں آئے ہم کہ فساد کریں ملک میں اور نہ تھے ہم (کبھی)

چور۔ (سرکاری کارندے) بولے پھر کیا سزا ہے اس کی اگر ہوئے تم جھوٹے۔ کہا اس کی سزا یہ (ہے) کہ جو شخص کہ پایا جائے (پیمانہ) اس کے سامان میں تو (خود) وہی شخص اس کی سزا ہے اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں ظالم لوگوں کو۔ تو شروع کیا (یوسف نے) ان کے تھیلوں (کی تلاشی) کو پیشتر اپنے بھائی کے تھیلے (کی تلاشی) سے پھر نکال لیا اس (برتن) کو اپنے بھائی کے تھیلے سے۔ اس طرح ہم نے تدبیر کی یوسف کے لئے۔ نہیں تھا وہ کہ لے سکتا اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون میں مگر جو چاہے اللہ۔ ہم بلند کرتے ہیں درجوں میں جس کو ہم چاہتے ہیں اور اوپر ہر علم والے کے ہے ایک جاننے والا۔ وہ بولے اگر اس نے چوری کی ہے تو چوری کر چکا ہے اس کا بھائی اس سے پہلے۔ تب پوشیدہ رکھا بات کو یوسف نے اپنے جی میں اور نہیں ظاہر کیا بات کو ان کے سامنے (وہ بات یہ تھی کہ) کہا کہ تم برے ہو درجہ میں اور اللہ خوب باخبر ہے اس سے جو تم بیان کرتے ہو۔ انہوں نے کہا اے عزیز اس کا ہے باپ بوڑھا بڑی عمر کا تو آپ لے لو ہم میں سے ایک کو اس کی جگہ بے شک ہم دیکھتے ہیں آپ کو احسان کرنے والوں میں سے۔ کہا اللہ کی پناہ کہ ہم لیں مگر وہ پایا ہم نے اپنا سامان جس کے پاس ہم اس وقت ضرور ظالم ہوں گے۔ پھر جب مایوس ہوئے اس سے اکیلے ہوئے سرگوشی کرتے ہوئے۔ کہا ان کے بڑے نے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم پر عہد اللہ کا اور پہلے سے جو کوتاہی کی تم نے یوسف کے حق میں۔ سو ہرگز میں نہ ہٹوں گا اس زمین سے یہاں تک کہ اجازت دیں مجھے میرے باپ یا فیصلہ دے اللہ میرے لئے اور وہی بہتر فیصلہ دینے والا ہے۔ تم لوٹ جاؤ اپنے باپ کی طرف اور کہو اے ہمارے ابا آپ کے بیٹے نے چوری کی اور نہیں بیان کیا ہم نے مگر جو ہم نے جانا اور نہیں ہم غیب کو جاننے والے اور پوچھئے آپ اس بستی سے ہم تھے جس میں اور اس قافلہ سے آئے ہم جس میں اور بلاشبہ ہم سچے ہیں۔

تفسیر: (اور جب یہ لوگ داخل ہوئے یوسف کے پاس) اور بنیامین کو پیش کر کے کہا کہ ہم آپ کے حکم کے موافق ان کو لائے ہیں (انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھکانا دیا) یعنی ان کو اپنے پاس رکھا اور تنہائی کا موقع پا کر ان کو (کہا کہ میں تمہارا) حقیقی (بھائی) یوسف (ہوں سو جو) بدسلوکیاں ہمارے ساتھ (یہ کرتے رہے ہیں) مثلاً مجھے والد سے اور تم سے جدا کر کے کنویں میں ڈالا اور اب یہاں آتے ہوئے راستہ میں تمہارے ساتھ جو سختی کی (تم ان پر غم مت کرو) کیونکہ وقت آ گیا ہے کہ ہمارے غم دور ہو جائیں اور مصیبتوں کے بعد اللہ تعالیٰ راحت و عزت نصیب فرمائیں۔ لیکن ابھی اللہ تعالیٰ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر کا ایک اور امتحان لینا باقی تھا اور وہ یہ کہ وہ کچھ عرصہ بنیامین کی جدائی

بھی برداشت کریں لہٰذا (پھر جب یوسف) علیہ السلام (نے ان کے) یعنی اپنے بھائیوں کے (لئے ان کا سامان تیار کرادیا) اور سواریوں پر لدوادیا (تو انہوں نے) اللہ تعالیٰ کے حکم سے (پانی پینے کا برتن) جو غلہ ناپنے کا پیمانہ بھی تھا کسی کو اطلاع دیئے بغیر (اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا)۔ چونکہ وہ برتن ہر وقت کے کام کی چیز تھی اس لئے ذرا سی دیر میں اس کی گمشدگی کا شور مچ گیا (پھر) اس کی تلاش شروع ہوئی۔ جب کہیں نہ ملا تو موجود کارکنوں کو اس وجہ سے کہ اس قافلہ والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام نے خصوصی طور پر اپنے پاس کیا ہوا تھا یقین ہوگیا کہ قافلہ والوں نے ہی اس کو چرایا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے مشورہ کے بعد اپنی کارروائی شروع کی۔ چونکہ قافلہ چند قدم چل چکا تھا اس لئے (ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو) ٹھہرو کیونکہ (یقیناً تم چور ہو۔ وہ کارکنوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے) تم ہمیں چور کیوں کہہ رہے ہو؟ (تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے۔ کارکن بولے کہ ہم کو شاہی پیمانہ نہیں ملتا اور) ان کے بڑے نے کہا کہ تم میں سے بھی (جو کوئی وہ پیمانہ لائے گا) اس سے پوچھ گچھ بھی نہ ہوگی اور (اس کو ایک بوجھ اونٹ کا غلہ بھی ملے گا اور میں) اس کے دلوانے (کا ذمہ دار ہوں۔ یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم اس ملک میں فساد) وشرارت (پھیلانے کے لئے نہیں آئے اور ہم لوگ چور بھی نہیں ہیں۔ کارکن بولے) اچھا (اگر تم جھوٹے نکلے) اور تم میں سے کسی پر چوری ثابت ہوگئی (تو اس) چور (کی کیا سزا ہو۔ انہوں) اللہ تعالیٰ کی شریعت کو مقدم رکھتے ہوئے (جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس شخص کے سامان میں سے وہ برتن نکلے سو وہی شخص اس کی سزا ہے) کہ ایک سال تک اس کو صاحب مال کی غلامی کرنی پڑے گی۔ (اور ہم) اپنے یہاں ایسے (ظالم لوگوں کو اسی طرح) کی (سزا دیتے ہیں)۔ اس گفتگو کے بعد کارکن ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس لے گئے اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ سامان کی تلاشی لینے کا فیصلہ ہوا۔ (پھر) حضرت (یوسف) علیہ السلام (نے) خود یا کسی کارکن کے ذریعہ (اپنے بھائی) بنیامین (کے سامان کے تھیلے کی تلاشی سے پہلے دوسرے بھائیوں کے تھیلوں کے تلاشی سے ابتدا کی پھر) آخر میں (اس) برتن (کو اپنے بھائی) بنیامین (کے تھیلے سے برآمد کر لیا)۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (ہم نے یوسف) علیہ السلام (کی خاطر) اور یعقوب علیہ السلام کی مزید آزمائش کے لئے (اس طرح) بنیامین کے رکھنے کی (تدبیر کی) کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ پیمانہ اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیں اور اس کا کسی سے ذکر نہ کریں اور پھر اس تدبیر کی ہم نے تکمیل کرائی کہ ان کے بھائیوں نے خود وہ سزا بتائی جب کہ یوسف علیہ السلام نے کسی بھی مرحلہ میں نہ کوئی غلط بیانی کی اور نہ ہی ان پر چوری کا الزام لگایا۔ اور ہم نے یہ تدبیر اس وجہ سے بتائی کہ مصر کے (بادشاہ کے قانون کی رو سے) یوسف علیہ السلام (اپنے بھائی کو نہیں لے سکتے تھے

مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو) ایسا ہونا (منظور تھا)۔ اس لئے وہ تدبیر پوری ہوئی۔ برتن کی برآمدگی پر دوسرے بھائی بڑے شرمندہ ہوئے اور اپنی خفت مٹانے کے لئے اور اپنی پاکبازی جتانے کے لئے (بولے) کہ ہماری سوتیلی ماں سے یہ سلسلہ ایسی ہی سرشت کا ہے لہٰذا (اگر اس) بنیامین (نے چوری کی ہے تو) تعجب نہیں کیونکہ (اس کا) ایک (بھائی) تھا وہ بھی اسی طرح (اس سے پہلے چوری کر چکا ہے)۔ چونکہ مصلحت خداوندی کا تقاضا تھا کہ راز فاش نہ ہو اس لئے (یوسف) علیہ السلام ایسی سخت بات سن کر بے قابو نہیں ہوئے اور انہوں نے آہستہ سے اپنے دل میں کہا اور اس کو ان بھائیوں کے سامنے ظاہر نہیں کیا کہ تم درجہ میں برے ہو) کہ برائی پر برائی کئے جا رہے ہو (اور جو) غلط (باتیں تم کر رہے ہو اللہ ان سے خوب باخبر ہے) ہم یہ سب اسی کے سپرد کرتے ہیں۔ جب بھائیوں نے دیکھا کہ بنیامین پکڑے گئے ہیں اور اس بات سے ان کے والد کو سخت صدمہ ہو گا تو خوشامد کے طور پر (کہنے لگے کہ اے عزیز اس) بنیامین (کے ایک بہت بوڑھے والد ہیں) جو اس کو بہت زیادہ چاہتے ہیں اور اس کی جدائی کے صدمہ سے ان کا نہ جانے کیا حال ہو (تو آپ) ایسا کیجئے کہ (اس کی جگہ پر ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے۔ ہم آپ کو احسان کرنے والا پاتے ہیں) اس لئے آپ ہم پر یہ احسان بھی کر دیجئے۔ (یوسف) علیہ السلام (نے کہا کہ) ایسی بے انصافی کی بات سے (خدا کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو پکڑ کر رکھ لیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو اس صورت میں ہم یقیناً ظالم ہوں گے۔ پھر جب ان کو یوسف) علیہ السلام کے صاف جواب کے سبب اس بات (سے) بالکل (مایوسی ہو گئی) کہ کسی طرح بنیامین کو واپس لے لیں (تو علیحدہ ہو کر آپس میں مشورہ کرنے لگے) کہ کیا کرنا چاہئے۔ اکثر کی رائے ہوئی کہ ہم مجبور ہوئے ہیں لہٰذا سب کو واپس چلنا چاہئے لیکن (ان میں جو) عمر یا عقل وغیرہ کے اعتبار سے (بڑا تھا اس نے کہا) کہ اگر ہم سب ہی جائیں تو ہم والد کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے (کیا تم کو معلوم نہیں کہ اول تو (تمہارے والد تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا عہد لے چکے ہیں) کہ تم ان کو اپنے ہمراہ لانا الا یہ کہ تم گھر جاؤ۔ تو ہم سب کے سب تو نہیں گھرے (اور) دوسرے یہ کہ (جو کوتاہی یوسف کے بارے میں تم اس سے پہلے کر چکے ہو) تو وہ پرانی شرمندگی ہی کیا کم ہے جو اب ایک نئی شرمندگی لے کر جائیں (لہٰذا میں تو) یہیں رہوں گا اور (اس زمین سے نہ ٹلوں گا، یہاں تک کہ میرے والد مجھ کو) حاضری کی (اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی فیصلہ فرما دیں اور وہی بہتر فیصلہ دینے والے ہیں)۔ سو (تم) مجھ کو یہاں چھوڑ دو اور (واپس اپنے والد کے پاس جاؤ اور) جا کر ان سے (کہو کہ اے ابا جان آپ کے صاحبزادے) بنیامین (نے چوری کی) اس لئے گرفتار ہوئے (اور ہم نے) آپ سے کوئی غلط بیانی نہیں کی بلکہ (صرف وہی بیان کیا ہے جو ہم کو) مشاہدہ سے (معلوم ہوا ہے اور ہم غیب

کی باتوں کو جاننے والے نہیں) اس لئے ہمیں کیا پتہ تھا کہ یہ چوری کریں گے ورنہ ہم کبھی آپ کو وہ عہد نہ دیتے (اور) اگر آپ کو ہمارے کہنے کا یقین نہ ہو تو (اس بستی) یعنی مصر والوں (سے جس میں ہم تھے) اپنے کسی قابل اعتماد آدمی کے ذریعہ (پوچھ لیجئے اور اس قافلہ والوں سے بھی) پوچھ لیجئے (جن میں شامل ہو کر ہم یہاں آئے ہیں اور) یقین جانئے کہ (ہم بالکل سچے ہیں)۔

بنیامین کی جدائی کی خبر پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا غم لیکن صبر اور رضا بالقضا کا مظاہرہ

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ
أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ
جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ
عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾
قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ
تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ﴿٨٥﴾ قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي
إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا
مِنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ
مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٧﴾

ترجمہ: کہا بلکہ بنائی ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے ایک بات۔ تو اچھا صبر (اختیار کرنا ہی مناسب) ہے۔ شاید اللہ لائے میرے پاس ان سب کو بلاشبہ وہی ہے علم والا اور حکمت والا۔ اور پھرا ان سے اور کہا ہائے افسوس یوسف پر اور سفید ہو گئیں ان کی دونوں آنکھیں غم سے سو وہ (اپنے آپ کو) گھونٹنے والے تھے۔ (بیٹے) بولے اللہ کی قسم آپ ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے یوسف کو یہاں تک کہ آپ گھل جائیں یا ہو جائیں ہلاک ہونے والوں میں سے۔ کہا میں شکایت کرتا ہوں اپنے اضطراب اور اپنے غم کی اللہ کی طرف اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے۔ اے میرے بیٹو جاؤ اور تلاش کرو یوسف کو اور اس کے بھائی کو اور مت

مایوس ہو اللہ کی رحمت سے۔ بے شک نہیں مایوس ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر کافر لوگ۔

تفسیر: بڑے کے کہے کے مطابق دوسرے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس چلے آئے اور جیسے بڑے نے کہا تھا اسی طرح بتایا اور پورا ماجرا سنایا۔ وہ سن کر حضرت (یعقوب) علیہ السلام (نے فرمایا) کہ اس کے سامان میں سے برتن برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہوئی شاید کسی اور نے چھپا دیا ہو۔ اپنے بھائی کے کردار و عمل کے بارے میں کیا تمہیں معلوم نہ تھا۔ پھر اس کا دفاع کرنا تو دور کی بات تم نے یہ کہہ کر کہ پہلے اس کے بھائی نے چوری کی تھی اس کے جرم کو پختہ کر دیا۔ اس وجہ سے مجھے تو اس کا جرم تسلیم نہیں (بلکہ) میں تو یہی کہوں گا کہ (تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے) بہر حال (میں) تو اس پر بھی (اچھا صبر) اختیار (کروں گا) کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لاؤں گا۔ اور چونکہ انبیا علیہم السلام کبھی مایوس نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے احسان کے امیدوار رہتے ہیں اس لئے مزید فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ) کی قدرت و رحمت (سے کیا بعید ہے کہ وہ ان سب کو) یعنی یوسف کو اور بنیامین کو اور مصر میں رہ جانے والے تیسرے بھائی کو سب کو (میرے پاس لے آئے) کیونکہ (وہ حقیقت حال سے خوب واقف ہے) اس لئے اس کو سب کی خبر ہے کہ کہاں کہاں اور کس کس حال میں ہیں اور وہ (بڑی حکمت والا ہے) جب ملانا چاہے گا ہر طرح کے اسباب بنا دے گا۔ (اور) چونکہ بیٹوں کی بات سے رنج پہنچا تھا لہٰذا (ان سے رخ دوسری طرف کر لیا اور) نئے زخم سے پرانا زخم ہرا ہونے کی وجہ سے بے اختیار (پکار اٹھے ہائے افسوس یوسف پر اور غم سے) روتے روتے (ان کی آنکھیں سفید) یعنی بے نور (ہوگئیں) اور بینائی تقریباً جاتی رہی (اور وہ غم سے) اپنے آپ کو دل ہی دل میں (گھونٹتے تھے) لیکن کسی مخلوق کے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے نہ کسی سے انتقام لیتے تھے اور نہ غصہ کرتے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ (بیٹے کہنے لگے بخدا آپ تو ہمیشہ یوسف کی یاد میں لگے رہیں گے یہاں تک کہ گھل گھل کر موت کے قریب ہو جائیں گے یا بالکل مر جائیں گے) آپ کو تو صبر کرنا چاہئے۔ اس طرح رونا بھی نہ چاہئے۔ حضرت (یعقوب) علیہ السلام (نے فرمایا) کیا تم مجھے صبر سکھاؤ گے۔ بے صبر وہ ہے جو مخلوق کے سامنے خالق کی دی ہوئی تکلیف کی شکایت کرے (میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں) جس نے مجھے یہ درد دیا ہے (اور اللہ کی طرف سے میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری آزمائش ہے جو کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گی اور دوسری یہ کہ یوسف زندہ ہیں اور ضرور ملیں گے اور ان کا خواب پورا ہو کر رہے گا اور تیسری بات یہ کہ اب مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوسف کو تلاش کرنے کی اجازت مل گئی ہے لہٰذا (اے میرے بیٹو تم جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کی تلاش) میں جو بھی تدبیر ہو سکتی ہو (کرو اور

اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ نا امید ہوتے ہیں جو کافر ہیں)۔

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو پانا اور پھر سب باپ بیٹوں کا مصر میں اکٹھے ہونا

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا

يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ
فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾
قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾
قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِىْ ؗ قَدْ
مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا
لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَهُوَ
اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ
اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِىْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ
الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾
قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ
اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىْٓ
اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ
اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ

ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى
الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ
مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ
مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ
بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ
الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ
الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: پھر جب (بھائی) داخل ہوئے اس پر (یعنی یوسف پر) بولے اے عزیز پہنچی ہے ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو سختی اور لائے ہیں ہم پونجی ناقص تو آپ پورا کیجئے ہمارے لئے پیمانہ اور صدقہ کیجئے ہم پر بے شک اللہ جزا دیتا ہے صدقہ کرنے والوں کو۔ (یوسف نے) کہا کیا تم جانتے ہو جو کیا تم نے یوسف سے اور اس کے بھائی سے جب تم ناسمجھ تھے۔ بولے کیا آپ ہی یوسف ہو۔ کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ احسان کیا ہے اللہ نے ہم پر۔ بے شک جو کوئی تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو اللہ نہیں ضائع کرتا اجر نیکی والوں کا۔ بولے اللہ کی قسم ترجیح دی ہے آپ کو اللہ نے ہم پر اور بلاشبہ ہم تھے خطا کار۔ کہا نہیں کچھ الزام تم پر آج۔ بخشے اللہ تم کو اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ لے جاؤ میرا یہ کرتہ اور ڈالو اس کو میرے باپ کے چہرے پر (تاکہ) آئیں وہ بینا ہو کر اور لے آؤ تم میرے پاس اپنے سب گھر والوں کو۔ اور جب جدا ہوا قافلہ کہا ان کے باپ نے بے شک میں پاتا ہوں بو یوسف کی اگر تم نہ کہو بڑھاپے سے بہکنے کا مجھے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم آپ تو اپنے پرانے غلط خیال میں ہیں۔ پھر جب آیا خوشخبری والا ڈالا اس نے وہ (کرتہ) اس کے چہرے پر تو وہ پلٹ گیا بینا۔ کہا کیا نہیں کہا تھا میں نے تم کو کہ میں جانتا ہوں اللہ سے جو تم نہیں جانتے۔ بولے اے ہمارے ابا بخشوائیے ہمارے لئے ہمارے گناہوں کو بے شک ہم تھے خطا کار۔ کہا میں بخشش کی دعا کروں گا تمہارے

لئے اپنے رب سے وہی ہے بخشنے والا رحم کرنے والا۔ پھر جب داخل ہوئے یوسف پر اس نے جگہ دی اپنے پاس اپنے والدین کو اور کہا سب داخل ہو مصر میں اگر اللہ چاہے امن کے ساتھ۔ اور اونچا بٹھایا اپنے والدین کو تخت پر اور سب (بھائی) گرے اس کے (یعنی یوسف کے) سامنے سجدہ کرتے ہوئے اور کہا (یوسف نے) اے ابا جان یہ تعبیر ہے میرے خواب کی پہلے کے۔ کر دیا اس کو میرے رب نے سچا اور اس نے بھلائی کی میرے ساتھ جب نکالا اس نے مجھ کو قید خانہ سے اور لے آیا تم کو گاؤں سے اس کے بعد کہ جھگڑا ڈال دیا تھا شیطان نے میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے درمیان۔ بے شک میرا رب لطیف تدبیر کرنے والا ہے اس (کام) کے لئے جو وہ چاہتا ہے۔ بے شک وہی ہے علم والا حکمت والا۔ اے میرے رب دیا تو نے مجھ کو حصہ حکومت کا اور سکھائی تو نے مجھ کو باتوں کی حقیقت اے پیدا کرنے والے آسمانوں کے اور زمین کے تو میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں۔ وفات دے مجھ کو مسلمان ہونے کی حالت میں اور ملا دے مجھ کو نیک لوگوں کے ساتھ۔

تفسیر: حضرت یعقوب علیہ السلام کے کہنے پر بھائیوں نے یہ خیال کیا کہ قحط کی وجہ سے غلہ کی بھی ضرورت ہے اور بنیامین بھی مصر میں ہیں لہٰذا غلہ کی خرید کے بہانے عزیز مصر کے پاس چلیں اور غلہ کی خریداری کے دوران خوشامد کی باتیں کریں اور جب اس کے مزاج میں نرمی دیکھیں تو بنیامین کی درخواست کریں۔ بنیامین مل جائیں تو پھر یوسف کو تلاش کریں گے۔ غرض مصر پہنچ کر (وہ جب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کہا کہ اے عزیز ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر) قحط کی وجہ سے بڑی (سختی گزر رہی ہے) گھر کا سامان بک گیا ہے (اور کچھ نکمی) اور حقیر (سی پونجی) باقی رہ گئی ہے وہی (ہم) غلہ خریدنے کے لئے (ساتھ لائے ہیں) آپ کے مکارم اخلاق اور گزشتہ مہربانیوں کو دیکھتے ہوئے ہماری درخواست ہے کہ (آپ) اس حقیر پونجی کے عوض ہی (ہمیں پورا غلہ دے دیجئے اور صدقہ) سمجھ کر ہی آپ (ہمیں دے دیجئے) کچھ کمی نہ کیجئے (بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اچھی جزا دیتا ہے)۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت (یوسف) علیہ السلام کو اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی اجازت مل چکی تھی۔ تو جونہی بھائیوں نے اتنی مسکنت کا اظہار کیا تو ان سے رہا نہ گیا اور بغیر کسی شکوہ و شکایت کے انہوں نے صرف یہ (پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا) اور اس میں بھی جرم سے زیادہ معذرت کے پہلو کو یہ کہہ کر نمایاں کیا کہ (جب تم ناسمجھ تھے)۔

اس سوال پر (بھائی) چونکے کہ اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ پھر عزیز مصر کی ان کے ساتھ غیر معمولی مہربانیاں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ ان کو یاد آیا پھر بغور دیکھنے سے کچھ کچھ پہچان

بھی لیا ہوگا۔غرض حیرت و تعجب سے (پوچھ بیٹھے کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں)۔ جواب میں (فرمایا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرے) حقیقی (بھائی) بنیامین (ہیں۔ہم پر اللہ تعالیٰ نے) بڑا (احسان کیا) کہ ہم دونوں کو پہلے صبر اور تقوے کی توفیق عطا فرمائی پھر اس کی برکت سے ہماری تکلیف کو راحت سے اور جدائی کو ملاپ سے اور مال و جاہ کی قلت کو ان کی کثرت سے تبدیل کیا۔ (واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور) مصیبتوں پر (صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے)۔ وہ (بھائی تمام سابقہ قصوں کو یاد کر کے نادم ہوئے اور معذرت کے طور پر (کہنے لگے کہ اللہ کی قسم بلاشبہ آپ کو اللہ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی اور) آپ اسی لائق تھے اور جو کچھ ہم نے کیا (ہم) اس میں (خطاوار تھے) لہٰذا آپ ہمیں اللہ کے واسطے معاف فرما دیجئے۔ (یوسف) علیہ السلام (نے فرمایا آج تم پر) میری طرف سے (کوئی الزام نہیں ہے) بےفکر رہو میرا دل صاف ہوگیا۔ (اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ) ضرور معاف کرے گا کیونکہ وہ (سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے) توبہ کرنے والے کا قصور معاف کرتا ہے۔ اور موجودہ حالات میں میرا گھر جانا مشکل ہے لہٰذا (تم لوگ) جاؤ اور (میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور اس کو میرے والد کے چہرے پر ڈالو تا کہ وہ بینا) ہو جائیں اور یہاں تشریف لے (آئیں اور اپنے) باقی (گھر والوں کو بھی سب کو میرے پاس لے آؤ) کہ سب مل کر یہاں شہر میں رہیں۔

(اور) حضرت یوسف علیہ السلام سے بات چیت کے بعد ان کے فرمان کے موافق (جب) کرتہ لے کر چلنے کی تیاری کی اور (قافلہ) مصر کے شہر سے چلا تو دوسری طرف شام میں (ان کے والد نے) اپنے پاس والوں سے (کہا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو) میں کہتا ہوں کہ معجزہ اور خرق عادت کے طور پر (مجھے تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے) اور معجزہ چونکہ بندے کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے کرنے سے ہوتا ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کی خوشبو مجھ کو پہنچا دی اور اس سے پہلے نہیں چاہا تو نہیں پہنچائی۔ (وہ) پاس والے (کہنے لگے اللہ کی قسم آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں) مبتلا (ہیں) کہ یوسف زندہ ہیں اور ملیں گے۔ اسی خیال کے غلبہ سے اب خوشبو کا وہم ہوگیا ہے حالانکہ واقع میں خوشبو وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام خاموش ہو رہے۔ (پھر جب) یوسف علیہ السلام کے صحیح سلامت ہونے کی (خوشخبری لانے والا) کرتہ لے کر (آ پہنچا تو) آتے ہی (اس نے وہ کرتہ ان کے چہرے پر لا کر ڈال دیا بس فوراً ہی بینا ہو گئے)۔ آنے والوں نے آپ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے (فرمایا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے)۔ آخر میری بات سچ ثابت ہوئی نا۔ سب (بیٹوں نے کہا اے ابا جان) بے شک (آپ) کی بات سچی تھی ہم غلطی پر تھے۔ آپ خود بھی ہمیں معاف کر دیجئے اور پھر (ہمارے لئے

اللہ تعالیٰ سے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کیجئے بے شک ہم خطا کار تھے یعقوب) علیہ السلام (نے فرمایا میں) تمہیں معاف کرتا ہوں اور (عنقریب قبولیت دعا کا وقت آنے پر (تمہارے لئے بخشش کی دعا کروں گا۔ بلاشبہ وہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے)۔

سب تیاری کر کے مصر کو چلے۔ حضرت یوسف علیہ السلام خبر سن کر استقبال کے لئے شہر سے باہر تشریف لائے اور وہیں باہمی ملاقات کا اہتمام کیا۔ (پھر جب یہ سب) کے سب (یوسف) علیہ السلام (کے پاس پہنچے تو انہوں نے) سب سے ملنے کے بعد (اپنے والدین) کی تعظیم کرتے ہوئے ان (کو اپنے پاس جگہ دی اور) بات چیت سے فارغ ہوکر (کہا کہ سب مصر کے اندر چلئے) اور (انشاء اللہ وہاں امن) اور چین سے (رہئے نہ) جدائی کا غم ہوگا (اور) نہ قحط کی تنگی ہوگی۔ جب سب شہر میں داخل ہو گئے تو (یوسف) علیہ السلام (نے) تعظیم کی خاطر (اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور) اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے سرکاری جاہ وجلال کو دیکھ کر سب کے دلوں پر ایسی عظمت اور ایسے رعب کی کیفیت طاری ہوئی کہ سب کے (سب ان کے سامنے سجدہ) تعظیمی (میں گر گئے)۔ سجدہ تعظیمی پہلی امتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں اس سے منع کر دیا گیا ہے۔ (اور) یہ حالت دیکھ کر (وہ کہنے لگے اے ابا جان یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو میں نے پہلے زمانہ میں دیکھا تھا۔ اس خواب کو میرے رب نے سچا) ظاہر (کر دیا اور) اسی کے ضمن میں (اللہ تعالیٰ نے) مزید احسان فرمائے (1) جب مجھ کو قید خانہ سے نکالا تو میرے ساتھ بہت بڑی بھلائی کی) اور مجھے ملک میں خودمختار حاکم بنا دیا (اور (2) اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا تھا) تاکہ ہم کبھی بھی جمع نہ ہوسکیں اللہ تعالیٰ (آپ سب کو گاؤں سے یہاں لے آئے) اور سب کو جمع کر دیا (بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی لطیف تدبیر کر دیتا ہے بلاشبہ وہی بڑا علم وحکمت والا ہے) اپنے علم وحکمت سے سب کاموں کی تدبیر درست کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ان دنیوی احسانات کا ذکر زبان پر آیا تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے کرم واحسان کی طرف توجہ ہوئی کیونکہ مومن کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی موقع پر آخرت سے غافل نہیں ہوتا اور حضرت یوسف علیہ السلام تو بارگاہ الٰہی کے مقربین میں سے تھے وہ کیسے غافل رہتے لہٰذا فوراً اللہ تعالیٰ سے دعا کی طرف متوجہ ہوئے اور یوں مناجات کی کہ (اے میرے رب آپ نے مجھ کو) مذکورہ بالا نعمتوں کے علاوہ دنیا میں (حکومت کا ایک) بڑا (حصہ عطا فرمایا اور آپ نے مجھے باتوں کی حقیقت کا علم عطا فرمایا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے آپ ہی میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی آخرت میں بھی تو آپ مجھے جب تک زندہ رکھئے ایمان پر رکھئے اور جب آپ مجھے وفات دیں تو (آپ مجھے اسلام

کی حالت میں وفات دیجئے اور) آخرت میں (نیک لوگوں کے ساتھ ملا دیجئے)۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کی حقانیت اور توحید کا اثبات

ذٰلِكَ مِنْ

اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا

اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ

عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ

اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: یہ ہے غیب کی خبروں سے، ہم وحی کرتے ہیں یہ تیری طرف اور نہ تھا تو ان کے پاس جب پختہ کیا انہوں نے اپنے ارادے کو اور وہ مکر کرنے لگے۔ اور نہیں ہیں اکثر لوگ اگرچہ تو حرص کرے ایمان والے۔ اور نہیں تو سوال کرتا ان سے اس پر کچھ اجر کا۔ نہیں ہے یہ مگر نصیحت جہانوں کے لئے۔ اور کتنی ہی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں گزرتے ہیں یہ جن پر اس حال میں کہ وہ ان سے بے توجہی کرتے ہیں اور نہیں ایمان لاتے اکثر لوگ اللہ پر مگر اس حال میں کہ وہ مشرک بھی ہوتے ہیں۔ کیا امن میں ہو گئے وہ اس سے کہ آئے ان پر کوئی آفت اللہ کے عذاب کی یا آ پہنچے ان پر قیامت اچانک اور وہ خبر نہ رکھتے ہوں۔

تفسیر: (یہ) قصہ جو اوپر ذکر ہوا آپ کے اعتبار سے (غیب کی خبروں میں سے ہے) کیونکہ اس کو جاننے کا کوئی ظاہری ذریعہ آپ کے پاس نہیں ہے۔ نہ آپ رسمی طور پر پڑھے لکھے ہیں، نہ یہ باتیں کسی ظاہری استاد سے سیکھنے کی نوبت آئی اور نہ ہی اس قدر تفصیل بائبل یا کسی اور کتاب میں موجود

ہے صرف (ہم ہی وحی کے ذریعہ آپ کو یہ قصہ بتاتے ہیں اور) یہ بات بھی واضح ہے کہ (آپ ان) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں (کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جب انہوں نے) یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا (اپنا ارادہ پختہ کر لیا تھا اور وہ) اس کے متعلق (مکر) و تدبیریں (کرنے لگے) کہ والد سے یوں بات کریں گے اور یوسف کو اس طرح سے کنویں میں ڈالیں گے اور واپس آ کر یوں بہانہ کریں گے۔ غرض یہ بات یقینی ہے کہ مذکورہ قصہ کا تفصیلی علم آپ کو صرف ہماری وحی کے ذریعہ ہی ہوا اور یہ آپ کے نبی ہونے کی اور قرآن کے حق ہونے کی واضح دلیل ہے (اور) چونکہ نبی اور قرآن دونوں توحید کے داعی ہیں اس لئے ان کے حق ثابت ہونے سے توحید بھی حق ثابت ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود (بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے اگر چہ آپ) ان کے ایمان لانے کا کتنا ہی (حرص کریں اور) جو لوگ نہیں مانتے تو نہ مانیں لیکن یہ بات ان کے پیش نظر رہے کہ اس میں ان کا اپنا ہی نقصان ہے آپ کا نہیں کیونکہ (آپ ان سے اس) قرآن (پر کچھ اجرت نہیں مانگتے) کہ نہ مان کر یہ آپ کو اجرت سے محروم کر دیں بلکہ (یہ) قرآن (تمام جہان والوں کے لئے محض نصیحت) و فہمائش (ہے) جو آپ نے اس کے ذریعہ سے پہلے بھی کی ہے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ (اور) جس طرح قرآنی آیات سن کر یہ لوگ ایمان نہیں لائے اسی طرح کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں کو دیکھ کر بھی کچھ اثر نہیں لیتے حالانکہ ان نشانیوں پر غور کر کے آدمی آسانی سے توحید الٰہی کو پا سکتا ہے۔ غرض (آسمانوں اور زمین میں) توحید کی (کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ گذرتے ہیں اور) ان کو دیکھتے ہیں لیکن (ان پر غور و فکر سے اعراض کرتے ہیں۔ اور) اسی عدم توجہی کی وجہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ (اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں) یعنی زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصہ دار بناتا ہے، کوئی اس کے لئے بیٹیاں تجویز کرتا ہے، کوئی اسے روح اور مادہ کا محتاج کہتا ہے، کوئی پادریوں کو خدائی اختیارات دیتا ہے اور کوئی قبر پرستی اور تعزیہ پرستی میں مبتلا ہے اور کتنے ہی ہیں جو کم از کم ریاکاری میں اور خواہش نفس کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں۔ توحید و رسالت کا انکار تو بہت بڑا جرم ہے جس کی بہت سخت سزا ہے لیکن یہ لوگ اس کے انجام سے مطمئن ہیں تو (کیا وہ اس بات سے مطمئن بیٹھے ہیں کہ ان پر خدا کے عذاب کی کوئی) ایسی (آفت آ جائے) جو ان کو گھیر لے (یا ان پر اچانک قیامت آ جائے اور ان کو) پہلے سے (خبر بھی نہ ہو)۔

ربط: توحید کے اثبات کے بعد اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت فرماتے ہیں کہ ان منکروں کی پرواہ نہ کیجئے اپنا کام کرتے رہئے اور حق کی آواز لگاتے رہئے۔ جو انکار کریں تو وہ اپنا انجام خود سوچ لیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ
اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ
اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا
جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ
مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ
وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع

ترجمہ: تو کہہ دے یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں میں اللہ کی طرف بصیرت پر ہوں میں اور وہ جس نے میری اتباع کی اور پاک ہے اللہ اور نہیں ہوں میں مشرکوں میں سے۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے مگر مردوں کو ہم وحی کرتے تھے ان کی طرف بستیوں والوں میں سے۔ کیا پس وہ نہیں چلے زمین میں کہ دیکھتے کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے اور دار آخرت بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیز گار ہوئے۔ کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو۔ یہاں تک کہ جب مایوس ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ جھوٹ کہا گیا تھا ان سے آ پہنچی ان کو ہماری مدد تو بچا لیا گیا جن کو ہم نے چاہا۔ اور نہیں پھیرا جاتا ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے۔ ان کے قصہ میں عبرت ہے عقل والوں کے لئے۔ نہیں ہے یہ بات بنائی ہوئی ولیکن یہ تصدیق ہے اس کی جو اس سے پہلے ہے اور (یہ) تفصیل ہے ہر شے کی اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

تفسیر: اے رسول (آپ) ان منکروں کی پروا نہ کیجئے۔ آپ اپنا کام کرتے رہئے اور یہ (آواز لگاتے رہئے کہ یہ) خالص توحید (ہی میرا راستہ ہے) اور (میں) لوگوں کو بھی (خدا کی) توحید کی (طرف بلاتا ہوں اور میں اور میرے پیروکار) اس سیدھے راستے پر دلیل و (بصیرت کے ساتھ ہیں) اور اس کی وجہ سے ہم میں سے ہر شخص پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ (اللہ تعالیٰ) ہر قسم کے شرک سے (پاک ہے اور میں) کسی بھی طرح سے (شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)۔

آپ کی دعوت کے بعد پھر بھی جو انکار کریں تو وہ اپنا انجام خود سوچ لیں کیونکہ آپ کو کوئی نیا نہیں بھیجا گیا بلکہ (آپ سے پہلے) لوگوں کی طرف بھی (رسول بھیجے گئے جو سب کے سب مرد تھے) جنہوں نے اپنی اپنی قوم کے لوگوں میں چل پھر کر اعلانیہ تبلیغ کی اور (جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے)۔ عورتوں کو نبی نہیں بنایا کہ جن کا پردہ تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ بنتا۔ ان کی قوم نے نہ مانا تو اس کو سزا دی گئی۔ یہ لوگ جو انکار کرتے ہیں (کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ) اپنی آنکھوں سے (دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے کافروں کا) دنیا میں (کیا انجام ہوا) اور اس سے سمجھ لیتے کہ آخرت میں تو ان کا اور برا حال ہوگا (جب کہ دار آخرت بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں تو) آپ ان سے فرما دیجئے کہ (کیا تم یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ہو۔) اور اگر ان کو عذاب میں تاخیر ہونے سے شبہ ہو رہا ہو تو ان کو جان لینا چاہئے کہ پچھلی قوموں کو بھی بڑی بڑی مہلتیں دی گئیں یہاں تک کہ مہلت کے بہت طویل ہونے کی وجہ سے (جب رسول ناامید ہونے لگے اور) طبعی طور سے بے اختیار (ان کو وسوسہ ہونے لگا کہ ان سے غلط وعدہ کیا گیا تھا) اگرچہ عقلی و اختیاری طور پر وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر پورا یقین رکھتے (اس وقت ان کو ہماری مدد پہنچی) جو یہ تھی کہ کفار پر عذاب آیا (پھر) اس عذاب سے (ہم نے جس کو چاہا وہ بچا لیا گیا) اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ایمان اور نیک عمل کو اختیار کیا تھا جب کہ کافر اس عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے (اور ہمارا عذاب) ہوتا ہی ایسا ہے کہ (مجرم لوگوں سے نہیں ہٹایا جاتا)۔ اور (گذشتہ قوموں کے) ان مذکورہ (قصوں میں سمجھدار لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے) اس لئے ان کافروں کو چاہئے کہ غفلت چھوڑ کر سمجھداری سے کام لیتے ہوئے عبرت حاصل کریں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو ان کے سامنے یہ حقیقت بھی کھل جائے گی کہ (قرآن کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ وہ تو اپنے سے پہلے کی) آسمانی کتابوں کی (تصدیق کرنے والا ہے اور ہر) ضروری (بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت و رحمت کا ذریعہ ہے)۔

سورہ رعد

ربط: اوپر کی سورہ یوسف کے آخر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ سے توحید کا اثبات کیا تھا۔ اسی مضمون کو آگے مزید بڑھاتے ہیں۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۴۳ - رُكُوْعَاتُهَا ۶

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ
بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ
وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ
فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ
اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ
وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۴

ترجمہ: الٓمّٓرٰ یہ آیتیں ہیں کتاب کی۔ اور جو کچھ اتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی جانب سے حق ہے ولیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔ اللہ ہے کہ اس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستون کے دیکھتے ہو تم ان کو پھر قائم ہوا عرش پر اور مسخر کیا سورج کو اور چاند کو۔ (ان میں سے) ہر ایک چلتا ہے وقت مقرر کیلئے۔ وہ تدبیر کرتا ہے کام کی ظاہر کرتا ہے نشانیاں تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔ اور وہی ہے جس نے پھیلایا زمین کو اور بنائے اس میں پہاڑ اور نہریں۔ اور تمام پھلوں سے رکھے اس (زمین) میں جوڑے دو دو قسم کے، ڈھانپتا ہے رات کو دن پر، بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں۔ اور زمین میں قطعے ہیں پاس پاس اور باغ ہیں انگوروں کے اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں دو شاخہ تنے والے اور دو شاخہ کے غیر۔ سیراب کئے جاتے ہیں ایک پانی سے اور ہم بڑھاتے ہیں ان کے بعض کو (دوسرے) بعض پر پھلوں میں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

تفسیر: الٓمّٓرٰ سابقہ آیتوں کی طرح اس سورت کی (یہ) آیتیں جو تمہارے سامنے پیش ہیں (عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں) جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتاری گئی ہے۔ (اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ) بالکل (حق) اور سچ (ہے) جس کا تقاضا ہے کہ سب ہی اس کو مانیں (لیکن) امر واقعہ یہ ہے کہ (اکثر لوگ) ایسی صاف اور واضح حقیقت کو (نہیں مانتے) جو بڑے تعجب کی بات ہے کیونکہ جس (اللہ) نے یہ کتاب نازل کی ہے وہ تنہا ایسی قدرت والا (ہے کہ اس نے ستون کے بغیر آسمانوں کو اونچا کھڑا کیا) اور (تم) بھی (ان کو) بغیر ستون کے (دیکھتے ہو پھر) اپنے (عرش پر) جو سلطنت کے تخت کے مشابہ ہے اس طرح (قائم) اور جلوہ فرما (ہوا) جو اس کی شان کے لائق ہے جس کی ممکنہ صورت یہ ہے کہ عرش پر اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص تجلی قائم ہوئی (اور) اسی تجلی کے ذریعہ سے امور عالم کی تدبیر کی جاتی ہے جس کی ایک مثال یہ ہے کہ (اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا) یعنی ان کو کام پر لگا دیا لہٰذا ان میں سے (ہر ایک) قیامت کے (وقت مقرر تک کے لئے چلتا ہے) یا چلتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ غرض (وہی) اللہ عالم کے سب (کام کی تدبیر کرتا ہے) جن میں سے کچھ تدبیریں بندوں کی ہدایت کی ہیں۔ منجملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی تشریعی اور تکوینی و تخلیقی (نشانیوں کو ظاہر کرتا ہے تاکہ تم) ان میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود اور صرف اسی کے تنہا مالک الملک ہونے کا اور ہر طرح سے با اختیار حاکم ہونے کا اقرار کرلو اور سمجھ لو کہ جیسے کوئی بھی باخبر اور باتدبیر حکمران اپنے باغیوں اور نافرمانوں کو آزاد نہیں چھوڑتا بلکہ کبھی نہ کبھی پکڑ کر سزا دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تم کو کیوں چھوڑنے لگا۔ تو تم بھی (اپنے رب سے ملاقات کا یقین کرلو)۔ اس کی نشانیاں یہ بھی ہیں کہ (وہی ہے جس نے

زمین کو پھیلایا اور اس میں) ایک جگہ جمے رہنے والے (پہاڑ اور) مسلسل چلنے والی (نہریں بنائیں اور) اسی زمین میں (ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے) مثلاً کھٹے و میٹھے اور چھوٹے و بڑے پھل (پیدا کیئے) اور وہ (دن) کی روشنی (پر رات) کی تاریکی (کو ڈھانپ دیتا ہے۔ بلاشبہ ان چیزوں میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے) اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید پر بڑی (نشانیاں ہیں اور) مزید نشانیاں یہ ہیں کہ (زمین میں پاس پاس قطعے ہیں) اور موسم بھی ایک ہے لیکن اس کے باوجود کسی میں (انگوروں کے باغ ہیں اور) کسی میں مختلف (کھیتیاں ہیں اور) کسی میں (کھجور کے درخت ہیں دو شاخہ تنے والے اور دو شاخہ کے علاوہ بھی) حالانکہ ان میں سے (ہر ایک کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور) پھر یہ کہ (ہم ان) درختوں (میں سے بعض کو دوسروں پر پھلوں میں بڑھاتے ہیں) یعنی بعض میں پھل زیادہ لگاتے ہیں اور بعض میں کم لگاتے ہیں۔

(بلاشبہ ان) چیزوں (میں) بھی (سمجھ سے کام لینے والوں کے لئے) ہماری توحید اور ہماری قدرت پر کافی (نشانیاں ہیں)۔

ربط: لیکن تعجب ہے کہ انکار کرنے والے ان نشانیوں سے کچھ اثر قبول نہیں کرتے اور بے عقلی کی باتیں کرتے ہیں۔ اس سے ان کا اپنا ہی نقصان ہے۔ نہ وہ اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ رسول کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔

وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَإِذَا
كُنَّا تُرَابًا ءَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ
وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ
فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٥﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ
خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ ۗ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ
عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٦﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ
كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۖ وَ
لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿٧﴾

ترجمہ: اور اگر تو تعجب کرے تو قابل تعجب ہے ان کا کہنا کہ کیا جب ہم ہو جائیں گے مٹی کیا ہم ہوں گے نئی پیدائش میں۔ یہی ہیں جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کا اور یہی ہیں کہ طوق ہیں ان کی گردنوں میں اور یہی ہیں آگ والے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ جلدی طلب کرتے ہیں تجھ سے برائی (مصیبت) کو بھلائی (عافیت) سے پہلے حالانکہ گزر چکی ہیں ان سے پہلے مثالیں اور بے شک تیرا رب بخشش والا ہے لوگوں کے لئے ان کی زیادتی پر اور بے شک تیرا رب سخت سزا والا ہے۔ اور کہتے ہیں کافر کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی جانب سے۔ محض تو ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لئے (ہوا) ہے رہنما۔

تفسیر: لیکن انکار کرنے والوں کا معاملہ یہ ہے کہ (اگر آپ) کسی بات پر (تعجب کریں تو ان کی باتوں پر کر سکتے ہیں جن میں سے (تعجب کے لائق) ایک بات (ان کا) یہ (کہنا ہے کہ جب ہم) مر کر (خاک ہو جائیں گے تو کیا) اس کے بعد (ہم پھر از سر نو پیدا ہوں گے)۔ ان کی یہ بات لائق تعجب اس وجہ سے ہے کہ اوپر مذکور نشانیوں کے بارے میں وہ مانتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر ہیں اور یہ کہ خود وہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہیں تو ان کے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ان کو دوبارہ پیدا کرنا کیسے بعید ہے۔ (یہی لوگ ہیں جنہوں نے) موت کے بعد جی اٹھنے کا ہی انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو گویا (اپنے رب) کی قدرت اور بادشاہی (کا انکار کر ڈالا اور) ایسے باغیوں کا انجام یہ ہوگا کہ (ان ہی کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور) ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی اور (یہ آگ والے ہوں گے) لہذا اس حالت میں ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا (جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے)۔ آخرت میں تو ان کا یہ حال ہوگا لیکن دنیا میں (یہ لوگ) ایسے ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں کہ ایک تو (عافیت) والی مہلت ختم ہونے (سے پہلے ہی) آپ کو جھوٹا سمجھ کر (آپ سے مصیبت) کے نازل ہونے (کی جلدی مچاتے ہیں) کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر جلدی عذاب منگا دیجئے (حالانکہ ان سے پہلے) گزشتہ کافر قوموں پر نزول عذاب کی (مثالیں گزر چکی ہیں) تو اللہ کے لئے ان موجودہ کافروں پر عذاب لے آنا کیا مشکل ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ (آپ کا رب) اپنے حلم وعفو کی وجہ سے ہر چھوٹے بڑے جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ وہ (لوگوں کی زیادتیوں) کو دیکھ کر ان (سے درگزر کرتا رہتا ہے) لیکن جب ان کی زیادتیوں اور شرارتوں کا سلسلہ حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو اس وقت ان کی سخت گرفت کرتا ہے (اور بلاشبہ آپ کا رب سخت سزا والا ہے۔ اور کفار) کی ڈھٹائی کی دوسری بات یہ ہے کہ بہت سے معجزوں اور تکوینی نشانیوں اور قرآنی آیتوں کو دیکھنے اور سننے کے بعد بھی یہ (کہتے ہیں کہ رسول پر ان کے رب کی طرف سے) وہ معجزہ اور (نشانی کیوں نہیں اتاری جاتی) جو ہم مانگتے ہیں تاکہ ہم بھی مان لیتے۔ اس کے

جواب میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت فرماتے ہیں کہ آپ ان کو ڈھٹائی کرنے دیجئے اور ان کے مطالبوں پر توجہ نہ دیجئے، معجزہ دکھلانا ہمارا کام ہے (آپ تو محض ڈرانے والے) اور راہ دکھانے والے (ہیں اور) ہماری طرف سے (ہر قوم کے لئے) محض (راہ دکھانے والا) ہی (ہوا ہے)۔

ربط: لیکن یہ ڈھیٹ لوگ ممکن ہے آخرت کے بارے میں یوں خیال کریں کہ اللہ تعالیٰ کی تو بڑی ذات ہے۔ ہماری ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے در پے ہونا اس کی شان کے خلاف ہے اور اس کو ہمارے کاموں کی خبر نہیں۔ علاوہ ازیں ہر ہر شخص کے اعمال کا حساب کرنے کے لئے تو بڑا غلبہ چاہئے جو متصور نہیں لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہمارا مقدمہ پیش ہونا ہے اور نہ ہی قیامت آنی ہے اس لئے آگے ان کے خیال کی تردید فرماتے ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی وسعت علمی کو بیان کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ
الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَاۗءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ
الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ
بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ
مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا
بِاَنْفُسِهِمْ ۭ

ترجمہ: اللہ جانتا ہے جو اٹھاتی ہے ہر مادہ اور جو سکڑتے ہیں رحم اور جو بڑھتے ہیں اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازے سے ہے۔ جاننے والا ہے چھپی چیز کا اور ظاہر چیز کا، سب سے بڑا عالی شان ہے۔ برابر ہے تم میں سے جو آہستہ کہے بات کو اور جو اعلانیہ کہے اس کو اور جو چھپتا ہے رات میں اور چلتا پھرتا ہے دن میں۔ اس کے پہریدار ہیں بندے کے سامنے اور اس کے پیچھے حفاظت کرتے ہیں اس (بندے) کی اللہ کے حکم سے۔ بے شک اللہ نہیں بدلتا عنایت کسی قوم کی یہاں تک کہ وہ بدل دیں حالت اپنی۔

تفسیر: اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے کاموں کی کیا خبر ہوگی تو جان لو کہ (اللہ)

تعالیٰ کا علم ایسا وسیع ہے کہ اس کو ذرے ذرے کی خبر ہے۔ وہ یہ بھی (جانتا ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے) کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے، پورا ہے یا ادھورا ہے، نیک بخت اور جنتی ہے یا بد بخت اور جہنمی ہے اور اس کا رزق کتنا ہے وغیرہ۔ اور وہ جانتا ہے جو کچھ عورت کے رحم میں حمل میں یا حمل کی مدت میں کمی بیشی ہوتی ہے کہ کبھی ایک بچہ ہوتا ہے (اور) کبھی ایک سے زیادہ اور کبھی ولادت جلدی ہو جاتی ہے اور کبھی دیر سے۔ اس طرح (وہ پیٹ کے گھٹنے اور بڑھنے) کے تمام اسرار و اسباب اور اوقات و احوال (کو) پوری طرح (جانتا ہے اور) یہی نہیں بلکہ (اس کے نزدیک) یعنی اس کے علم میں ہر (ہر چیز ایک) خاص (اندازے سے ہے)۔ غرض (وہ) تمام (پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا اور عالی شان ہے) یہاں تک کہ (تم میں سے جو) شخص کوئی (بات) دل میں چھپائے اور جو زبان سے (آہستہ سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو رات میں) لوگوں سے (چھپے) اور چھپ کر اچھے یا برے کام کرے (اور دن میں) اعلانیہ (چلے پھرے) یہ سب خدا کے علم میں (برابر ہیں) یعنی وہ سب کو یکساں جانتا ہے۔ غرض وہ تم سب کے بارے میں پوری پوری معلومات رکھتا ہے تمہارے فرد فرد کی بھی جس کی بنیاد پر تم میں سے ایک ایک (بندے کے سامنے) بھی (اور اس کے پیچھے بھی خدا کے پہریدار) فرشتے مقرر کیے گئے (ہیں) جو (اللہ کے حکم سے اس) بندے (کی) بہت سی بلاؤں سے (حفاظت کرتے ہیں) اور تمہاری اجتماعیت کی بھی جس کی بنیاد پر (اللہ) تعالیٰ (کسی قوم پر جو) اس کی مہربانی و (عنایت ہوتی ہے اس کو نہیں بدلتا) اور اس پر عذاب نہیں اتارتا (یہاں تک کہ قوم والے ہی) اللہ کے ساتھ (اپنی) صحیح حالت اور (روش کو بدل ڈالیں)۔ غرض اللہ کے علم میں ہوتا ہے کہ قوم کب اپنی روش بدلتی ہے۔

ربط: اللہ تعالیٰ کی وسعت علمی کو بیان کرنے کے بعد آگے بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو زبردست غلبہ بھی حاصل ہے۔

وَإِذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ
مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ
طَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ ۚ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا
مَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ: اور جب ارادہ کرتا ہے اللہ کسی قوم پر عذاب کا تو نہیں ہوتا ہٹنا اس کے لئے۔ اور نہیں ہوتا ان کے لئے اس کے سوا کوئی مددگار۔ وہی ہے جو دکھاتا ہے تم کو بجلی ڈرانے کو اور امید دلانے کو اور اٹھاتا ہے بادل بھاری۔ اور تسبیح کرتا ہے گرجنے والا اس کی تعریف کے ساتھ اور (تسبیح کرتے ہیں) فرشتے اس کے خوف سے اور وہ بھیجتا ہے بجلیاں پھر پہنچا دیتا ہے ان کو جس پر چاہتا ہے۔

تفسیر: اور وسیع علم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ زبردست غلبہ والے ہیں کہ (کسی قوم) کی روش کی تبدیلی (پر جب اللہ) اس قوم پر (عذاب) اتارنے (کا ارادہ کرتے ہیں تو پھر اس) عذاب (کے ہٹنے کی) کوئی (صورت نہیں ہوتی) وہ واقع ہو کر رہتا ہے (اور) ایسے وقت میں (خدا کے علاوہ کوئی) اور (ان) قوم والوں (کا مددگار نہیں ہوتا) اور (وہ) ایسا عظیم الشان ہے کہ وہ بارش کے وقت (تم کو) چمکتی ہوئی (بجلی دکھاتا ہے ڈرانے کو اور امید دلانے کو) کہ بجلی کے گرنے کا ڈر بھی ہوتا ہے اور بارش کی امید بھی ہوتی ہے (اور وہ) پانی سے بھرے (بھاری بادلوں کو اٹھاتا ہے۔ اور گرجنے والا) بادل بھی اسی کے تابع فرمان ہے اور وہ اپنے گرجنے میں (اللہ کی پاکی اس کی تعریف کے ساتھ بیان کرتا ہے اور) مختلف کاموں پر مامور (فرشتے) بھی (اس کے خوف سے) اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں اور اللہ کی پاکی اس کی تعریف کے ساتھ پڑھتے رہتے ہیں۔ (اور وہ) زمین کی طرف کڑک (بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے)۔

ربط: اور جب اللہ تعالیٰ ایسی زبردست صفات والے ہیں تو وہی عبادت کے لائق ہیں۔

وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ﴿١٣﴾ لَهُ
دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ
بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَ
مَا دُعَاءُ الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ﴿١٤﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿١٥﴾ السجدة

ترجمہ: اور یہ جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں حالانکہ وہ سخت پکڑ والا ہے۔ اسی کے لئے ہے سچا پکارنا اور وہ (معبود) جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا نہیں قبول کرتے ان کے لئے

کچھ مگر مانند پھیلانے والے کے اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف تا کہ (پانی) پہنچ جائے اس کے منہ میں حالانکہ نہیں ہے وہ (پانی) پہنچنے والا اس تک اور نہیں ہے پکار کافروں کی مگر بے اثری میں۔ اور اللہ کے لئے سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں خوشی سے اور مجبوری سے اور (سجدہ کرتے ہیں) ان کے سائے بھی صبح میں اور شام میں۔

تفسیر: (یہ لوگ اللہ تعالیٰ) کی ان عظیم الشان صفات کے باوجود اس کے اکیلے معبود ہونے (کے بارے میں جھگڑتے ہیں) اور اس کی توحید کا انکار کرتے ہیں (حالانکہ) اس کا انجام برا ہے کیونکہ شرک کرنا اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنا ہے اور اس جرم پر (اللہ سخت پکڑ) کرنے (والا ہے)۔ آخر وہ سخت پکڑ کیوں نہ کرے جب کہ (سچا پکارنا) خاص (اس کے لئے ہے) کیونکہ وہی ہر قسم کے نفع وضرر کا مالک ہے (اور وہ) جھوٹے معبود (جن کو یہ) لوگ اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں (اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں) وہ قدرت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی درخواست کو (منظور نہیں کر سکتے مگر مانند) اتنا جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے (جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہو) اور اس پانی کو اشارہ سے اپنی طرف بلا رہا ہو (تا کہ) وہ (پانی) خود بخود اڑ کر (اس کے منہ میں آ جائے حالانکہ وہ پانی) کسی طرح بھی خود بخود (اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں)۔ غرض جس طرح پانی اس کی درخواست قبول کرنے سے عاجز ہے اسی طرح ان کے جھوٹے معبود بھی ان کی درخواست قبول کرنے سے عاجز ہیں (اور) اسی لئے (کافروں کی ان سے درخواست کرنا محض بے اثر ہے اور) اللہ تو ایسی شان والا ہے کہ (جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کے سامنے سرخم کئے ہوئے ہیں) بعض (خوشی سے) کہ خود اپنے اختیار سے عبادت کرتے ہیں (اور) بعض (مجبوری سے) کہ اللہ تعالیٰ کے حکم تکوینی کے آگے تو کائنات کی ہر چیز تابع ہے (اور) کوئی ان کی مخالفت نہیں کر سکتا یہاں تک کہ (ان) زمین والوں (کے سائے) بھی ہر وقت عموماً لیکن (صبح اور شام کے وقتوں میں) خصوصاً جب کہ وہ زیادہ نمایاں ہوتے ہیں (سرخم کئے) ہوتے (ہیں) مطلب یہ ہے کہ سایوں کا گھٹنا بڑھنا اور دائیں بائیں کو مائل ہونا سب اللہ کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔

ربط: آگے اللہ تعالیٰ کے استحقاق عبادت کو توحید وشرک کا تقابل کر کے سمجھاتے ہیں۔

قُلْ

مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ

دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ

يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ
أَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ
قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: کہہ کون رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ کہہ دے اللہ ہے۔ کہہ کیا پھر تم نے قرار دیئے ہیں اللہ کے سوا (ایسے) مددگار جو اختیار نہیں رکھتے اپنے لئے نفع کا اور نہ نقصان کا۔ کہہ کیا برابر ہیں اندھا اور بینا، یا کیا برابر ہیں اندھیرے اور اجالے یا بنائے ہیں انہوں نے اللہ کے لئے شریک (کہ) انہوں نے پیدا کیا مثل اللہ کے پیدا کرنے کے پھر مشتبہ ہو گئی پیدائش ان پر۔ کہہ دے اللہ ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا اور وہی ہے اکیلا زبردست۔

تفسیر: توحید وشرک کا تقابل کرتے ہوئے ایک (آپ) ان کافروں سے یوں (کہئے کہ آسمانوں کا اور زمین کا) اور جو کچھ ان میں ہے ان کا (پروردگار) یعنی ان کی حفاظت کرنے والا اور درجہ بدرجہ ان کو کمال تک پہنچانے والا (کون ہے)۔ چونکہ ان کافروں کو بھی خدا تعالیٰ کے پروردگار ہونے سے انکار نہیں اس لئے (آپ) خود ہی (کہہ دیجئے کہ اللہ ہے)۔ اس کے بعد (آپ کہئے کہ) جب اللہ ہی ان کا پروردگار ہے تو وہ تو بڑی قدرت والا ہوا تو (کیا پھر) بھی (تم نے خدا) جیسے قادر (کے سوا ایسے مددگار قرار دے رکھے ہیں جو) خود عاجز ہیں اور (اپنے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے)۔ دوسرے (آپ) یہ (کہئے کہ) موحد اور مشرک میں ایسا فرق ہے جیسے بینا اور نابینا میں اور توحید وشرک کا مقابلہ ایسا سمجھو جیسے اجالے کا اندھیرے سے تو (کیا نابینا اور بینا برابر) ہو سکتے (ہیں یا کیا اندھیرے اور اجالے برابر) ہو سکتے (ہیں)۔ مطلب یہ ہے کہ کیا ایک اندھا مشرک جو شرک کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہو اور بینا موحد جو فہم وبصیرت اور ایمان ومعرفت کے اجالے میں فطرت انسانی کے صاف راستہ پر چل رہا ہو یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں کہ ان کا انجام ایک جیسا ہو اور تیسرے یہ کہئے (کیا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں جنہوں نے خدا کے پیدا کرنے کے مثل کسی چیز کو پیدا کیا ہو پھر اس وجہ سے ان پر) دونوں کی کی ہوئی (پیدائش مشتبہ ہوگئی) یعنی ان کو دونوں کا پیدا کرنا ایک جیسا معلوم ہوا ہو اور اس سے استدلال کیا ہو کہ جب دونوں ہی خالق ہیں تو دونوں معبود بھی ہوں گے تو اس کے جواب میں (آپ) یہ (کہئے کہ) تمہارے معبود تو ایک مکھی کا پر اور ایک مچھر کی ٹانگ بھی نہیں بنا سکتے جب کہ (اللہ ہر چیز کا خالق اور وہی) اپنی ذات میں (اکیلا) اور سب مخلوقات پر غالب و (زبردست ہے)۔

ربط: پچھلی آیات میں توحید وشرک کا تقابل کیا گیا تھا آگے ایک مثال کے ذریعہ سے حق و باطل یعنی توحید اور شرک کے تقابل کی کیفیت بتاتے ہیں۔

اَنۡزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا
رَّابِيًا‌ ؕ وَمِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ
زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَـقَّ وَالۡبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ
فَيَذۡهَبُ جُفَآءً‌ ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ
كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ؕ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اتارا اس نے آسمان سے پانی تو بہہ پڑے نالے اپنی مقدار بھر۔ پھر اٹھا لیا سیلاب نے جھاگ پھولا ہوا اور اس سے جس پر دھونکتے ہیں آگ میں زیور یا سامان کی طلب میں جھاگ ہوتا ہے اس کی مانند۔ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ حق کو اور باطل کو۔ سو رہا جھاگ تو وہ جاتا رہتا ہے۔ سوکھ کر اور رہی وہ چیز جو نفع دیتی ہے لوگوں کو تو وہ ٹھہرتی ہے زمین میں۔ اس طرح بیان کرتا ہے اللہ مثالیں۔

تفسیر: (اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تو نالے) اس پانی سے بھر کر (اپنی مقدار کے موافق) یعنی چھوٹے نالے تھوڑے پانی کے ساتھ اور بڑے نالے زیادہ پانی کے ساتھ (بہہ پڑے۔ پھر) پانی جب زمین پر ان نالوں میں جاری ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے گدلا ہوا اور میل کچیل پھول کر اوپر آیا۔ اس طرح سے (سیلاب نے پھولا ہوا جھاگ اٹھا لیا۔ اور) اس کے علاوہ (جن چیزوں) یعنی معدنیات (کو آگ کے اندر رکھ کر زیور یا سامان) یعنی برتن وغیرہ بنانے (کی طلب میں تاپتے ہیں س میں بھی اسی طرح جھاگ ہوتا ہے)۔ ان دونوں میں دو چیزیں ہیں۔ ایک کارآمد چیز ہے یعنی اصل پانی اور اصل معدن اور ایک ناکارہ چیز ہے یعنی میل اور کوڑے کا جھاگ۔ سیلاب اور معدن دونوں میں کارآمد چیز اور جھاگ ملے رہتے ہیں مگر تھوڑی دیر میں خشک ہو کر یا منتشر ہو کر جھاگ ختم ہو جاتا ہے اور کارآمد چیز یعنی پانی اور پگھلی ہوئی معدنیات ہی باقی رہ جاتی ہیں جن سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ حق و باطل کو اسی طرح) کی مثال سے (بیان کرتے ہیں) کہ جب آسمانی وحی دین حق کو

لے کر اترتی ہے تو انسانوں کے قلوب اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے بقدر اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق و باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو باطل کا میل کچیل ابھر آتا ہے اور دیکھنے میں وہ جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن پانی اور معدن کے جھاگ کی طرح باطل کا یہ ابال عارضی ہوتا ہے (اور) جیسے کچھ ہی دیر میں (جھاگ سوکھ کر جاتا رہتا ہے) اسی طرح کچھ ہی عرصہ میں باطل کا جوش وخروش جاتا رہتا ہے (اور جو لوگوں کو) واقعی (نفع دیتا ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے) یعنی حق جو باطل کے نیچے دبا نظر آرہا تھا صرف وہی باقی رہ جاتا ہے۔ (اسی طرح) کے مؤثر انداز میں (اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتے ہیں)۔

ربط: پچھلی آیات میں حق و باطل کے مقابلہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد آگے حق و باطل کا انجام کھول کر بیان کرتے ہیں۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ
وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ
مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَمَاْوٰىهُمْ
جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ
يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ
مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ
الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ
السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا
وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ
بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ
يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾
اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ
وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ ع

ترجمہ: ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کہنا مانا اپنے رب کا بھلائی ہے اور جن لوگوں نے کہنا نہیں مانا اس کا اگر ہو ان کے پاس جو کچھ زمین میں ہے سارا اور (اگر ہو) اس کی مثل اس کے ساتھ تو وہ فدیہ میں دے دیں اس (سب) کو۔ ان لوگوں کے لئے ہے برا حساب اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری ہے آرام کی جگہ۔ کیا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی جانب سے حق ہے مانند ہے اس کے جو اندھا ہے۔ محض سمجھتے ہیں عقل والے وہ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے عہد کو اور وہ جو جوڑتے ہیں جو حکم دیا اللہ نے اس کے بارے میں کہ جوڑا جائے اس کو اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور خوف رکھتے ہیں برے حساب کا اور جنہوں نے صبر کیا تلاش میں اپنے رب کی خوشی کی اور قائم کیا نماز کو اور خرچ کیا اس میں سے جو دیا ہم نے ان کو چھپا کر اور اعلانیہ اور دور کرتے ہیں بھلائی سے برائی کو۔ ان لوگوں کے لئے ہے آخرت کا گھر۔ جنتیں ہیں رہنے کو وہ داخل ہوں گے ان میں اور (داخل ہوں گے ان میں) جو نیک ہوئے ان کے باپ دادوں سے اور ان کی بیویوں سے اور ان کی اولاد سے اور فرشتے آئیں گے ان کے پاس ہر دروازے سے (اور کہیں گے) سلامتی ہے تم پر بدلے اس کے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے آخرت کا گھر۔ اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں اللہ کا عہد بعد اس کی پختگی کے اور کاٹتے ہیں جو حکم دیا اللہ نے اس کے بارے میں کہ جوڑا جائے اور فساد کرتے ہیں زمین میں۔ ان لوگوں کے لئے ہے لعنت اور ان کے لئے ہے برا گھر۔ اللہ کشادہ کرتا ہے رزق کو جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔ اور یہ لوگ اترائے حیات دنیوی پر اور نہیں ہے حیات دنیوی آخرت کے مقابلہ میں مگر حقیر سامان۔

تفسیر: (جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مانا) اور ایمان وعمل صالح کو اختیار کیا (ان کے

لئے) دنیا و آخرت کی (بھلائی ہے۔اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہیں مانا) اور کفر و معصیت پر قائم رہے ان کی دنیا تو خیر جس طرح گزرے لیکن آخرت میں ان کی حالت ایسی پریشانی اور گھبراہٹ کی ہو گی کہ (اگر ان کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں) موجود (ہوں اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی) مال دولت (ہو تو) تمنا کریں گے کہ (یہ سب فدیہ میں دے دیں) اور اس پریشانی سے چھوٹ جائیں۔ (ان لوگوں کا برا) یعنی سخت (حساب ہو گا اور ان کا ٹھکانا) ہمیشہ کے لئے (جہنم ہے اور وہ آرام کی بری جگہ ہے)۔ مومن و کافر کا یہ الگ الگ انجام عقل و حکمت کے عین موافق ہے۔ آخر (کیا وہ شخص) جس کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں اور (جو یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو) اس علم و یقین سے محض (اندھا ہے) اور اس طرح عقل سے خالی ہے۔ ان باتوں کو تو (محض عقل والے ہی سمجھتے ہیں) اور یہ وہ ہیں (جو اللہ کے عہد کو) جو انہوں نے اس سے کیا ہے کہ ہم اس کے ہر حکم پر عمل کریں گے (پورا کرتے ہیں اور) نافرمانی کر کے اس کے (عہد کو توڑتے نہیں ہیں اور جو جن باتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو جوڑتے ہیں مثلاً رحمی رشتوں کو جوڑتے ہیں اور ایمان کے ساتھ نیک اعمال کو جوڑتے ہیں اور حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو جوڑتے ہیں (اور اپنے رب) کی عظمت و جلال کا تصور کر کے اس (سے ڈرتے رہتے ہیں اور برے) یعنی سخت (عذاب کا خوف کرتے ہیں) کہ آخرت میں جب ذرہ ذرہ کا حساب ہو گا تو نہ جانے کیا صورت پیش آئے (اور جو اپنے رب کی رضا مندی کی تلاش میں) مصیبتوں پر (صبر کرتے ہیں) اور ان سے گھبرا کر راہ حق سے نہیں پھرتے (اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے چپکے بھی اور ظاہر کر کے بھی) جیسا موقع ہوتا ہے (خرچ کرتے ہیں اور جو برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں) مثلاً لوگوں کی بدسلوکی کا جواب حسن سلوک سے دیتے ہیں اور خود کوئی برائی کر بیٹھیں تو اس کے مقابلہ میں بھلا کام یعنی توبہ کرتے ہیں (ان ہی لوگوں کے لئے آخرت کا گھر یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں ہیں جن میں یہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے اور) اس طرح جنت میں یہ سب اکٹھے رہیں گے اور ان کی تعظیم و تکریم کے لئے (ان کے پاس ہر) سمت کے (دروازہ سے فرشتے آئیں گے) اور کہیں گے (کہ تم پر) ہر آفت اور خطرہ سے (سلامتی ہے اس کے بدلہ میں جو تم نے) دین پر (صبر کیا) اور حق پر ثابت قدم رہے (سو) اس جہان (آخرت) میں تمہارا (گھر بہت اچھا ہے)۔

(اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو کاٹتے ہیں اور زمین میں) فتنہ و (فساد کرتے ہیں ان ہی لوگوں کے لئے لعنت) یعنی

اللہ کی رحمت سے دوری (ہے اور ان کے لئے) آخرت کا (برا گھر ہے)

کافروں کے اس انجام کے ذکر پر کوئی خیال کرے کہ دنیا میں تو ہم ان کو بہت خوشحال دیکھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں بھی یہ خوشحال رہیں گے کیونکہ اگر اللہ ان سے ناراض ہوتے تو دنیا میں بھی ان کو خوشحالی نہ دیتے۔ اس خیال کے دفعیہ کے لئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کا معاملہ اور ہے اور آخرت کا اور ہے۔ آخرت میں دارو مدار صحیح عقائد اور نیک اعمال پر رکھا ہے جب کہ دنیا میں (اللہ تعالیٰ) اپنی حکمت کے تقاضے سے (جس کے لئے چاہتے ہیں رزق کو کشادہ کرتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں) رزق کو (تنگ کرتے ہیں) اس میں حکمت کبھی تو آزمائش ہوتی ہے کہ دیکھیں کون تنگدستی کے باوجود راہ حق پر رہتا ہے اور کون کشادگی پا کر بہکتا ہے اور حکمت کبھی یہ ہوتی ہے کہ تنگدستی مومن کے لئے ترقی درجات کا ذریعہ بنے اور کشادگی کافروں کے لئے ڈھیل ہو کہ (وہ دنیا کی زندگی) کے مال و دولت (پر اتراتے) اور اکڑتے (ہیں حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیوی حیات) کا سامان (تو محض حقیر سامان ہے)۔

ربط: آخر میں چند متعلقہ باتوں کو ذکر کرتے ہیں:

1- کافر کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی عظیم الشان نشانی دکھاؤ جس کو دیکھ کر ہم ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ
يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ٢٧ۚۖ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ
قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ٢٨ۭ اَلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ٢٩ كَذٰلِكَ
اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ
الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ٣٠ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا

سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ط

ترجمہ: اور کہتے ہیں کافر کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی بڑی نشانی اس کے رب کی جانب سے۔ کہہ دے اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور چین پاتے ہیں ان کے دل اللہ کے ذکر سے۔ سنو اللہ کے ذکر ہی سے چین پاتے ہیں دل۔ جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے نیک خوشحالی ہے ان کے لئے اور اچھا ٹھکانا ہے۔ اسی طرح بھیجا ہم نے تجھ کو ایک امت میں گذر چکی ہیں اس سے پہلے بہت امتیں تاکہ پڑھے تو ان پر وہ جو وحی کی ہم نے تیری طرف اور وہ انکار کرتے ہیں رحمان کا۔ کہہ دے وہ میرا رب ہے نہیں ہے کوئی لائق عبادت مگر وہی اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔ اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا چلائے جاتے جس سے پہاڑ یا ٹکڑے ٹکڑے کی جاتی اس سے زمین یا گویائی دئے جاتے اس سے مردے بلکہ اللہ کے لئے ہے کام سب کا سب۔

تفسیر: (اور کافر کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی بڑی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی) کہ جس کو دیکھ کر ہم ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں مثلاً مکہ کے پہاڑوں کو ان کی جگہ سے کچھ ہٹا کر کھیتی باڑی کے لئے زمین وسیع کر دی جائے۔ اس کے جواب میں (آپ فرما دیجئے) کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کی نشانیاں دکھا سکتے ہیں اور بہت سی نشانیاں وہ دکھا بھی چکے ہیں جن میں سے اکیلا قران ہی پیغمبر کی صداقت پر بڑی عظیم الشان نشانی ہے لیکن ان کو دیکھ کر بھی تم راہ حق کی طرف نہیں آئے تو معلوم ہوا (کہ اللہ جس کو چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں) اور وہ تم جیسے لوگ ہیں جو اتنی بہت سی نشانیاں دیکھنے کے باوجود گمراہی میں رہنے کو پسند کرتے ہیں (اور جو اللہ کی طرف رجوع کرے تو اللہ اس کو اپنی طرف راہ دکھاتے ہیں) اور یہ (وہ لوگ) ہیں (جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں) اور (سنو) بات یہی ہے کہ (اللہ کی یاد سے ہی دل) حقیقی (چین پاتے ہیں) اور یہ بھی سن لو کہ (جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں خوشحالی ہے اور اچھا ٹھکانا ہے)۔

آخر ان لوگوں کو آپ کی صداقت پر کیا شبہ ہے جو مزید نشانیاں مانگتے ہیں حالانکہ آپ کوئی انوکھے رسول تو نہیں بھیجے گئے پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں اور (اسی طرح ہم نے آپ کو) دنیا کی پہلی امت کی طرف نہیں بھیجا بلکہ (ایسی امت کی طرف بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی امتیں گذر چکی ہیں) اور ان

میں رسول بھی ہوئے اور جیسے وہ رسول اپنی امتوں پر اللہ کی آیتیں پڑھتے تھے اسی طرح ہم نے آپ کو بھی بھیجا (تاکہ آپ ان پر وہ) کتاب (پڑھیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجی۔ اور) ان کو چاہئے تھا کہ وہ اس کتاب کی اور اپنی رحمت کاملہ سے اس کو اتارنے والے رحمٰن کی قدر کرتے مگر انہوں نے سخت ناقدری کی اور قرآن کو ماننا تو کجا (وہ رحمٰن کو ماننے سے ہی منکر ہو گئے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ) جس رحمٰن کا تم انکار کرتے ہو (وہ ہی میرا رب) یعنی میری تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والا (ہے) اور (اس کے علاوہ کوئی اور لائق عبادت نہیں) اور لائق عبادت وہی ہوتا ہے جس کے اندر تمام صفات کمال پائی جاتی ہوں تو (میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا) لہٰذا تمہارے انکار و تکذیب سے مجھے کسی ضرر کا خوف نہیں ہے (اور) امداد و اعانت کے لئے (اسی کی طرف میرا رجوع ہے)۔

اور آپ فرما دیجئے کہ اگر تم قرآن کا انکار کرتے ہو جس نے روحانی طور سے کفر پر پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے بہت سے لوگوں کو ہلا دیا اور لوگوں کے دلوں کی زمین کو پھاڑ کر ان میں معرفت الٰہی کے چشمے جاری کر دیئے تو کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ تمہارے سامنے (اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا) جو تمہیں وہ سب چیزیں دکھا دیتا جن کی تم فرمائش کرتے ہو مثلاً (اس کے ذریعہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی یا اس کے ذریعہ سے مردوں کو گویائی دی جاتی) اور وہ باتیں کرتے تب بھی تم لوگ ایمان نہ لاتے کیونکہ تم حق کو قبول کرنے کی خواہش ہی نہیں رکھتے (بلکہ) اپنی ضد اور سرکشی میں پکے ہو اور اصل بات یہ ہے کہ ہدایت دینے اور گمراہ کرنے سمیت (سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں) وہ ایسے ناقدروں اور سرکشوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

2- کافر جو اپنے فرمائشی معجزوں پر اصرار کرتے تھے اس سے مسلمانوں کو اور خود رسول اللہ ﷺ کو بھی خیال ہوتا تھا کہ اگر ان کی فرمائش پوری کر دی جائے تو شاید یہ ایمان لے آئیں اس لئے آگے ان کو سمجھاتے ہیں۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ
بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ
وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ
مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ
كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: تو کیا دلجمعی نہیں ہوئی ایمان والوں کو (اس پر) کہ اگر چاہتا اللہ تو ہدایت پر لگا دیتا لوگوں کو سب کے سب کو اور مسلسل کافروں کو پہنچتی رہے گی بسبب ان کے کردار کے آفت یا اترتی رہے گی قریب ان کے گھر سے یہاں تک کہ آ پہنچے اللہ کا وعدہ۔ بے شک اللہ خلاف نہیں کرتا وعدہ کا۔ اور استہزاء کیا جا چکا رسولوں سے تجھ سے پہلے سو ڈھیل دی میں نے کافروں کے لئے پھر پکڑا میں نے ان کو سو کیسی تھی میری سزا۔

تفسیر: (کیا ایمان والوں کو) اس بات سے (دلجمعی نہیں ہوئی کہ اگر اللہ چاہتا تو) ایک بھی نشانی دکھائے بغیر دنیا بھر کے (سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا)۔ لیکن یہ اس کی عادت وحکمت کے خلاف ہے۔ اس نے انسان کو کسب واختیار کی آزادی بھی دی ہے (اور) آفاق وانفس میں حق کی بے شمار نشانیاں بھی رکھ دی ہیں تاکہ جو چاہے ان سے فائدہ اٹھائے۔ اس کے بعد کیا ضرورت رہ گئی ہے کہ ان کی فرمائشیں پوری کی جائیں۔ علاوہ ازیں یہ کافر فرمائشی نشانیوں کو دیکھ کر بھی ماننے والے نہیں یہ تو اس طرح مانیں گے کہ (ان کے) برے (کردار کی وجہ سے مسلسل کوئی آفت) ومصیبت خود (ان پر پڑتی رہے یا ان کے گھر کے قریب) آس پاس والوں (پر پڑتی رہے) جسے دیکھ کر یہ عبرت حاصل کریں مثلاً جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے کچھ قتل ہوں اور کچھ قید کئے جائیں اور کچھ دوسری طرح کے مصائب کا شکار ہوں اور یہ سلسلہ چلتا رہے (یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ) پورا ہو کر (آ پہنچے) یعنی مکہ فتح ہو اور جزیرہ عرب شرک کی گندگی سے صاف ہو۔ (بے شک اللہ) اپنے (وعدہ کے خلاف نہیں کرتا) وہ پورا ہو کر رہے گا۔

اور اے رسول آپ بھی ایسا خیال مت کیجئے کیونکہ آپ سے ان کی فرمائشیں تو آپ کے ساتھ ان کا محض تمسخر اور استہزاء ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں (آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا جا چکا ہے) اور ان سے بھی فرمائشیں کی جا چکی ہیں لیکن چونکہ وہ ماننے کی خواہش ہی نہ رکھتے تھے (تو میں نے) پہلے (ان کو ڈھیل دی پھر) جب (میں نے ان کو پکڑا تو) دیکھ لو (میری سزا کیسی تھی)۔

3- کافروں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے شرک وکفر کی وجہ سے ان کو جہنم میں ڈالیں گے وہ چھوٹ نہیں سکتے۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى

الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ
اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ
الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ
عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: کیا جو کھڑا ہے ہر شخص پر اس کے عمل کے ساتھ اور بنائے انہوں نے اللہ کے لئے شریک۔ تو کہہ دے کہ ان کے نام لو۔ کیا تم خبر دیتے ہو اس (اللہ) کو اس کی جو وہ نہیں جانتا زمین میں یا (شریک کہتے ہو) ظاہری بات میں۔ بلکہ مزین کر دیا گیا کافروں کے لئے ان کا فریب اور وہ روک دیئے گئے راہ سے۔ اور جس کو گمراہ کر دے اللہ تو نہیں ہے اس کے لئے کوئی راہ دکھانے والا۔ ان کے لئے عذاب ہے حیات دنیوی میں اور البتہ آخرت کا عذاب بہت سخت ہے اور نہیں ہے ان کے لئے اللہ کے مقابلہ میں کوئی بچانے والا۔ حال اس جنت کا جس کا وعدہ دئے گئے ہیں متقی لوگ (یہ ہے کہ) بہتی ہیں اس کے نیچے نہریں اس کا پھل دائمی ہے اور اس کا سایہ (بھی دائمی ہے) یہ انجام ہے متقیوں کا اور انجام کافروں کا آگ ہے۔

تفسیر: (کیا جو) خدا (ہر شخص کے) ہر (عمل پر) ہر وقت نگرانی کے لئے (کھڑا ہے اور) ایک لمحہ کسی سے غافل نہیں ہوتا اور ذرا کوئی شرارت کرے اسی وقت اس کو سزا دے سکتا ہے کیا مجرم اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات سننے کے باوجود (ان) مخالف (لوگوں نے خدا کے لئے شریک ٹھہرا لئے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ ذرا ان) شریکوں کے (نام) اور ان کی حقیقت (تو بتاؤ)۔ وہ کون حیا دار ہوگا جو پتھر کی مورتیوں کا نام لے سکے؟ آپ ان سے کہئے کہ (کیا) ان پتھر کی مورتیوں کو شریک ٹھہرا کر (تم اللہ کو وہ بات بتاتے جو وہ نہیں جانتا) کہ (زمین میں) اس کے شریک ہیں کیونکہ حقیقت میں جب اس کے شریک ہیں ہی نہیں تو ان کے ہونے کو وہ کیسے جان سکتا ہے (یا) تم ان کو (محض ظاہری بات میں) شریک بتاتے ہو جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ اتنی وضاحت کے بعد بھی اگر یہ شرک کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان کے شریک ٹھہرانے کی کچھ بنیاد تو ہوگی بلکہ

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان (کافروں کے لئے ان کا مکر وفریب مزین کر دیا گیا ہے اور) اس کے نتیجہ میں (ان کو راہ حق سے روک دیا گیا ہے اور) ضابطہ یہ ہے کہ (جس کو اللہ گمراہ کر دے) اس وجہ سے کہ اس نے اپنے اختیار سے اپنے اوپر ہدایت کے دروازے بند کر دیئے (تو اس کے لئے کوئی راہ دکھانے والا نہیں) ہو سکتا۔ (ان) کافروں (کے لئے دنیوی زندگی میں) بھی (عذاب) وسزا (ہے اور آخرت کا عذاب) اس کے علاوہ ہے جو (بڑا سخت ہے اور ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا بھی نہ ہوگا)۔ اس کے برعکس (وہ جنت جس کا وعدہ متقی لوگ دیئے گئے ہیں اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور اس کا پھل اور اس کا سایہ دائمی ہے۔ یہ انجام ہے متقیوں کا جب کہ کافروں کا انجام دوزخ ہے)۔

4- رسول اللہ ﷺ کو نصیحت فرمائی کہ کوئی مانے یا نہ مانے آپ کے ذمہ جو کام ہے وہ آپ کرتے رہئے۔

وَالَّذِيْنَ
اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ
مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ
بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿٣٦﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا
عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿٣٧﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا
مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ
اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿٣٨﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ
مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ
بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا

مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ
يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى
الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ
شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

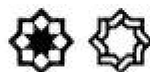
ترجمہ: اور وہ لوگ دی ہم نے جن کو کتاب خوش ہوتے ہیں اس سے جو نازل کیا گیا تیری طرف اور گروہوں میں سے کچھ انکار کرتے ہیں اس کے بعض حصہ کا۔ تو کہہ دے یہی حکم دیا گیا ہوں میں کہ عبادت کروں اللہ کی اور نہ شریک کروں اس کے ساتھ۔ اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے۔ اور اسی طرح نازل کیا ہم نے اس کو حکم عربی زبان میں اور اگر تو پیروی کرے ان کی خواہشات کی اس کے بعد کہ آ پہنچا تجھ کو علم نہیں ہے تیرے لئے اللہ کے مقابلہ میں کوئی حمایتی اور نہ بچانے والا۔ اور بھیج چکے ہیں ہم رسول تجھ سے پہلے اور بنائیں ہم نے ان کے لئے بیویاں اور اولاد۔ اور نہیں تھا رسول کے لئے کہ لائے کوئی نشانی مگر اللہ کی اجازت سے۔ ہر وعدہ کی تحریر ہے۔ مٹاتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے (جو چاہتا ہے) اور اسی کے پاس ہے ام الکتاب۔ اور اگر ہم دکھائیں تجھ کو کچھ وہ جو ہم وعدہ دیتے ہیں ان کو یا ہم وفات دے دیں تجھ کو تو محض ہے تجھ پر پہنچا دینا اور ہم پر ہے حساب لینا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم آتے ہیں زمین پر گھٹاتے ہوئے اس کو اس کے اطراف سے۔ اور اللہ حکم کرتا ہے، نہیں کوئی پیچھے کرنے والا اس کے حکم کو اور وہ تیز حساب (لینے) والا ہے۔ اور تدبیر کی ہے لوگوں نے ان سے پہلے تو اللہ کے لئے ہے تدبیر سب کی سب۔ وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر شخص اور جلد جان لیں گے کافر کس کے لئے ہے انجام دار آخرت کا۔ اور کہتے ہیں کافر نہیں ہے تو بھیجا ہوا۔ تو کہہ دے کافی ہے اللہ گواہ میرے اور تمہارے درمیان اور وہ جس کے پاس ہے کتاب کا علم۔

تفسیر: (اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب) یعنی تورات اور انجیل (دی) تھی اور پھر وہ حق

پرست اور اہل انصاف بھی ہیں (وہ اس) قرآن سننے (پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا خوش ہوتے ہیں) کیونکہ اس میں ان کی کتابوں کی تصدیق اور ان کے انبیاء کی تعریف و تعظیم ہے۔ یہی لوگ پھر مسلمان ہوئے۔ (اور) ان ہی کے (گروہوں میں سے) یعنی یہود و نصاری میں سے (کچھ وہ ہیں جو اس) قرآن (کے) ان (بعض حصوں کا انکار کرتے ہیں) جن میں تورات و انجیل میں کی گئی ان کی تحریف و تبدیلی کا ذکر ہے یا ایسے احکام ہیں جو ان کی خواہشات کے خلاف ہیں۔ (آپ فرما دیجئے) کہ کوئی خوش ہو یا ناخوش ہو (مجھے تو بس یہی حکم ہوا ہے کہ میں) اپنے ذمہ کا کام کئے جاؤں یعنی ایک تو (اللہ کی عبادت کئے جاؤں اور دوسرے اس کے شریک نہ ٹھہراؤں) تیسرے (اسی کی طرف ساری دنیا کو (دعوت دیتا رہوں۔ اور) چوتھے اس بات کو پیش نظر رکھوں کہ اللہ ہی کے ہاتھ میں میرا انجام ہے اور (اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے) لہٰذا کسی کے انکار اور کسی کی مخالفت کی مجھے پروا نہیں۔ (اور) جیسے پہلے تورات و انجیل وغیرہ اتاری گئیں (اسی طرح) اس وقت (ہم نے) آپ پر (یہ) قرآن (اتارا ہے) اس طور پر کہ یہ حق و باطل کے درمیان (حکم کرنے والا) ہے اور آپ کی اپنی (عربی زبان میں) ہے تو آپ کسی کے انکار و ناخوشی کی کچھ پروا نہ کیجئے اور قرآن کی پیروی کرتے رہئے (اور اگر) بالفرض (آپ اپنے پاس) قرآن کا (علم آنے کے بعد ان) منکرین (کی خواہشات کے پیچھے چلے تو اللہ کے مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا ہوگا اور) آپ کوئی انوکھے نہیں بھیجے گئے بلکہ (آپ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولاد بھی بنائی)۔ وہ ہر حال میں اللہ کے حکموں کے پابند رہے لہٰذا آپ بھی اسی کے حکموں کے پابند رہئے۔ (اور کسی بھی رسول کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لا سکے) آپ کا معاملہ بھی اس کے موافق ہے لہٰذا کافروں کی فرمائشوں سے تنگ دل نہ ہوں۔ اگر یہ نہ مانیں گے تو اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ ان کی پکڑ ہوگی اور اللہ کے ہاں لوح محفوظ میں (ہر وعدہ کی تحریر ہے) اور سارا اختیار تو بس اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے (وہ) اپنی حکمت کے موافق (جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے)۔ اس قاعدے کے تحت وہ جس قوم کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس قوم کو چاہتا ہے اس کی جگہ جما دیتا ہے۔ لہٰذا آج اگر کافر غلبہ میں ہیں تو اللہ تعالیٰ کل ان کی جگہ مسلمانوں کو دے سکتا ہے۔ (اور) خود لوح محفوظ میں جو کچھ تحریر و ریکارڈ ہے اس کا ماخذ (ام الکتاب) ہے جو (اللہ تعالیٰ کے پاس ہے) اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے جو ایک ایک ذرہ کا احاطہ کئے ہوئے

ہے۔غرض اللہ تعالیٰ ذرے ذرے پر کامل اختیار بھی رکھتے ہیں اور اس کا کامل علم بھی رکھتے ہیں لہٰذا کافر کسی طرح سے بچ نہیں سکتے۔

(اور جو وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے اگر اس میں سے کچھ ہم آپ کو دکھا دیں) یعنی آپ کی زندگی میں کچھ عذاب ان پر آ پڑے (یا) اس سے پہلے (ہم آپ کو وفات دے دیں) اور وہ عذاب آپ کی وفات کے بعد ظاہر ہو ہمیں دونوں باتوں کا اختیار ہے آپ کو اس کے نازل ہونے کی فکر نہ کرنی چاہئے (آپ کے ذمہ تو صرف) دین کی بات (پہنچا دینا ہے اور) ان کا (حساب ہمارے ذمہ ہے) ہمارے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا عذاب ضرور نازل ہو گا اور عذاب کی تمہید تو یہ کافر خود دیکھ رہے ہیں (کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم) فتح اسلام کے ذریعہ سے ان کی (زمین کو چاروں طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں) یعنی سرزمین مکہ کے آس پاس اسلام کا اثر پھیلتا جاتا ہے اور بڑے بڑے قبائل اور اشخاص کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے اور جنگوں میں مسلمانوں کا پلہ بھاری ہو رہا ہے (اور اللہ) جو چاہتا ہے (حکم کرتا ہے کوئی اس کے حکم کو ہٹانے والے نہیں اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے) جب حساب کا وقت آتا ہے تو پھر کچھ دیر نہیں لگتی۔ (اور) یہ کافر جو رسول اور اسلام کے خلاف طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں تو ان سے کچھ نہیں ہوتا چنانچہ (ان سے پہلے جو کافر لوگ ہو چکے انہوں نے) بھی دین حق کی مخالفت میں بڑی بڑی (تدبیریں کیں تو) کچھ بھی نہ ہوا کیونکہ (سب تدبیر تو خدا ہی کے لئے ہے) کہ اس کے ارادے اور حکم کی پابند ہے وہ نہ چاہے تو سب تدبیریں دھری کی دھری رہ جائیں اور اللہ تعالیٰ کو ان کافروں کی سب تدبیروں کا بخوبی علم بھی ہے کیونکہ (جو شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ کو سب کا علم ہے اور) پھر جب وہ ان کے کئے کی سزا دے گا تو (کافر جان لیں گے کہ دار آخرت کا نیک انجام کس کے لئے ہے) کافروں کے لئے یا ایمان والوں کے لئے یعنی جلد ان کو اپنی بدانجامی نظر آ جائے گی (اور) اس کے باوجود بھی (کافر) اگر یہی (کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے) رسول (نہیں ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ) تمہارے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے (میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے) کہ اس نے اپنے کلام اور قرآن میں اس کی گواہی دی ہے (اور وہ) لوگ بھی کافی گواہ ہیں (جن کو کتاب) الٰہی (کا) صحیح صحیح (علم ہے) اگرچہ وہ تورات و انجیل وغیرہ ہی ہوں کیونکہ ان میں میری نبوت و رسالت کے بارے میں بہت واضح پیشینگوئیاں موجود ہیں۔



سورہ ابراہیم

ربط: پچھلی سورت کا آخری مضمون رسالت سے متعلق تھا کہ یہ منکرین آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں لیکن آپ کی رسالت پر اللہ تعالیٰ اور اہل علم کافی گواہ ہیں۔ رسالت بھی ہدایت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ اس کی مناسبت سے آگے ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کے تمام ہی اسباب مہیا کرتے ہیں آگے لوگوں کا اختیار ہے کہ وہ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں یا نہیں۔

سُوْرَۃُ اِبْرٰهِیْمَ مَكِّیَّۃٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۵۲ - رُكُوْعَاتُهَا ۷

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِیْ
لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ
عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ ﴿۲﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ
وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ
ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ
لِیُبَیِّنَ لَهُمْ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ
وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۴﴾

ترجمہ: الرٰ یہ کتاب ہے اتارا ہم نے اس کو تیری طرف تا کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف ان کے رب کے حکم سے راستہ کی طرف اس زبردست، خوبیوں والے اللہ کے جس کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور ہلاکت ہے کافروں کے لئے یعنی سخت عذاب ہے جو کہ ترجیح دیتے ہیں حیات دینوی کو آخرت پر اور روکتے ہیں اللہ

کے راستہ سے اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی کو۔ یہ لوگ دور کی گمراہی میں ہیں۔ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تا کہ سمجھائے ان کو۔ پھر گمراہ کرتا ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ ہے زبردست حکمت والا۔

تفسیر: (الرٰ)۔ ہم نے ہدایت کے تمام ہی اسباب مہیا کئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو (یہ کتاب) یعنی قرآن (ہے جس کو ہم نے) آپ کو ہدایت کا دوسرا سبب یعنی رسول بنا کر (آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تا کہ آپ) اس کے ذریعہ سے تمام (لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے) کفر کی (تاریکیوں سے) نکال کر ایمان و ہدایت کی (روشنی کی طرف یعنی زبردست اور خوبیوں والے اللہ کی راہ کی طرف لائیں) جو ایسا خدا ہے (کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس کی ملکیت ہے۔ اور جو لوگ) اللہ تعالیٰ کے مہیا کردہ ہدایت کے ان دو بڑے اسباب کی ناقدری کرتے ہیں اور (کفر اختیار کرتے ہیں ان کے لئے ہلاکت یعنی سخت عذاب ہے) اور یہی لوگ ہیں (جو دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور) اسی کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی دنیا کی محبت میں پھنسا کر (اللہ تعالیٰ) کی خوشنودی (کے راستہ سے روکتے ہیں اور) اپنے کو معذور جاننے اور مسلمانوں کو الزام دینے کی خاطر اللہ کے (اس) راستے (میں کجی) یعنی شبہ اور عیب (کو تلاش کرتے ہیں یہ لوگ بڑی (دور کی گمراہی میں ہیں) یعنی وہ گمراہی جو حق سے بہت دور ہے اس وجہ سے ان کے راہ حق پر لگ جانے کی توقع نہیں۔ اور ہدایت کا تیسرا سبب ہم نے یہ مہیا کیا ہے کہ رسول اس کو بنایا ہے جو قوم کی زبان بولتا ہے (اور) یہ بات ہم نے ہر قوم کے لئے رکھی ہے اس لئے (ہم نے جو بھی رسول بھیجا ان ہی کی قوم کی زبان میں) پیغمبر بنا کر (بھیجا تا کہ وہ ان کو) ان ہی کی زبان میں خدائی احکام (سمجھائیں)۔ تبیین و ہدایت کے سارے سامان مکمل کر دینے کے بعد پھر جو ان سے نفع نہ اٹھائے اور راہ حق کو اختیار کرنے کا ارادہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے کو زبردستی ہدایت نہیں دیتے اور اس کو اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑے رکھتے ہیں۔ اور جو راہ حق کو اختیار کرنے کا عزم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو راہ حق پر ڈال دیتے ہیں۔ اسی مضمون کو آگے یوں بیان کرتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور وہ زبردست ہیں)۔ چاہتے تو سب کو زبردستی ہدایت پر لگا دیتے لیکن وہ (حکمت والے) بھی (ہیں) اور ان کی حکمت کا تقاضا ہے کہ کسب و اختیار کی ایک حد تک آزادی دے کر لوگوں کو آزمائیں۔

ربط: ہدایت کے اسباب جیسے اب مہیا کئے ہیں ایسے پہلی قوموں کے لئے بھی مہیا کئے ان میں ایک مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ
اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ
اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵ وَاِذْ قَالَ
مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ
اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ
وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶
وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ
اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝۷ وَقَالَ مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ
فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۸

ترجمہ: اور بھیجا ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں کے ساتھ کہ نکال اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف اور یاد دلا ان کو اللہ کے دن۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں واسطے ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے۔ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو یاد کرو اللہ کا انعام اپنے اوپر جب اس نے نجات دی تم کو فرعون والوں سے جو پہنچاتے تھے تم کو سخت تکلیف اور ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں امتحان تھا تمہارے رب کی طرف سے بڑا۔ اور جب اطلاع دی تمہارے رب نے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا تم کو اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب سخت ہے۔ اور کہا موسیٰ نے کہ اگر ناشکری کرو تم اور جو ہیں زمین میں سب کے سب تو بلاشبہ اللہ بے احتیاج ہے خوبیوں والا ہے۔

تفسیر: (اور ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (کو اپنی) کتاب توراۃ کی (آیتیں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو) کفر اور معاصی کی (تاریکیوں سے) ایمان و طاعت کی (روشنی کی طرف نکالو اور ان کو اللہ کے) ان (دنوں) کے واقعات (کی یاد دلاؤ) جب ان پر مصائب و شدائد کے پہاڑ ٹوٹے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے نجات دی اور مہربانی فرمائی کیونکہ (بلاشبہ) مصیبت اور مہربانی (ان) دونوں ہی قسم کے حالات کو سننے (میں صابر و شاکر بندوں کے لئے) یہ عبرت بھری (نشانیاں ہیں) کہ مصیبت کے وقت

گھبرانا اور راحت کے وقت اترانا نہیں چاہئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے حکم کے موافق اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ (اور) اس بارے میں وہ وقت یاد کرو (جب موسیٰ) علیہ السلام (نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اپنے اوپر) کئے گئے (اللہ تعالیٰ کے انعام) واحسان (کو یاد کرو جب اس نے تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں) کو یعنی لڑکیوں کو کہ وہی بڑی ہو کر عورتیں بنتی تھیں (زندہ چھوڑ دیتے تھے) تا کہ جب وہ بڑی ہو جائیں تو ان سے خدمت لیں (اور اس) مصیبت اور نجات دونوں (میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی) کیونکہ راحت و تکلیف دونوں حالتوں میں بندے کے صبر و شکر کی آزمائش ہوتی ہے۔ (اور) موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اے میری قوم وہ وقت (یاد کرو جب تمہارے رب نے) میرے ذریعہ سے (تم کو اطلاع دی کہ اگر) احسان مان کر دل و زبان سے (تم) میری نعمتوں کا (شکر ادا کرو گے تو تم کو اور زیادہ) نعمتیں (دوں گا) جسمانی و روحانی بھی اور دنیوی و اخروی بھی (اور اگر تم ناشکری کرو گے تو) یہ سمجھ لو کہ (میرا عذاب یقیناً بڑا سخت ہے) ناشکری کی پاداش میں وہ تم پر بھی آ سکتا ہے۔ (اور موسیٰ علیہ السلام (نے) یہ بھی (فرمایا کہ اگر تم اور جتنے آدمی زمین میں ہیں سب کے سب) مل کر بھی (ناشکری کرنے لگو تو) اس میں اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں کیونکہ (اللہ تعالیٰ تو بے احتیاج ہیں خوبیوں والے ہیں) ہاں تمہارا نقصان ہے تو تم ناشکری مت کرنا۔

ربط: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال کے بعد اب بعض اور رسولوں کا اپنی قوم کو تبلیغ کرنا مذکور ہے۔

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا

اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ
بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ
فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ
بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝۹ قَالَتْ رُسُلُهُمْ
اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ
مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ

إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ
آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٠﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن
نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ
عِبَادِهِ ۚ وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ
وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى
اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَ
عَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۚ
فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴿١٣﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ
الْأَرْضَ مِن بَعْدِهِمْ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ
وَعِيدِ ﴿١٤﴾ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿١٥﴾ مِّن وَرَائِهِ
جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ ﴿١٦﴾ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ
وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۚ وَمِن وَرَائِهِ
عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿١٧﴾

ترجمہ: کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبر ان کی جو تم سے پہلے تھے مثلاً قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو ہوئے ان کے بعد۔ نہیں جانتا ان کو مگر اللہ۔ آئے ان کے پاس ان کے رسول کھلی آیتیں لے کر تو لوٹا لئے انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں اور بولے بے شک ہم نے انکار کیا اس کا بھیجے گئے ہو تم جس کے ساتھ اور یقیناً ہم شک میں ہیں اس سے تم بلاتے ہو ہمیں جس کی طرف تردد میں ڈالنے والے۔ کہا ان کے رسولوں نے کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو پیدا

کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ وہ بلاتا ہے تم کو تاکہ بخشے تم کو تمہارے گناہوں سے اور ڈھیل دے تم کو ایک مدت مقررہ تک۔ (قوم کے لوگ) بولے نہیں ہو تم مگر بشر ہم جیسے۔ تم چاہتے ہو کہ تم روک دو ہم کو اس سے جس کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادے تو تم لے آؤ ہمارے پاس کوئی دلیل کھلی ہوئی۔ کہا ان سے ان کے رسولوں نے نہیں ہیں ہم مگر بشر تم جیسے و لیکن اللہ احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور نہیں ہے ہمارے لئے کہ ہم لائیں تمہارے پاس کوئی دلیل کھلی ہوئی مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے ایمان والوں کو۔ اور کیا ہوا ہم کو کہ ہم بھروسہ نہ کریں اللہ پر حالانکہ اس نے بتا دئے ہم کو ہمارے راستے۔ اور ہم ضرور صبر کریں گے اس پر جو تم ایذاء دیتے ہو ہم کو اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے بھروسہ کرنے والوں کو۔ اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں سے ہم ضرور نکال دیں گے تم کو اپنی زمین سے یا تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں۔ تب وحی کی ان کی طرف ان کے رب نے کہ ہم ضرور ہلاک کر دیں گے ظالموں کو اور ہم ضرور آباد کریں گے تم کو زمین میں ان کے بعد۔ یہ ہے اس کے لئے جو ڈرا میرے سامنے کھڑا ہونے سے اور ڈرا میری دھمکی سے۔ اور سب فیصلہ طلب کرنے لگے اور نامراد ہوا ہر سرکش ضدی۔ اس کے پیچھے جہنم ہے اور پلایا جائے گا اس کو پیپ والا پانی۔ گھونٹ گھونٹ پئے گا اس کو اور قریب نہ ہو گا کہ حلق میں اتار سکے اس کو اور آئے گی اس پر موت ہر طرف سے اور نہ ہو گا وہ مرنے والا اور اس کے پیچھے ہو گا عذاب سخت۔

تفسیر: اے کفار مکہ (کیا تم کو ان لوگوں) کے واقعات (کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے) ہوئے (تھے) مثلاً (قوم نوح اور عاد) یعنی قوم ہود (اور ثمود) یعنی قوم صالح جو عرب والوں کے ہاں مشہور تھیں (اور جو) لوگ (ان کے بعد ہوئے جن) میں سے بہت سوں (کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا)۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں ان کا کچھ نہ کچھ علم تو ہے اور تمہیں یہ بھی علم ہے کہ ان اقوام کا کیا حشر ہوا۔ پھر تعجب ہے کہ ان اقوام کی تباہی سے تم نے کچھ عبرت حاصل نہیں کی۔ ہم تمہیں ان کی تباہی کا سبب بتاتے ہیں۔ ہوا یہ کہ ہم نے ان کی ہدایت کے اسباب مہیا کئے اور ان کے پاس ان کے رسول کھلی آیتیں لے کر آئے تو ان لوگوں نے) ان کی قدر نہ کی اور (اپنے ہاتھ اپنے منہ میں لوٹا لئے) یعنی اپنے ہاتھ منہ کی طرف لے جا کر اشارہ کیا کہ بس چپ رہو (اور کہا کہ جو تعلیمات دے کر تم) اپنے دعوے کے مطابق (بھیجے گئے ہو ہم ان) کو نہیں مانتے اور ان (کا انکار کرتے ہیں اور جس) ایمان و توحید (کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہمیں تو اس میں تردد میں ڈالنے والا شک ہے۔ ان کے رسولوں نے) جواب میں (کہا کہ) ارے تمہیں (اللہ کے بارے میں شک ہے) حالانکہ اس کی ہستی ایسی نہیں جس میں شک و شبہ کی

ذرا بھی گنجائش ہو۔ اول تو خود انسانی فطرت خدا کے وجود پر گواہ ہے دوسرے اس کائنات میں ماہرانہ کاریگری اور حیرتناک ترتیب و نظام اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس کو بنانے اور چلانے والی بڑی علیم وحکیم اور قدیر ذات ہے۔ غرض جب یہ بات واضح ہے کہ اللہ ہی ہے (جو آسمانوں کو اور زمین کو) اور انسان سمیت ان میں موجود ہر چیز کو (پیدا کرنے والا ہے) تو اس کے وجود میں شک کی گنجائش کہاں رہی۔ اور پھر (وہ) ہی اللہ دراصل اپنی کمال مہربانی سے (تمہیں) ہمارے ذریعہ سے اپنی طرف (بلاتا ہے تاکہ) توحید وایمان کو اختیار کر کے تم اس کی مرضی کے رستہ پر لگ جاؤ اور (وہ تمہارے) گزشتہ دور کفر کے (گناہ بخش دے اور) تمہاری عمر کی (مقرر مدت تک تمہیں) زندگی کی (مہلت دے) جس میں تم مزید نیک اعمال کر کے مزید بلند درجے حاصل کر لو۔ لیکن وہ لوگ اپنے انکار پر اڑے رہے اور (انہوں نے کہا) کہ تم نہ تو فرشتے ہو اور نہ کوئی اور افضل مخلوق ہو بلکہ (تم تو محض ہمارے جیسے بشر ہو) پھر ہم تمہیں خدا کا پیغمبر کس طرح یقین کر لیں اور (تم) جو یہ (چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادے جن کی عبادت کرتے تھے ان سے ہمیں روک دو) یعنی ہمیں ہمارے قدیم مذہب سے ہٹا کر اپنے خیالات و افکار کا تابع بنا لو تو تسلی رکھو ایسا نہیں ہو گا البتہ اگر تمہیں اپنے دعوائے رسالت میں اب بھی اصرار ہے (تو) پھر ہماری مرضی کے موافق (ہمارے پاس کوئی کھلی نشانی لے آؤ۔ ان کے رسولوں نے ان کو) جواب میں (کہا) کہ تمہارا یہ کہنا تو درست ہے (کہ ہم تم جیسے ہی بشر ہیں لیکن) یہ سمجھنا کہ بشر اللہ کا پیغمبر نہیں ہوسکتا یہ درست نہیں اللہ کو اس بات سے کیا رکاوٹ ہے کہ وہ کسی بشر کو اپنا رسول بنا دے اور (اللہ) فطری قابلیت اور اعلیٰ اخلاق والے (اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں احسان کرتے ہیں اور) نبوت و رسالت عطا فرماتے ہیں۔ رہی بات کھلی نشانی لانے کی تو خدا کے حکم سے ہم اپنی نبوت کی روشن نشانیاں پہلے ہی دکھا چکے ہیں جو آدمی ماننا چاہے اس کے اطمینان کے لئے وہی بہت ہیں۔ رہا تمہاری فرمائشی نشانیاں دکھلانا تو یہ جان لو کہ (ہمیں اختیار نہیں کہ ہم تمہارے پاس کوئی) بھی (نشانی) اپنے پاس سے اور (اللہ کے حکم کے بغیر لا سکیں)۔ لہٰذا اپنی فرمائشی نشانیوں کی تم ہم سے کوئی توقع نہ رکھو۔ اس جواب اور وضاحت کے بعد بھی اگر تم ہم سے عداوت رکھو اور ہمیں تکلیفیں پہنچانے میں لگے رہو تو جان لو کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی امداد اور مہربانی پر بھروسہ کرتے ہیں (اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اور ہم اللہ پر کیوں بھروسہ نہ کریں جب کہ) وہ ہمارا ہمدرد و خیر خواہ ہے (اس نے ہمیں) ہماری کامیابی کے (راستے دکھائے ہیں) جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مخالفوں کی ایذاء رسانی پر صبر کرو گے (اور) اللہ کی مدد پر بھروسہ کرو گے تو دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہو گی لہٰذا اب تم ہمیں کتنی ہی تکلیف دو (ہم تمہاری ایذاء رسانی پر صبر ہی کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو تو بس اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے)

کیونکہ (اور) کوئی بھی ذات بھروسہ کرنے کے لائق نہیں ہے۔ رسولوں کی اس ساری گفتگو کا (کافروں) پر کچھ اثر نہ ہوا اور انہوں (نے اپنے رسولوں سے کہا کہ) تم اپنے توکل وغیرہ کو رہنے دو اور زیادہ بزرگی مت جتاؤ۔ بس اب دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہے گی (یا تو ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے) اور جلاوطن کر دیں گے (یا تم) بعثت سے پہلے کی طرح چپ چاپ ہم میں مل کر رہو گے اور تم خود بھی اور جن کو تم نے بہکایا ہے وہ (سب ہمارے) پرانے (دین میں واپس آؤ گے۔ تب ان) رسولوں (کے رب نے) ان کی تسلی کے لئے (ان کی طرف وحی کی کہ) یہ تو تم کو کیا نکالیں گے (ہم) ہی (ان ظالموں کو ضرور ہلاک کریں گے اور ان کے بعد تم کو اس سرزمین میں آباد کریں گے) اور اس کامیابی کا (یہ) وعدہ کوئی تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر (اس شخص کیلئے) عام (ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور) عذاب کی (میری دھمکی سے خوف کرے) اس سے مراد سچا پکا مسلمان ہے۔ (اور کافر) چونکہ اپنے کفر اور جہل میں غرق تھے اس لئے اس بات سے بھی نہ ڈرے بلکہ انتہائی بے باکی سے (فیصلے مانگنے لگے اور) کہنے لگے کہ جلد عذاب لے آؤ لیکن جب وہ فیصلہ آیا تو (ہر سرکش اور ضدی شخص) اس فیصلہ سے دنیا و آخرت میں (نامراد ہوا)۔ دنیا میں اس طرح کہ دنیا کی جو فتح و کامیابی وہ چاہتے تھے اس کے بجائے وہ تباہ و برباد ہوئے اور آخرت میں اس طرح کہ (اس) دنیا کی بربادی (کے بعد دوزخ) کا عذاب (ہے اور) دوزخ میں ایسے) ہر شخص (کو پیپ والا پانی پینے کو دیا جائے گا جس کو گھونٹ گھونٹ کر کے پئے گا) کیونکہ اس کی کراہت کی وجہ سے اس کے پینے پر طبیعت آمادہ نہ ہوگی لیکن پیاس کی شدت پینے پر مجبور بھی کرے گی (اور) اس طرح پینے کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ سخت گرم ہونے کی وجہ سے (اس کو آسانی سے گلے سے نیچے نہ اتار سکے گا اور) اس کا پینا ایسا ہوگا گویا (ہر طرف سے اس پر موت آرہی ہے اور) سخت اذیت ہوگی لیکن (وہ) کسی طرح (مرے گا نہیں) بلکہ یونہی سسکتا رہے گا۔ (اور) پھر یہ بھی نہیں کہ مذکورہ عذاب ایک ہی حالت پر رہے کہ بالآخر (اس) کی عادت سی پڑ جائے بلکہ ایک عذاب (کے بعد اور سخت عذاب ہوگا) اور سخت سے سخت تر عذاب کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔

ربط: کافروں کے اخروی عذاب سے متعلق آگے چند وضاحتیں کرتے ہیں

1- آخرت میں کافروں کے نیک اعمال عذاب سے نجات نہ دلاسکیں گے

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ

ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا

عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: حال ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کا ان کے عمل ہیں مثل راکھ کے، زور سے چلی جس پر ہوا تیز آندھی کے دن۔ نہیں قادر ہوں گے اس میں سے جو انہوں نے عمل کئے کسی عمل پر۔ یہی ہے گمراہی دور کی۔

تفسیر: بعض لوگوں کو یہ خیال ہوسکتا ہے کہ آخر کافر بھی دنیا میں بہت سے اچھے کام کرتے ہیں مثلاً صدقہ خیرات کرتے ہیں، مصیبت زدوں کے کام آتے ہیں، خوش اخلاقی اختیار کرتے ہیں اور کسی نہ کسی عنوان سے خدا کی عبادت کرتے ہیں کیا یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ اس کا جواب اس مثال میں دیا کہ (جن لوگوں نے اپنے) حقیقی (رب کا کفر کیا) اگر اس طرح سے کہ خدا کا سرے سے انکار ہی کر دیا تب تو بات واضح ہے اور اگر اس طرح کہ جس طرح سے وقت کے رسول نے بتایا ہے اس طرح سے نہیں مانا مثلاً جیسے عیسائی ہیں کہ وہ خدا کو بھی مانتے ہیں اور سابقہ انبیاء کو بھی مانتے ہیں لیکن وقت کے رسول حضرت محمد ﷺ کو اور آپ کی لائی ہوئی کتاب اور شریعت کو نہیں مانتے تو انہوں نے حقیقی خدا کو نہیں مانا کیونکہ حقیقی خدا کو ماننا تو اس صورت میں ہوگا جب خدا کا حضرت محمد ﷺ کو پورے عالم کے لئے رسول بنا کر بھیجنا اور قرآن نازل کرنا اور شریعت اسلامیہ اتارنا اور خدا کا اپنی رضا مندی وخوشنودی کو ان کے ساتھ وابستہ کرنے کو بھی مانے، ورنہ تو وہ اپنے فرض کئے ہوئے اوصاف والے خدا کو مانتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے لئے عمل کرتے ہیں حقیقی خدا کے لئے نہیں لہٰذا (ان کا حال یہ ہے کہ) حقیقی خدا کی بارگاہ میں (ان کے عمل) بالکل بے وزن (ہوں گے) اور اس طرح اڑ جائیں گے (جیسے راکھ) جو بے وزن ہوتی ہے اور (جس پر تیز آندھی کے دن ہوا زور سے چلے) تو اس کے ذرے اڑ کر غائب ہو جاتے ہیں۔ اس وقت (کافر) نیک عمل سے بالکل خالی ہوں گے اور اپنے بظاہر (کئے ہوئے) نیک (عملوں میں سے کسی عمل پر بھی) وہ (قادر نہ ہوں گے) کہ وہ اس سے آخرت کا کوئی فائدہ اٹھا سکیں۔ (یہی) بڑے (دور کی گمراہی ہے) کیونکہ ان کو تو یہ خیال تھا کہ ہمارے نیک عمل مفید ہوں گے جب کہ عین ضرورت کے وقت پتہ چلا کہ وہ بالکل بیکار اور بے وزن ہیں۔

2- اللہ تعالیٰ کیلئے قیامت کو قائم کرنا کچھ مشکل نہیں

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ

جَدِيدٍ ﴿١٩﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جیسے چاہیے۔ اگر وہ چاہے لے جائے (یعنی فنا کر دے) تم کو اور لے آئے ایک نئی مخلوق کو اور نہیں ہے یہ اللہ پر دشوار۔

تفسیر: کافروں کو یہ خیال ہو کہ جب مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے تو پھر دوبارہ زندگی کہاں ہو سکتی ہے لہٰذا قیامت اور عذاب و ثواب یہ سب فرضی کہانیاں ہیں تو اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تو بڑی قدرت والے ہیں جس کی دلیل کو (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے) اپنی قدرت سے (آسمانوں اور زمین کو جیسے چاہئے تھا ویسے پیدا کیا) اور وہ ایسی قدرت والا ہے کہ (اگر چاہے تو تمہیں فنا کر دے اور تمہاری جگہ کسی نئی مخلوق کو لے آئے اور یہ اللہ پر کچھ بھی دشوار نہیں) تو ایسی قدرت والے اللہ پر کیا مشکل ہے کہ وہ تمہیں از سر نو پیدا کر دے اور پھر تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے۔

3- آخرت میں کافروں کے بڑے اپنے پیروکاروں کے کچھ کام نہ آئیں گے

وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعًا

فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۗ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ﴿٢١﴾

ترجمہ: اور وہ سامنے پیش ہوں گے اللہ کے سب کے سب۔ پھر کہیں گے چھوٹے درجہ کے لوگ بڑے درجہ والوں سے کہ ہم تھے تمہارے تابع تو کیا تم ہٹانے والے ہو ہم سے اللہ کے عذاب سے کچھ حصہ۔ وہ کہیں گے اگر راہ دکھاتا ہم کو اللہ تو راہ دکھاتے ہم تم کو۔ برابر ہے ہم پر کہ بے قراری کریں ہم یا صبر کریں نہیں ہے ہمارے لئے خلاصی۔

تفسیر: (اور) اگر کافروں کو یہ خیال ہو کہ ہمارے بڑے ہم کو بچالیں گے تو وہ اس حقیقت کو سن لیں کہ قیامت کے دن (سب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ والے) یعنی عوام اور

پیروکار اپنے (بڑے درجہ والوں) یعنی سرداروں (سے کہیں گے کہ ہم) دنیا میں (تمہارے تابعدار تھے) یہاں تک کہ دین کے معاملہ میں بھی جو بات تم نے کہی ہم نے اس میں بھی تمہاری تابعداری کی۔ آج ہم مصیبت میں ہیں (تو کیا خدا کے عذاب کا کچھ حصہ تم ہم سے ہٹاتے ہو۔ وہ) جواب میں (کہیں گے کہ) ہم تو خود مصیبت میں مبتلا ہیں (اگر اللہ ہمیں) بچنے کی کوئی (راہ دکھائے تو ہم تمہیں) بھی وہ (راہ دکھائیں لیکن ایسی کوئی صورت نظر نہیں آتی اب تو (ہم سب کے لئے برابر ہے خواہ ہم بے قراری کریں یا صبر کریں ہمارے لئے کچھ خلاصی نہیں ہے۔

4- آخرت میں معبودان باطل بھی کچھ کام نہیں آئیں گے

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور کہے گا شیطان جب نمٹائے جا چکیں گے سب مقدمات بے شک اللہ نے وعدہ دیا تھا تم کو وعدہ سچا اور وعدہ دیا تھا میں نے تم کو پھر وعدہ خلافی کی میں نے تم سے اور نہیں تھا میرا تم پر کچھ زور مگر یہ کہ بلایا میں نے تم کو تو منظور کی تم نے میری بات پس تم ملامت نہ کرو مجھ کو اور ملامت کرو اپنے آپ کو۔ نہیں ہوں میں مدد گار تمہارا اور نہیں ہو تم مدد گار میرے۔ بے شک میں انکار کرتا ہوں اس کا جو شریک ٹھہرایا تم نے مجھ کو اس سے پہلے۔ بے شک ظالموں کے لئے عذاب ہے دردناک۔

تفسیر: (اور) اگر یہ خیال ہو کہ آخرت میں ہمارے یہ معبودان باطل ہمیں بچا لیں گے تو اس بارے میں تم ان میں سے سب سے بڑے کا قصہ سن لو۔ (جب) قیامت میں (سب مقدمات نمٹائے جا چکیں گے) اور جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا اس وقت

کفار دوزخ میں جا کر یا داخل ہونے سے پہلے ابلیس کو الزام دیں گے کہ تو نے دنیا میں ہمیں راہ حق سے ہٹایا اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا اب تو کوئی چھٹکارے کی تدبیر کر۔ جواب میں (شیطان کہے گا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے) سچے پیغمبروں کے واسطے سے ثواب و عذاب اور جنت و دوزخ سے متعلق (تم سے سچے وعدے کئے تھے) جن کی سچائی دنیا میں دلائل سے ثابت تھی اور آج مشاہدے سے ظاہر ہے (اور اس کے بالمقابل (میں نے تم سے) جھوٹی باتیں کہیں اور (جھوٹے وعدے کئے تھے) کہ کسی کو کہا کہ قیامت ہی نہ ہوگی اور کسی کو کہا کہ قیامت تو ہوگی لیکن اصل نجات میرے بتائے ہوئے طریقے میں ہے۔ میرے وعدوں کا جھوٹ ہونا معمولی غور وفکر سے واضح ہوسکتا تھا اور یہاں تو آنکھوں کے سامنے ہے (سو) اگر (میں نے وعدہ خلافی کی) تو ایسا ہی ہونا ظاہر تھا (اور میرا تم پر کچھ زور نہ تھا) کیونکہ نہ تو میرے پاس دلیل کی قوت تھی اور نہ ہی ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات ماننے پر مجبور کر دیتا (مگر اتنا ہے کہ میں نے) بدی کی تحریک کی اور (تمہیں) اس طرف (بلایا تو تم نے) اپنی خوشی سے (میری بات کو منظور کیا) اور میرے کہنے پر اپنی رضا مندی سے چلے۔ میری باتوں کی حقیقت کو سمجھنے میں تم نے نہ عقل سے کام لیا اور نہ پیغمبروں کے کہنے پر کان دھرے۔ (تو) میرا جرم جو ہے وہ تو ہے لیکن اپنے عمل کے مجرم تم خود ہو لہٰذا اپنے جرم پر (تم مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو)۔ آج کے حالات تمہارے سامنے ہیں کہ (نہ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں اور نہ تم میری مدد کر سکتے ہو)۔ اور اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ بلاواسطہ یا بالواسطہ میری عبادت اور میری اطاعت کر کے تم نے میرا اعزاز کیا تھا لہٰذا تمہارا مجھ پر کوئی حق بنتا ہے تو خوب سمجھ لو کہ اس سے پہلے (جو تم نے مجھے) براہ راست یا دیگر معبودان باطل کی صورت میں (اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا تو اس) کو میں اپنا کچھ اعزاز نہیں سمجھتا۔ اللہ کا شریک ٹھہرانا تو محض ایک فرضی بات تھی اور فرضی بات سے اعزاز ہونے (کا میں انکار کرتا ہوں) لہٰذا تمہارا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا (اور بلاشبہ) یہاں آخرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ (ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے)۔

5- کفار کے عذاب کے مقابلہ میں مومنوں کے لئے آخرت میں راحت وچین ہوگا

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: اور داخل کئے جائیں گے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے نیک باغوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اپنے رب کے حکم سے۔ ان کا کلمہ ملاقات ان (باغوں) میں سلام ہوگا۔

تفسیر: (اور) کافروں کے معاملہ کے برعکس (وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور ان میں ان کی آپس کی ملاقات کا کلمہ سلام ہوگا) اس معنی میں کہ تم کو سلامتی مبارک ہو۔

ربط: کافروں کے عذاب سے متعلق آخری نکتہ میں بتایا کہ آخرت کا نیک انجام ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے ہوگا۔ آگے بتاتے ہیں کہ ایمان کی اصل بنیاد توحید ہے۔ پھر کلمہ توحید کو مثال سے سمجھاتے ہیں اور اس کی مزید وضاحت کے لئے اس کے مقابل کفر وشرک کے کلمہ کو بھی مثال سے سمجھاتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ
طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ
حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ
مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تو نے کیسے بیان کی اللہ نے مثال کلمہ طیبہ کی جیسے ایک پاکیزہ درخت کہ اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ وہ لاتا ہے اپنا پھل ہر فصل میں اپنے رب کے حکم سے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے لئے تاکہ وہ غور کریں۔ اور مثال گندے کلمہ کی جیسے خراب درخت کہ اکھیڑ لیا جائے زمین کے اوپر سے نہیں ہے اس کے لئے ٹھہراؤ۔

تفسیر: (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ) یعنی کلمہ توحید لا إلٰہ الا اللہ (کی کیسی) اچھی اور موقع کی (مثال بیان فرمائی ہے وہ ایک ایسے پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ) زمین میں (خوب مضبوط ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں) جا رہی (ہوں) اور (وہ اپنے رب کے حکم

سے ہر فصل میں اپنا) بھر پور پھل (دیتا ہو) اور کوئی فصل ماری نہ جاتی ہو۔ اسی طرح کلمہ توحید کی ایک جڑ یعنی اعتقاد ہے جو مومن کے دل میں خوب مضبوطی کے ساتھ جما ہوا ہے اور اس کی شاخیں اعمال صالحہ کی صورت میں اللہ کے ہاں قبولیت کے لئے آسمان کی طرف لے جائی جاتی ہیں پھر ان پر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا بھر پور پھل لگتا ہے کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا۔ (اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے) اس قسم کی (مثالیں بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ) اصل مطلب کو خوب اچھی طرح (سمجھ لیں۔ اور گندے کلمہ) یعنی کفر وشرک کے کلمہ (کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب) اور کڑوے اور بدبودار پھل والا (درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر) ہی (سے اکھاڑ لیا جائے) اور اس کی جڑ زمین میں گہری نہ ہونے کی وجہ سے (اس کو) زمین میں (کچھ ٹھہراؤ نہ ہو) یہی حال کفر وشرک کے کلمہ کا ہے کہ انسانی ضمیر اور فطرت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں دل کی گہرائی میں نہیں پہنچتیں تھوڑا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اس کی وجہ سے صادر ہونے والے اعمال بھی قبولیت کے آسمان پر نہیں چڑھتے اور اس پر لگنے والا پھل بھی گندہ اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔

ربط: کلمہ توحید اور کلمہ کفر کو مثال سے سمجھانے کے بعد اب ان کا اثر بیان کرتے ہیں۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ
الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول سے حیات دنیوی میں اور آخرت میں اور گمراہ کرتا ہے ظالموں کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے۔

تفسیر: (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس مضبوط) کلمہ اور (قول سے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں مضبوط) وثابت قدم (رکھتے ہیں) دنیا میں کیسے ہی حوادث پیش آئیں کتنا ہی سخت امتحان ہو، قبر میں منکر نکیر سے سوال و جواب ہو اور محشر کا ہولناک منظر ہو ہر موقع پر یہی کلمہ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنتا ہے (اور ظالموں) کافروں اور مشرکوں نے اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم نہیں کیا جو کہ کلمہ توحید کو ماننے سے ہوتا ہے لہٰذا ان (کو اللہ) دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی کی (راہ گم کرا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ) اپنی حکمت کے موافق (جو) معاملہ جس کے ساتھ (چاہتے ہیں کرتے ہیں)۔

ربط: اوپر یہ بتایا کہ کفر وشرک کے کلمہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ آدمی کامیابی کی راہ گم کر دیتا ہے۔ آگے

بتاتے ہیں کہ جو کامیابی کی راہ گم کرتا ہے وہ صرف ناکامی اور نقصان کی راہ پر لگتا ہے جو اس کو جہنم میں پہنچا دیتی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ
الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا
فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ
يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کو جنہوں نے بدلا اللہ کی نعمت کو کفر سے اور اتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں، جہنم میں، داخل ہوں گے وہ جس میں اور برا ہے ٹھکانا۔ اور ٹھہرائے انہوں نے اللہ کے لئے شریک تاکہ گمراہ کریں اللہ کے راستہ سے۔ تو کہہ دے فائدہ اٹھالو پھر بلاشبہ تمہاری واپسی ہے آگ کی طرف۔ تو کہہ دے میرے بندوں سے جو ایمان لائے (کہ) قائم رکھیں نماز کو اور خرچ کریں اس میں سے جو ہم نے دیا ان کو چھپ کر اور اعلانیہ اس سے پہلے کہ آئے (وہ) دن نہیں ہوگا سودا اس میں اور نہ (ہوگی) دوستی۔

تفسیر: (کیا آپ نے) مکہ کے (ان) سرداروں (کو نہیں دیکھا کہ) کیسے تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کی ہدایت کیلئے رسول ﷺ کو بھیجا اور قرآن اتارا اور ان کو حرم اور بیت اللہ کا مجاور بنایا اور ان کو عرب کی سرداری دی لیکن (انہوں نے اللہ کی) اس (نعمت کے بدلے میں) بجائے احسان ماننے کے (کفر کو اختیار کیا) کہ اللہ کی باتوں کو جھٹلایا اور اس کے رسول سے لڑائی کی (اور) بالآخر اپنے سمیت (اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں) یعنی جہنم (میں جا اتارا کہ وہ سب اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اور) ویسے تو خود ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا اور اپنی قوم کے لوگوں سے اللہ کا انکار کرانا مشکل تھا کیونکہ یہ بات قبول کرنا انسانی فطرت کے لئے تقریباً ناممکن ہے اس لئے (انہوں نے) یہ کیا کہ فطری تقاضے پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو بھی مانتے رہے لیکن گمراہی کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید کو ترک کر دیا اور اس کے بجائے (اللہ کے لئے شریک ٹھہرا لئے تاکہ) اس طرح سے اپنی قوم کے لوگوں

کو (اللہ) کی توحید (کے راستے سے گمراہ کریں) اور وہ شرک میں رہ کر بدستور ان کو سردار مانتے رہیں (آپ فرما دیجئے کہ) عوام کو بے وقوف بنا کر اور گمراہ کر کے (تم) کچھ عرصہ خوش ہو لو اور اپنی سرداری کے (مزے اڑا لو پھر) بالآخر جہنم کی (آگ) ہی (کی طرف تمہارا پلٹنا ہے)۔ اور (آپ میرے بندوں کو جو) میری ذات وصفات کی توحید پر (ایمان لائے ہیں) یہ ہدایت (فرما دیجئے کہ وہ) ان کافروں کی گمراہ کرنے کی کوششوں سے پوری طرح چوکنے رہیں اور قیامت کے اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ تو) نیکیوں کی (خرید وفروخت ہو گی اور نہ دوستی) مؤثر (ہو گی) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط بنا لیں جس کیلئے وہ (نماز قائم رکھیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خفیہ اور اعلانیہ) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے (خرچ کرتے رہیں)۔

ربط: کلمہ توحید اور کلمہ کفر وشرک کے اثرات ذکر کر کے آگے اپنی چند عظیم الشان نعمتیں ذکر کرتے ہیں جن کے بارے میں مسلمان اور کافر سب کو ہی اعتراف ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ان کو سن کر مسلمانوں کو شکر گزاری کی مزید رغبت ہو اور کافروں کو تنبیہ ہو اور وہ بھی شرک کو چھوڑ کر اللہ کی توحید کی طرف آ جائیں۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَ
سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾
وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۚ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۚ
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالا اس کے ذریعہ پھلوں سے رزق تمہارے لئے اور مسخر کیا کشتی کو کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور مسخر کیا تمہارے لئے نہروں کو اور مسخر کیا تمہارے لئے سورج کو اور چاند کو ہمیشہ چلتے ہوئے اور مسخر کیا تمہارے لئے رات کو اور دن کو اور اس نے دیا تم کو ہر چیز سے جو مانگی تم نے اس سے۔ اور اگر تم شمار کرو اللہ کی نعمت کو تو نہ شمار کر سکو ان کو۔ بے شک انسان بڑا بے انصاف

ناشکرا ہے۔

تفسیر: تنہا (اللہ ہی ہے جس نے) پوری کائنات کو بنایا اور تنہا وہی اس کے پورے نظام کو چلا رہا ہے۔ اسی نے (آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے) یعنی بلندی پر موجود بادلوں سے بارش کے (پانی کو اتارا پھر اس پانی کے ذریعہ سے پھلوں) اور سبزیوں کی قسم سے (تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے نفع کے لئے کشتی) اور جہاز (کو) اپنے قوانین قدرت کا (پابند کیا تاکہ وہ خدا کے حکم) و قدرت (سے دریا میں چلے) اور تم ان کے ذریعہ سفر اور بار برداری کی ضرورتیں پوری کرسکو (اور تمہارے نفع کے لئے نہروں کو) اپنے قوانین قدرت کا (پابند کیا) تاکہ تم ان سے آبپاشی کرسکو (اور تمہارے نفع کے لئے سورج اور چاند کو مسلسل چلنے میں) اپنے قوانین قدرت کا (پابند کیا) تاکہ تم روشنی اور گرمی اور مختلف موسم حاصل کرسکو (اور تمہارے نفع کے لئے رات اور دن کو) اپنے قوانین قدرت کا (پابند بنایا) تاکہ دن میں معیشت کے کام کرسکو اور رات کو آرام کرسکو (اور جو جو چیز تم نے اللہ سے مانگی) اور وہ تمہارے مناسب حال ہوئی تو (وہ ہر چیز تم کو دی اور) صرف ان ہی مذکورہ اشیاء پر کیا منحصر ہے انسانوں پر (اللہ تعالیٰ کی نعمتیں) تو اتنی ہیں کہ (اگر تم) ان کو (شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے)۔ مگر (سچ یہ ہے کہ) عام طور سے (انسان بہت ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے) کہ کائنات کی یہ ساری نعمتیں صرف اللہ نے انسان کے لئے پیدا کیں لیکن وہ شکرانہ میں صرف اللہ کے آگے جھکنے کے بجائے دوسروں کے آگے جھکتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کارخانہ میں دخیل اعتقاد کرتا ہے۔

ربط: مکہ کے مشرکین جن سے خصوصی طور پر کلام چل رہا ہے انہیں اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر تنبیہ کرتے ہیں کہ تم جن کی اولاد ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف کے مجاور بنے ہوئے ہو انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی، ان ہی کی دعاؤں سے ہم نے یہ شہر مکہ آباد کیا اور وہ دنیا سے یہی دعائیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ ان کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔ اب تم کو سوچنا چاہئے کہ تم ان کے طریقے پر کس حد تک چل رہے ہو۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا
الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ
اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ
عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ

بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ
الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝۳۷ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ
وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝۳۸
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ
رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝۳۹ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ
الْحِسَابُ ۝۴۱

ترجمہ: اور جب کہا ابراھیم نے اے میرے رب بنادے اس شہر کو باامن اور دور رکھ مجھے اور میری اولاد کو (اس سے کہ) ہم عبادت کریں بتوں کی۔ اے میرے رب بے شک انہوں نے گمراہ کیا بہت سے لوگوں کو سو جس نے پیروی کی میری تو وہ مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی میری تو بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے رب آباد کیا میں نے اولاد میں سے (ایک کو) وادی بے گیاہ میں نزدیک تیرے محترم گھر کے۔ اے ہمارے رب تاکہ وہ قائم کریں نماز کو سو کر دے دل (بعض) لوگوں کے کہ مائل ہوں ان کی طرف اور روزی دے ان کو پھلوں سے تاکہ وہ شکر کریں۔ اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور نہیں چھپی رہتی اللہ پر کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے عطا کئے مجھ کو بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق۔ بے شک میرا رب سننے والا ہے دعا کا۔ اے میرے رب بنادے مجھ کو قائم کرنے والا نماز کا اور میری اولاد میں سے۔ اے ہمارے رب اور قبول کر میری دعا۔ اے ہمارے رب بخش دے مجھ کو اور میرے والدین کو اور سب مومنوں کو جس دن قائم ہو حساب۔

تفسیر: (اور) وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے (جب ابراھیم) علیہ السلام (نے) اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور اپنی بیوی ہاجرہ علیہا السلام کو ہمارے حکم سے مکہ مکرمہ کے میدان میں لاکر رکھنے کے

وقت یوں (دعا کی کہ اے میرے رب اس شہر) مکہ (کو امن والا بنا دیجئے اور مجھ کو اور میری اولاد کو) خالص توحید پر رکھئے اور ہم کو (اس سے دور رکھئے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں) اور (اے میرے رب) خاص بتوں کی پرستش سے دور رہنے کی دعا اس وجہ سے کرتا ہوں کہ شیطان نے ان بتوں کو لوگوں میں طرح طرح سے مقدس بنایا ہے کہیں خود ان کو خدا کہلوایا، کہیں ان کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب بنایا اور کہیں یہ منوایا کہ ہاں یہ تو واقعی ہمارے ہاتھ کی بنائی ہوئی پتھر اور مٹی کی مورتیاں ہیں لیکن چونکہ خدا کا تصور اتنا اونچا ہے کہ انسانی عقل کی وہاں تک رسائی ممکن نہیں لہٰذا خدا کا کوئی تصور قائم کرنے کے لئے ہم ان کے تصور کو وسیلہ بنانے پر مجبور ہیں اور اس طرح سے (ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا) یہاں تک کہ عام طور سے تمام ہی کافر قوموں میں بت پرستی کا کچھ نہ کچھ رواج ہے۔ غرض میں بت پرستی سے بچنے اور توحید پر قائم رہنے کی دعا بھی کرتا ہوں اور تبلیغ بھی کرتا ہوں۔ (پھر) میرے کہنے سننے پر (جس شخص نے میری پیروی کی) اور خالص توحید کو اختیار کیا (تو وہ مجھ سے ہے) اور میرے طریقے پر ہے (اور جس شخص نے میری نافرمانی کی) اور میرا کہنا نہ مانا (تو) وہ میرے راستہ سے علیحدہ ہو گیا اور ایسے کو بھی آپ توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں کیونکہ (آپ بہت بخشنے والے ہیں) کہ اس کے سابقہ گناہوں کو بخش سکتے ہیں اور (بہت مہربان ہیں) کہ اپنی مہربانی سے اس کو ہدایت کی راہ پر لگا سکتے ہیں۔ (اے ہمارے رب میں نے اپنی بعض اولاد) یعنی اسماعیل (کو) اس (بے) آب و (گیاہ وادی میں آپ کے محترم گھر کے پاس بسایا ہے اے ہمارے رب تا کہ یہ) اور ان کی نسل اس گھر کا حق ادا کریں اور (نماز قائم رکھیں۔ اور آپ کچھ لوگوں کے دل ان) اسماعیل اور ہاجرہ (کی طرف مائل کر دیجئے) کہ وہ یہاں آ کر رہیں (اور) اس طرح پر رونق آبادی ہو جائے اور (ان کو روزی دیجئے) اور اس کے لئے ایسے سامان فراہم کر دیجئے کہ غلہ اور پانی جو ضروریات زندگی ہیں ان سے زائد ان کو (پھلوں سے) بھی کھانے کو ملے (تا کہ یہ لوگ) اطمینان قلب کے ساتھ آپ کی عبادت اور (شکر گزاری میں لگے رہیں۔ اے ہمارے رب) ہماری کچھ التجائیں تو ہماری زبان پر آ گئی ہیں اور کچھ دل ہی میں چھپی ہیں لیکن (آپ تو) سب کو ہی (جانتے ہیں جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور) ہمارے ظاہر و باطن پر ہی کیا منحصر ہے (اللہ پر تو نہ زمین کی کوئی چیز مخفی ہے اور نہ آسمان کی) کوئی چیز مخفی ہے۔ (اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جنہوں نے) غیر متوقع طور پر (مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق) جیسے بیٹے (دیئے تو اب تو میں دعاؤں کی قبولیت کی پوری توقع کرتا ہوں (بلاشبہ میرا رب دعا کو خوب سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ اے میرے رب آپ مجھے بھی نماز قائم رکھنے والا بنائیے اور میری اولاد میں سے بھی) ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نمازوں کو ٹھیک طور پر قائم رکھیں (اے ہمارے رب میری یہ دعا بھی قبول

فرمایئے اور اے ہمارے رب جس دن) آخرت کا (حساب کتاب ہو اس دن مجھے اور میرے والدین کو اور تمام ایمان والوں کو بخش دیجئے گا)۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے والد کی موت چونکہ کفر پر ہوئی تھی اس لئے بعد میں آپ کو والد کے لئے مغفرت طلب کرنے سے روک دیا گیا۔

ربط: اوپر یہ بتا کر کہ کفار مکہ تو اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ اسلام تک کے عمل اور خواہش کے برعکس کفر و شرک اختیار کئے ہوئے ہیں آگے تنبیہ فرماتے ہیں کہ ان کو سزا ملنے میں جو دیر ہو رہی ہے تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے بے خبر ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر تو ان کا کوئی کام بھی مخفی نہیں ہے۔البتہ اس کی عادت نہیں ہے کہ مجرم کو فوراً پکڑ کر تباہ کر دے۔ وہ بڑے سے بڑے ظالم کو بھی مہلت دیتا ہے تاکہ یا تو وہ اپنے جرائم سے باز آجائے یا جرائم کے ارتکاب میں اس حد تک پہنچ جائے کہ قانونی اعتبار سے اس کے سزا کا حقدار بننے میں کوئی شبہ نہ ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا
يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ
رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ
النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ
اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا
اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا
لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ
كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ
رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ
وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ

يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ
وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ
الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا
هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

ترجمہ: اور نہ خیال کر ہرگز بھی اللہ کو بے خبر اس سے جو کرتے ہیں ظالم۔ محض ڈھیل دیتا ہے ان کو اس دن کے لئے پھٹی رہ جائیں گی جس میں آنکھیں۔ دوڑتے ہوں گے اوپر اٹھائے ہوئے اپنے سر۔ نہیں پھر کر آئے گی ان کی طرف ان کی نظر اور ان کے دل اڑے ہوئے ہوں گے۔ اور تو ڈرا لوگوں کو اس دن سے کہ آئے گا ان پر عذاب تو کہیں گے ظالم اے ہمارے رب مہلت دے ہم کو مدت قریب تک کہ ہم قبول کریں تیری دعوت کو اور ہم پیروی کریں رسولوں کی۔ کیا نہیں تم قسم کھاتے تھے اس سے پہلے کہ نہیں ہے تمہارے لئے کچھ زوال حالانکہ تم رہتے رہے ان لوگوں کی بستیوں میں جنہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور کھل گیا تم پر کہ کیسا کیا ہم نے ان کے ساتھ اور بیان کیں ہم نے تمہارے لئے مثالیں۔ اور انہوں نے داؤ چلا اپنا داؤ اور اللہ کے پاس ہے ان کا داؤ اور واقعی ہے ان کا داؤ کہ ٹل جائیں اس سے پہاڑ۔ سو نہ خیال کر ہرگز بھی اللہ کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ کا اپنے رسولوں سے۔ بلاشبہ اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا۔ جس دن بدلی جائے گی زمین دوسری زمین سے اور (بدلے جائیں گے) آسمان اور لوگ نکلیں گے سامنے اللہ واحد قہار کے۔ اور تو دیکھے گا مجرموں کو اس دن باہم جکڑے ہوئے زنجیروں میں۔ ان کے کرتے ہوں گے گندھک کے اور ڈھانپتی ہوگی ان کے چہروں کو آگ تاکہ جزا دے اللہ ہر نفس کو جو اس نے کمایا۔ بے شک اللہ تیز حساب والا ہے۔ یہ (قرآن) پہنچانا ہے لوگوں کو تاکہ وہ ڈرائے جائیں اس کے ذریعہ اور تاکہ وہ جان لیں کہ محض وہی ہے ایک معبود اور تاکہ سمجھیں عقل والے۔

تفسیر: (اور) اے مخاطب (جو کچھ یہ ظالم) اور کافر (لوگ کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کو) اس وجہ سے کہ اس نے ان کی فوری پکڑ نہیں کی (ہرگز بے خبر خیال نہ کرنا) کیونکہ (اللہ تعالیٰ) کا طریقہ یہی ہے کہ وہ (ظالموں کو) کم وبیش (ڈھیل دیتا ہے) جو زیادہ سے زیادہ (اس دن تک کے لئے) ہوتی ہے (جس میں) حیرت اور ہیبت سے ان لوگوں کی (نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی) اور وہ حسب طلب حساب کتاب کی جگہ کی طرف (دوڑتے ہوں گے) اور نظریں اوپر کی اوپر ہی رہیں گی (اور ان کے

دل) دہشت اور خوف سے (اڑے ہوئے ہوں گے)۔ جب وہ دن آ جائے گا تو مزید مہلت نہ ملے گی پس (آپ ان لوگوں کو اس دن کے آنے سے ڈرایئے جس دن ان پر عذاب آئے گا تو یہ ظالم لوگ کہیں کہ اے ہمارے رب ایک قریب کی مدت) یعنی قلیل مدت (تک ہم کو) مزید (مہلت) دے کر دوبارہ دنیا میں بھیج (دیجئے) اس مدت میں (ہم آپ کی دعوت کو قبول کریں گے) اور آپ کا سب کہنا مانیں گے (اور رسولوں کی پیروی کریں گے)۔ جواب میں ارشاد ہوگا کہ (کیا) ہم نے تم کو دنیا میں طویل مہلت نہ دی تھی اور کیا اسی طویل مہلت سے دھوکا کھا کر (اس سے پہلے تم) دنیا میں (قسمیں نہ کھاتے تھے کہ تمہارے) شان وشوکت والے حال کے (لئے کچھ زوال نہ ہوگا) حالانکہ ایسی باتوں سے اجتناب کرنے کے تمام اسباب جمع تھے مثلاً ایک یہ کہ (تم ان لوگوں کی بستیوں میں) یا ان کے آس پاس (رہتے رہے جنہوں نے) تم سے پہلے توحید کو چھوڑ کر اور کفر وشرک کو اختیار کر کے (اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور) تاریخ سے (تمہارے سامنے یہ بات کھل چکی تھی کہ ہم نے) ان پر عذاب نازل کر کے (ان کے ساتھ) ان کی ہلاکت کا (کیسا معاملہ کیا اور) دوسرے یہ کہ (ہم نے) بھی (تمہارے لئے) سابقہ امتوں کی ہلاکت کی (مثالیں بیان کی ہیں اور) ہم نے جن پہلے لوگوں کو عذاب سے ہلاک کیا (ان لوگوں نے) دین حق کو مٹانے میں (اپنے بڑے بڑے داؤ چلے اور ان کے) یہ سب (داؤ اللہ کے سامنے تھے) کوئی بھی اللہ سے مخفی نہ تھا (اور واقعی ان کے داؤ ایسے تھے کہ) عجب نہیں کہ (ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جاتے) مگر پھر بھی حق غالب رہا اور ان لوگوں کی تدبیریں سب ضائع گئیں ان کو ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور یہ ہمارا ہمیشہ کا ضابطہ ہے (لہٰذا) اے مخاطب (تو ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کہیں وعدہ خلافی کرتا ہے)۔ آخر اللہ کے لئے اپنے رسولوں سے کئے گئے وعدوں کو پورا کرنا کونسا مشکل ہے (بلاشبہ اللہ زبردست ہے اور) پورا (بدلہ لینے والا ہے) اور یہ پورا بدلہ اس دن ہوگا (جس دن) اس (زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا اور آسمان بھی) بدل دیئے جائیں گے (اور سب) کے سب لوگ حساب کتاب کے لئے (ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے اور اس دن) اے مخاطب (تو مجرموں) یعنی کافروں (کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا) اور (ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے اور آگ) ان کے چہروں پر لپٹی ہوئی ہوگی اور (ان کے چہروں کو ڈھانپ رہی ہوگی)۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوگا (تاکہ اللہ ہر) مجرم (شخص کو اس کے کئے کی سزا دے) اور اگرچہ ایسے مجرم کتنے ہی ہوں مگر (یقیناً) اللہ تعالیٰ کو ان سب کا حساب کتاب کچھ دشوار نہیں کیونکہ (اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے) سب کا فیصلہ شروع کر کے فوراً ہی مکمل کر لے گا۔ اور آخری بات یہ ہے کہ (یہ) قرآن (لوگوں کے لئے) اللہ کی بات کا (پہنچانا ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ سے لوگ عذاب سے ڈرائے جائیں اور وہ اس بات کو) یقین کے ساتھ (جان لیں کہ وہی ایک معبود) برحق (ہے اور تاکہ عقلمند لوگ) اس سے (نصیحت حاصل کریں)۔

سورہ حجر

ربط: پچھلی سورت کی آخری آیت میں قرآن پاک کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ لوگوں کو ڈرانے کا ذریعہ ہے۔ آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں اور اس کی آیتوں پر توجہ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	اٰيَاتُهَا ۹۹ - رُكُوْعَاتُهَا ۶

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

ترجمہ: الٓرٰ۔ یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور واضح قرآن کی۔

تفسیر: (یہ آیتیں ہیں) اس عظیم الشان (کتاب کی) جس کے مقابلہ کی کوئی دوسری کتاب نہیں (اور) اس (واضح قرآن کی) جس کے اصول بہت واضح، دلائل خوب روشن اور احکام انتہائی معقول ہیں لہٰذا آگے جو کچھ بیان ہو اس کو پوری توجہ سے سنو۔

ربط: قرآن جیسی نعمت کی جو لوگ آج قدر نہیں کرتے ایک وقت آئے گا کہ یہ اپنی محرومی پر افسوس کریں گے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ②

ترجمہ: کسی وقت چاہیں گے یہ لوگ جو ناقدری کرتے ہیں کہ (کیا ہی اچھا ہوتا) اگر وہ ہوتے مسلمان۔

تفسیر: آج منکرین (جو) قرآن اور اسلام کی (ناقدری کرتے ہیں) دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی (کوئی وقت) ایسا آئے گا جب (یہ) لوگ اپنی محرومی پر ماتم کریں گے اور حسرت سے (چاہیں گے کہ) کیا ہی اچھا ہوتا (اگر ہم مسلمان ہوتے)۔ دنیا میں یہ وقت تب ہوئے جب کفار مکہ کو جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکستیں ہوئیں۔

ربط: ایسے منکر اور ناقدروں کا علاج یہ ہے کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تا کہ یہ اپنے وقت مقرر پر اپنے انجام کو پہنچیں۔

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا
وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝۳ وَمَا أَهْلَكْنَا
مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ۝۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ
أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝۵

ترجمہ: چھوڑ دے ان کو کہ کھالیں اور فائدہ اٹھالیں اور غافل رکھے ان کو امید سو جلد یہ جان لیں گے۔ اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو مگر اس کے لئے تھا وقت مقرر۔ نہیں سبقت کرتی کوئی امت اپنے وقت مقرر سے اور نہ پیچھے رہتی ہے۔

تفسیر: جب ان ناقدروں پر کوئی نصیحت کارگر نہیں تو آپ ان کے غم میں نہ پڑیئے بلکہ (ان کو) ان کے حال پر (چھوڑ دیجئے) تا (کہ یہ) خوب جی بھر کے (کھا) پی (لیں اور) دنیا کی چیزوں سے (فائدہ اٹھالیں اور) مستقبل کی جو انہوں نے (امید) باندھ رکھی ہے وہ (ان کو غافل کئے رکھے سو جلد) وہ وقت آنے والا ہے جب اصل حقیقت کو (یہ جان لیں گے) اور کھایا پیا سب نکل جائے گا۔ چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں مسلمانوں کے ہاتھوں حقیقت کھل گئی اور باقی آخرت میں کھل جائے گی۔ اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ یہ سب محض دھمکیاں ہیں اور آئندہ بھی کوئی عذاب نہ آئے گا کیونکہ ہمارا ضابطہ یہی ہے کہ ہم نے عذاب کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اس سے پہلے ہم ڈھیل دیتے رہتے ہیں (اور ہم نے جس بستی کو بھی) اس کی سرکشی کی وجہ سے (ہلاک کیا تو اس) کی ہلاکت (کے لئے) ہمارے علم میں جو (وقت مقرر تھا) ٹھیک اسی پر ہلاک کیا اور ہمارا یہ ضابطہ اتنا اٹل ہے کہ (کوئی بھی امت اپنے وقت مقرر سے نہ کچھ سبقت کرتی ہے) کہ اس پر اس وقت سے پہلے عذاب آجائے (اور نہ پیچھے رہتی ہے) کہ اس پر اس وقت کے بعد عذاب آئے۔

ربط: مذکورہ بالا باتیں سن کر کفار مکہ استہزاء کرتے اور کہتے۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ
الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝۶ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ
الصَّادِقِينَ ۝۷

ترجمہ: اور (منکرین) کہتے ہیں کہ اے وہ شخص اتارا گیا جس پر ذکر (یعنی قرآن) بے شک تو دیوانہ ہے۔ کیوں نہیں لاتا تو ہمارے پاس فرشتوں کو اگر ہے تو سچوں میں سے۔

تفسیر: مذکورہ بالا باتیں سن کر منکرین بجائے اس کے کہ ان پر غور و فکر کرتے الٹا استہزاء کرتے (اور) رسول اللہ ﷺ سے یوں (کہتے ہیں کہ ارے او شخص جس پر) اس کے دعوے کے مطابق (قرآن اتارا گیا ہے تم تو بے شک دیوانے ہو) کیونکہ تمہاری یہ باتیں کہ (1) خدا نے تنہا تم کو منتخب کر کے تمہیں اپنی کتاب دی ہے اور (2) تمہارا خود کو عالم سمجھنا اور دوسروں کو لاعلم اور احمق بتانا اور (3) تمہارا دوسروں کو یہ چیلنج دینا کہ بالآخر تم ہی غالب رہو گے اور دوسرے مسلمان ہونے کی حسرت کریں گے ہوش وعقل کے بالکل خلاف ہیں اور (اگر تم) اپنے ان دعوؤں میں (سچے ہو تو تم) اپنے ساتھ (فرشتوں) کی خدائی فوج (کو کیوں نہیں لے کر آئے) جو کھلم کھلا تمہاری تصدیق کرتی۔

ربط: کافروں کے استہزاء کے جواب میں آگے ایک تو ان کے اعتراض کا جواب دیتے ہیں اور دوسرے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا جاتا رہا ہے اور ان کافروں کی فرمائشیں حق کی طلب میں نہیں بلکہ محض تنگ کرنے کے لئے ہیں اس لئے اگر ان کو کوئی اور زیادہ بڑی نشانی بھی دکھا دی جائے تب بھی یہ ماننے والے نہیں۔

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا
مُّنْظَرِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ وَ
لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ
مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ
قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾
وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾
لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ ع

ترجمہ: نہیں اتارتے ہم فرشتوں کو مگر فیصلہ کے ساتھ اور نہیں ہوتے وہ اس وقت مہلت دیئے ہوئے۔ بے شک ہم ہی نے اتارا قرآن اور ہم (ہی) اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور بھیج چکے ہیں ہم تجھ سے پہلے اگلی امتوں میں۔ اور نہیں آتا ان کے پاس کوئی رسول مگر

یہ کہ وہ اس سے استہزاء کرتے رہے۔ اسی طرح ہم بٹھا دیتے ہیں اس (استہزاء) کو مجرموں کے دلوں میں۔ نہیں ایمان لاتے اس پر حالانکہ گزر چکا ہے طریقہ پہلے لوگوں کا۔ اور اگر کھولتے ہم ان پر دروازہ آسمان سے اور وہ لگے رہیں اس میں چڑھتے تو یہی کہیں گے محض بند کر دیا گیا ہماری نگاہوں کو بلکہ ہم ہیں جادو کئے ہوئے۔

تفسیر: ان کافروں کے استہزاء کے جواب میں (1) ایک تو آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ تمہارا یہ اعتراض کہ میں اپنے ساتھ فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نشانیاں دکھانا تو سارا ہمارا کام ہے اور فرشتوں کو (ہم) محض تماشا دکھانے کے لئے (نہیں اتارتے) بلکہ جب کافروں کی سرکشی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور تبلیغ کے تمام مراحل پورے ہو جاتے ہیں اور مزید مہلت کی گنجائش نہیں رہتی اس وقت ہم (فرشتوں کو) اتارتے ہیں (مگر) ان کافروں کی ہلاکت کے (فیصلہ کے ساتھ اور اس وقت ان کو کچھ مہلت نہیں دی جاتی)۔ (2) دوسرے یہ آپ سے قرآن کی باتیں سن کر آپ کو دیوانہ کہتے ہیں اور اس طرح قرآن کی باتوں کو دیوانگی قرار دیتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس (قرآن کو تو ہم نے اتارا ہے اور) یہ ہمارا کلام ہے کیا اب بھی تم اس کو دیوانگی کہو گے؟ اور تم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ محمد ﷺ دیوانے ہیں اس وجہ سے انہوں نے کچھ باتیں اپنی طرف سے ملا دی ہیں کیونکہ (ہم اس) قرآن (کی حفاظت کرنے والے) بھی (ہیں) لہٰذا اس میں کچھ ملاوٹ نہیں ہو سکتی۔ (3) تیسرے آپ ان کے استہزاء سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے۔ (اور ہم آپ سے پہلے اگلی امتوں میں رسول بھیج چکے ہیں اور) ہوتا یہ رہا کہ (لوگوں کے پاس جب بھی کوئی رسول آیا تو وہ اس کے ساتھ استہزاء کرتے رہے) کبھی ان کو دیوانہ کہا اور کبھی ان سے دوراز کار مطالبے کئے۔ پھر جو استہزاء پر اصرار کئے جاتے ہیں تو (اسی طرح ہم بھی) ایسے (مجرم لوگوں کے دلوں میں اس) استہزاء اور تکذیب کی عادت (کو بٹھا دیتے ہیں) جس کی وجہ سے (وہ رسول پر ایمان نہیں لاتے) اور تاریخ سے کچھ سبق نہیں سیکھتے (حالانکہ پہلے لوگوں) کے بارے میں ہماری جانب سے طے کیا ہوا کامیابی و ناکامی (کا طریقہ گزر چکا ہے) کہ سرکش لوگ ہلاک کئے جاتے ہیں (اور) انجام کار حق کا بول بالا ہوتا ہے۔ (4) چوتھے آپ یہ خیال نہ کیجئے کہ اگر ان کا فرمائشی معجزہ دکھا دیا جائے تو شاید یہ ایمان لے آئیں کیونکہ یہ ماننا ہی نہیں چاہتے حتیٰ کہ فرشتوں کے اتارنے سے بڑھ کر (اگر ہم ان پر آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں اور) ہمارے چڑھانے سے (وہ اس میں چڑھتے رہیں تب بھی) یہ نہیں مانیں گے اور یہ بہانہ کرتے ہوئے (کہیں گے کہ یہ تو محض ہماری نظر بندی کی گئی ہے بلکہ) ہم پر جادو کر دیا گیا ہے اور (ہم جادو کئے ہوئے ہیں)۔

ربط: آگے بتاتے ہیں کہ یہ کافر اپنی فرمائشی نشانیوں کو لئے بیٹھے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آفاق (یعنی کائنات) میں اور انفس (یعنی انسانی جانوں) میں اپنی توحید کی اتنی نشانیاں پھیلا رکھی ہیں کہ غور وفکر کرنے والوں کے لئے ان کے بعد کسی اور نشانی کی ضرورت نہیں رہتی۔

آفاق (یعنی کائنات) میں پھیلی ہوئی نشانیاں

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا
مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ
شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ
وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا
مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا
عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ
لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ
بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ
عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ
رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اور بے شک بنائے ہم نے آسمان میں بڑے ستارے اور مزین کیا اس کو دیکھنے والوں کے لئے۔ اور حفاظت کی ہم نے اس (آسمان) کی ہر شیطان مردود سے مگر جس نے چوری کی سننے کی تو پیچھے لگا اس کے انگارہ چمکتا ہوا اور (رہی) زمین (تو) پھیلایا ہم نے اس کو اور ڈالے ہم نے اس میں پہاڑ اور اگائی ہم نے اس میں ہر چیز اندازہ کی ہوئی۔ اور بنائے ہم نے تمہارے لئے اس میں اسباب معیشت اور وہ (چوپائے وغیرہ بھی) نہیں ہو تم جن کو رزق دینے والے۔ اور نہیں ہے کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور نہیں ہم اتارتے اس

کو مگر مقدار معین میں۔ اور چلائیں ہم نے ہوائیں بوجھل کرنے والی پھر اتارا ہم نے آسمان سے پانی پھر پلایا ہم نے تم کو وہ (پانی) اور نہیں ہو تم اس کا خزانہ کرنے والے۔ اور ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور ہم (ہی) موت دیتے ہیں اور ہم (ہی) وارث ہیں۔ اور جان رکھا ہے ہم نے آگے بڑھنے والوں کو تم میں سے اور جان رکھا ہے ہم نے پیچھے رہنے والوں کو اور بے شک تیرا رب ہی جمع کرے گا ان کو۔ بے شک وہی ہے حکمت والا علم والا۔

تفسیر: (اور بے شک ہم نے آسمان میں) یعنی فضا کی بلندی میں بڑے (بڑے ستارے بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس) آسمان (کو) ستاروں سے (مزین کیا) کہ دیکھنے میں ستاروں بھرا آسمان کتنا خوبصورت اور پر عظمت معلوم ہوتا ہے۔ اور تکوینی امور سے متعلق جب ہم فرشتوں کی طرف وحی کرتے ہیں تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر کے فرشتوں سے نیچے کے فرشتوں کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے اور آخر میں بادلوں میں جو فرشتے ہوتے ہیں ان میں اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔ شیطان جنوں کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں کو معلوم کرلیں اور کاہنوں تک پہنچا دیں جو ایسی ایک بات کے ساتھ سینکڑوں جھوٹ ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتاتے ہیں (اور) علم غیب سے متعلق ان کا عقیدہ خراب کرتے ہیں (ہم نے) فضا کی (اس) بلندی (کو ہر مردود شیطان) کی رسائی (سے محفوظ رکھا ہے) کہ وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا (مگر) کبھی (کوئی) قریب پہنچ کر (چوری سے) فرشتوں کی بات (سن لیتا ہے) اور بھاگتا ہے (تو اس کے پیچھے ایک روشن انگارہ لپکتا ہے) اور اس شیطان کو جلا دیتا ہے یا زخمی کر دیتا ہے۔ اسی دوران کبھی ہلاک ہونے سے پہلے یہ شیطان سنی ہوئی بات جلدی سے دوسرے شیطانوں کو بتانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ کاہنوں تک پہنچ جاتی ہے۔ (اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں ہم نے) بھاری بھاری (پہاڑ ڈالے) تاکہ ان کی وجہ سے وہ اپنی جگہ جمی رہے (اور ہم نے اس) زمین (میں ہر) قسم کی نباتاتی (چیز ایک معین مقدار سے اگائی۔ اور ہم نے تمہارے لئے اس) زمین (میں) زراعت، نسل کشی اور تجارت وصنعت جیسے (معیشت کے اسباب بنائے) اور تمہاری روزی کا سامان کیا (اور) صرف تمہیں ہی نہیں بلکہ اس تمام مخلوق کو بھی روزی دیتے ہیں (جن کو تم) اپنے ذریعہ سے (رزق نہیں دیتے)۔ اور یہ کام ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں کیونکہ (کوئی بھی چیز نہیں ہے مگر یہ کہ) ہماری لامحدود قدرت کی صورت میں (اس کے خزانے ہمارے پاس موجود ہیں اور ان میں سے ہم) اپنی حکمت کے موافق (اس چیز کو معین مقدار سے اتارتے ہیں) اور ظاہر کرتے ہیں۔ (اور ہم نے) بادلوں کو (بوجھل کرنے والی) برساتی (ہوائیں چلائیں پھر ہم نے آسمان) کے ان بادلوں (سے پانی اتارا پھر ہم نے وہ پانی تم کو پلایا)۔ بارش کا (یہ خزانہ) بھی ہمارے پاس ہے (تمہارے پاس نہیں ہے) کیونکہ نہ اوپر سے

بارش برسانے پر تمہارا زور ہے اور نہ نیچے چشمے اور کنویں تمہارے اختیار میں ہیں (اور ہم ہی ہیں کہ زندگی دیتے ہیں اور موت دیتے ہیں اور) سب کے مرنے کے بعد (ہم ہی وارث ہیں) کہ صرف ہم ہی اپنی صفات کمال کے ساتھ باقی رہیں گے۔ (اور) ہمیں ازل سے ہر چیز کا تفصیلی علم حاصل ہے اور (ہم) پیدائش، موت، اسلام، نیک عمل غرض ہر اعتبار سے (تم میں سے آگے بڑھنے والوں کو بھی جانتے ہیں اور پیچھے رہنے والوں کو بھی جانتے ہیں اور) ہمارے علم کے مطابق ہی دنیا میں سب کچھ ہوتا ہے اور اسی کے موافق قیامت کے دن سب مخلوق کا انصاف کیا جائے گا جس میں (آپ کا رب ہی ان) سب (کو جمع کرے گا)۔ یہ کام اس کے لئے کچھ دشوار نہیں اور وہ اس کو کر کے رہے گا کیونکہ بلاشبہ وہ حکمت والا) بھی (ہے) اس نے جو تم سب کو شعور دیا اور کسب کا اختیار دیا تو اس حکمت سے دیا تھا کہ اس پر تمہارا حساب لے گا اور (بڑے علم والا) بھی (ہے) کہ قبر کی مٹی، جانوروں کے پیٹ، سمندر کی تہ، فضا میں یا جہاں کہیں کسی کا جزو ہوگا وہ اپنے علم محیط اور قدرت کاملہ سے جمع کر دے گا۔

انفس (یعنی انسانی جانوں) میں پھیلی ہوئی نشانیاں

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ
مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا
مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ
مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾
اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ
مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ
خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا
فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ
رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾

اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاُزَیِّنَنَّ
لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ
الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ ہٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ
عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ
الۡغٰوِیۡنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَہَنَّمَ لَمَوۡعِدُہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۴۳﴾ لَہَا سَبۡعَۃُ
اَبۡوَابٍ ؕ لِکُلِّ بَابٍ مِّنۡہُمۡ جُزۡءٌ مَّقۡسُوۡمٌ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور پیدا کیا ہم نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے سڑے ہوئے گارے کی۔ اور جنوں کو، پیدا کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے لو کی آگ سے۔ اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں پیدا کرنے والا ہوں ایک بشر کھنکھناتی مٹی سے سڑے ہوئے گارے کی۔ پھر جب درست کرلوں میں اس کو اور پھونک دوں میں اس میں اپنی روح سے تو تم گر جانا اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے۔ تو سجدہ کیا فرشتوں نے سب کے سب نے اکٹھے سوائے ابلیس کے کہ انکار کیا اس نے اس سے کہ ہو وہ ساتھ سجدہ کرنے والوں کے۔ فرمایا اے ابلیس کیا ہے تجھے کہ نہ ہوا تو ساتھ سجدہ کرنے والوں کے۔ بولا نہیں ہوں میں کہ سجدہ کروں بشر کو پیدا کیا تو نے جس کو کھنکھناتی مٹی سے سڑے ہوئے گارے کی۔ فرمایا تب تو نکل اس (جنت) سے کیونکہ تو مردود ہے اور تجھ پر لعنت ہے یوم جزا تک۔ بولا اے میرے رب تو ڈھیل دے مجھ کو اس دن تک (جس میں مردے) اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا تو ہے ڈھیل دیئے ہوؤں میں سے وقت مقرر کے دن تک۔ بولا اے میرے رب بسبب اس کے کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو میں ضرور مزین کروں گا ان انسانوں کے لئے (ان کے برے اعمال) زمین میں اور میں ضرور گمراہ کروں گا ان سب کو سوائے تیرے بندوں کے ان میں سے چنے ہوئے۔ فرمایا یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی۔ بے شک جو میرے بندے ہیں نہیں ہے تیرے لئے ان پر کچھ زور مگر (اس پر) جو پیروی کرے تیری گمراہوں میں سے۔ اور جہنم ہے وعدہ ان سب کا۔ اس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے لئے ہے ان (لوگوں) میں سے حصہ تقسیم کیا ہوا۔

تفسیر: (اور ہم نے انسان) کی نوع کے اصل اول یعنی آدم علیہ السلام (کو سڑے ہوئے

گارے کی) بنی ہوئی (کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا) یعنی پہلے سڑے ہوئے گارے سے ان کا پتلا تیار کیا۔ پھر وہ خشک ہو کر اور پک کر اس طرح ہو گیا کہ انگلی مارنے سے کھن کھن کرنے لگے اور بجنے لگے۔ تب وہ مختلف مراحل کے بعد اس درجہ پر پہنچا کہ اس میں روح ڈالی جائے۔ (اور اس سے) یعنی آدمی علیہ السلام کی تخلیق سے (پہلے ہم جن) کی نوع کے اصل اول (کو لو کی آگ سے پیدا کر چکے تھے۔ اور) وہ وقت یاد کرو (جب آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بشر کو سڑے ہوئے گارے کی) بنی ہوئی (کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ پھر جب میں اس) پتلے (کو ٹھیک کر) کے اس قابل بنا (دوں) کہ اس میں روح ڈالی جا سکے (اور) پھر میں (اس میں اپنی) پیدا کردہ (روح پھونک دوں تو تم) سب (اس کے سامنے سجدہ میں گر جانا)۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بنا لیا (تو) سب کے (سب فرشتوں نے اکٹھے اس کو سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ اس نے اس سے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو) کر آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرے۔ غرض اس نے سجدہ نہ کیا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا۔ کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ میں ایسے بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے سڑے ہوئے گارے کی) بنی ہوئی (کھنکھناتی مٹی) جیسے حقیر و ذلیل مادہ (سے پیدا کیا ہے) جب کہ میں اس سے بہت بہتر چیز یعنی آگ سے پیدا ہوا ہوں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) سجدہ سے تیرے انکار کی اصل وجہ یہ نہیں کہ آگ کو مٹی پر شرف و فضیلت حاصل ہے کیونکہ شرف و فضیلت تو اسی کے لئے ہوتی ہے جسے ہم شرف و فضیلت دیں بلکہ تیرے انکار کی اصل وجہ تیرا تکبر ہے جس کے آگے تو نے ہمارے دیئے ہوئے حکم کو بھی نظر انداز کر دیا اور تجھے وہ حکم غلط نظر آنے لگا تو ایسی صورت میں (تو اس) جنت (سے نکل جا کیونکہ تو) ہماری طرف سے (مردود ہو گیا اور روز جزا) یعنی قیامت کے دن (تک تجھ پر میری لعنت رہے گی)۔ اور اس کے بعد تیرے لئے دائمی جہنم کا ہونا تو ظاہر ہے۔ شیطان (بولا اے میرے رب) جب آدم کی وجہ سے میں مردود کیا گیا ہوں (تو آپ مجھے قیامت کے دن تک) زندگی (کی مہلت دے دیجئے) تا کہ میں آدم سے اور آدم کی اولاد سے بدلہ لوں۔ ارشاد (فرمایا) تو مہلت مانگتا ہے تو جا (مقرر وقت کے دن تک تو بھی مہلت والوں میں سے ہے)۔ مہلت ملنے پر شیطان نے اپنی سرکشی کا مزید اظہار کیا اور اپنے کسب و اختیار کو تو بالکل نظر انداز کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ کے مؤثر حقیقی ہونے کو سامنے رکھتے ہوئے (کہنے لگا کہ اے میرے رب اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے) اور آدم کو فضیلت دی ہے تو اگرچہ میں آپ کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن آدم اور ان کی اولاد کو آپ کی دی ہوئی فضیلت سے محروم کرنے میں لگا رہوں گے اور اس سلسلہ میں (میں ان کے لئے زمین میں) ان کے برے اعمال اور خواہشات نفسانی کو (مزین کروں گا اور ان سب کو گمراہ کر کے

رہوں گا سوائے ان میں سے آپ کے منتخب بندوں کے) جو آپ کی بندگی اور اخلاص پر قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے (فرمایا بے شک) بندگی اور اخلاص کی (یہ راہ سیدھی مجھ تک پہنچتی ہے)۔ باقی (میرے بندوں) یعنی آدم اور اولاد آدم (پر تیرا کچھ زور نہیں ہوگا) کہ اس زور سے تو کسی بندے کو اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی گمراہ کر دے (البتہ جو خود بہکے ہوئے تیری پیروی کریں) تو یہ علیحدہ بات ہے (اور ہاں جو لوگ تیری راہ پر چلیں گے (ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ) میں سے جانے (کے لئے ان لوگوں کا تقسیم شدہ حصہ ہے) کہ کوئی کسی دروازہ سے جائے گا اور کوئی کسی دروازے سے۔

ربط: آخری آیتوں میں جہنمیوں کا ذکر ہوا تو ضمناً جنتیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں تا کہ تقابل سے جہنم کے عذاب کی دردناکی نمایاں ہو۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي
جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَٰمٍ ءَامِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي
صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَٰنًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ
فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِىٓ أَنِّىٓ
أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ عَذَابِى هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: یقیناً پرہیز گار لوگ ہوں گے باغوں میں اور چشموں میں۔ (کہا جائے گا) داخل ہوا ان میں سلامتی کے ساتھ با امن ہو کر۔ اور کھینچ لیا ہم نے جو تھا ان کے سینوں میں کینہ (اس طرح سے) کہ ہو گئے بھائی بیٹھے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے۔ نہیں چھوئے گی ان کو ان میں کوئی تکلیف اور نہ وہ ان سے نکالے جائیں گے۔ تو بتا دے میرے بندوں کو کہ میں ہی ہوں بخشنے والا رحم کرنے والا اور یہ (بھی) کہ میرا عذاب ہی ہے عذاب دردناک۔

تفسیر: جو کفر و شرک اور گناہوں سے (پرہیز کرنے والے لوگ) ہیں وہ (یقیناً) جنت کے (باغوں اور چشموں میں) جانے کے حقدار (ہوں گے) اور ان سے کہا جائے گا کہ تم ان باغوں اور چشموں میں ہر قسم کی پریشانی سے (سلامتی کے ساتھ) اور ہر قسم کے اندیشہ سے (با امن ہو کر داخل ہو اور) دنیا میں طبعی تقاضے سے (ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب ان کے دلوں سے) جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی (کھینچ لیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح) ہو جائیں گے اور الفت و محبت

کے ساتھ (تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔ ان باغوں میں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے)۔ اور اے نبی (آپ میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں ہی اصل بخشنے والا) اور (رحم کرنے والا ہوں اور) میں اپنی تمام مخلوقات پر بخشش کرنے اور رحمت کرنے کو پسند کرتا ہوں لیکن جو شخص خود شرارت و بدکاری سے میری مخالفت اور نافرمانی پر کمر باندھ لے تو آپ ان کو اس سے باخبر کر دیجئے کہ ایسوں کے لئے (میرا عذاب بھی بڑا دردناک ہے) دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ربط: آگے سرزمین عرب کی نافرمان قوموں پر جو دردناک عذاب نازل ہوا اس کو بطور مثال ذکر کرتے ہیں۔

1- قوم لوط پر عذاب

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٥١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط
قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ
عَلِيْمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ
تُبَشِّرُوْنَ ﴿٥٤﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿٥٥﴾
قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿٥٦﴾ قَالَ فَمَا
خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٥٨﴾ لا
اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ط اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٩﴾ لا اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ لا
اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ ع فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾ لا قَالَ
اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾
وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ
الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ
تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ

مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ
هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾
قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىْٓ اِنْ
كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ
الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ
حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾
وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ: اور خبر دے ان کو ابراہیم کے مہمانوں کی جب وہ آئے اس کے پاس اور کہا (تم پر) سلام (ہوتو ابراہیم نے) کہا ہم تم سے خوفزدہ ہیں۔ وہ بولے مت خوف کر۔ ہم خوشخبری دیتے ہیں تجھ کو علم والے لڑکے کی۔ کہا کیا خوشخبری دیتے ہو تم مجھ کو اس پر کہ پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا۔ تو کس بات پر تم خوشخبری دیتے ہو۔ وہ بولے خوشخبری دی ہم نے تجھ کو حق کے ساتھ تو مت ہو تو نا امیدوں میں سے۔ (ابراہیم نے) کہا اور نہیں کوئی کہ نا امید ہو اپنے رب کی رحمت سے مگر گمراہ لوگ۔ کہا تو کیا مہم ہے تمہاری اے بھیجے ہوؤ۔ بولے ہم بھیجے گئے ہیں مجرم قوم کی طرف سوائے لوط کے خاندان کے کہ ہم بچانے والے ہیں ان سب کو سوائے اس کی بیوی کے۔ طے کیا ہم نے کہ وہ ہے پیچھے رہ جانے والوں میں سے۔ پھر جب آئے لوط کے خاندان کے پاس (وہ) بھیجے ہوئے (فرشتے) تو انہوں نے کہا کہ تم ہو عجیب لوگ۔ وہ بولے آئے ہیں ہم تیرے پاس اس چیز کے ساتھ وہ جس میں شک کرتے تھے۔ اور لائے ہیں ہم تیرے پاس یقینی بات اور ہم سچے ہیں۔ سو تو لے چل اپنے گھر والوں کو رات کے ایک ٹکڑے میں اور تو پیچھے چل ان کی پشتوں کے اور نہ مڑے تم میں سے کوئی اور تم سب چلو جہاں تم حکم دیئے جاتے ہو۔ اور طے کر دی ہم نے اس کی طرف یہ بات کہ ان لوگوں کی جڑ کٹی ہوئی ہوگی صبح ہوتے۔ اور آئے شہر والے خوشیاں کرتے۔ (لوط نے) کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں تو مت اہانت کرو تم میری۔ اور ڈرو اللہ سے اور مت رسوا کرو تم مجھ کو۔ وہ بولے کیا نہیں ہم نے

منع کیا تجھ کو جہان والوں سے۔ کہا یہ میری بچیاں ہیں اگر ہو تم کرنے والے۔ قسم ہے تیری جان کی بے شک وہ اپنی مستی میں بہک رہے تھے۔ تو پکڑا ان کو چیخ نے سورج نکلتے وقت۔ پھر کر دیا ہم نے اس (بستی) کا اوپری حصہ اس کا نچلا اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کنکر کے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سمجھ بوجھ والوں کے لئے اور وہ (بستی) ہے سیدھی راہ پر۔ بے شک اس میں نشانی ہے ایمان والوں کیلئے۔

تفسیر: (اور) اے نبی (آپ ان لوگوں کو ابراہیم) علیہ السلام (کے مہمانوں کا) قصہ بھی (بتائیے) جو اصل میں فرشتے تھے لیکن انسانی بھیس میں آئے تھے اور جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا اور ان کو حکم تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی طرف جانے سے پہلے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جائیں اور اول تو ان کو اولاد کی خوشخبری سنائیں پھر اس کے بعد ان کو یہ بتائیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ (جب وہ فرشتے ابراہیم) علیہ السلام (کے پاس آئے تو کہا) السلام علیکم یعنی آپ پر (سلام ہو)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو مہمان سمجھ کر ان کے لئے کھانا تیار کرا کے لائے مگر چونکہ وہ فرشتے تھے اس لئے انہوں نے نہیں کھایا۔ ان کے کھانا نہ کھانے سے آپ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ مخالف لوگ نہ ہوں اور پہلے تو اس خوف کو چھپاتے رہے لیکن بالآخر وہ زبان پر بھی آ گیا اور (فرمایا کہ ہم تم سے خوفزدہ ہوئے ہیں۔ وہ فرشتے بولے) ہم تو فرشتے ہیں اور اللہ کے حکم سے آئے ہیں لہٰذا (آپ خوف مت کیجئے) بلکہ (ہم) تو (آپ کو ایک بڑے علم والے لڑکے) یعنی اسحاق علیہ السلام (کی خوشخبری دیتے ہیں)۔ ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ غیر متوقع اور غیر معمولی خوشخبری سنی تو اپنے بڑھاپے کو دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی اور ویسے بھی انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی خوشی کی خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقے سے اچانک سنے تو یقین آ جانے کے باوجود تعجب کا اظہار کرتا ہے اور خوب کھود کرید کر پوچھتا ہے تاکہ خبر دینے والا اور تاکید کے ساتھ بات کو دہرائے جس میں کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے۔ اس لئے (ابراہیم) علیہ السلام (نے) تعجب سے (کہا ارے کیا تم لوگ مجھ کو اس حالت پر لڑکے کی خوشخبری دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا ہے تو) اب اس بڑھاپے کے بعد (تم کس بات پر مجھے خوشخبری دیتے ہو۔ وہ فرشتے بولے کہ ہم آپ کو واقعی بات کی خوشخبری دیتے ہیں سو آپ) اپنے بڑھاپے کی موجودگی اور حصول اولاد کے عام عادت کے اسباب کی عدم موجودگی پر نظر کر کے اللہ تعالیٰ کی خاص عادت اور خاص رحمت سے (ناامید ہونے والوں میں سے نہ ہوں)۔ ابراہیم علیہ اسلام نے جواب میں (کہا) الحمد للہ

میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے نا امید نہیں ہوں اور میں کیا (کوئی بھی) مومن (اپنے رب کی خاص رحمت سے نا امید نہیں ہوتا مگر جو گمراہ لوگ ہوں) بس وہی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے مایوس رہتے ہیں۔ میں نے تو اظہار تعجب کیا ہے کہ دیکھو اللہ کی قدرت کیسی عجیب ہے کہ اس بڑھاپے میں مجھے اولاد ملے گی۔ غرض یہ اظہار تعجب ہے اظہار مایوسی نہیں ہے۔ پھر ابراہیم علیہ اسلام نے قرائن سے اندازہ لگایا کہ فرشتوں کے آنے کا کچھ اور مطلب بھی ہے اس لئے (پوچھا کہ اے بھیجے ہوئے) فرشتو (تمہاری اصل مہم کیا ہے۔ فرشتوں نے کہا ہم ایک مجرم قوم) یعنی لوط علیہ السلام کی قوم (کی طرف) ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے (بھیجے گئے ہیں سوائے لوط علیہ السلام کے خاندان کے کہ ان سب کو ہم) عذاب سے (بچالیں گے اور ان کو اس بستی سے نکال لیں گے سوائے ان کی) یعنی لوط علیہ السلام کی (بیوی کے کہ) اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے طے کرنے سے (ہم نے) بھی اپنے پروگرام میں یہ (طے کر رکھا ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں) اور ہلاک ہونے والوں (میں سے ہوگی۔ پھر جب) وہ (فرشتے لوط علیہ اسلام کے خاندان کے پاس) حسین و جمیل انسانی شکلوں میں (آئے تو) لوط علیہ السلام نے ان کو عام مہمان سمجھا اور یہ نہ پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں اور چونکہ اپنی قوم کی عادت بد سے واقف تھے اس لئے سخت فکر مند اور تنگدل ہوئے کہ یہ بدمعاش ان مہمانوں کو کہاں چھوڑیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ قوم کے لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بھاگم بھاگ آئے اور مہمانوں کو ان کے حوالے کرنے کو کہا۔ حضرت لوط علیہ السلام مہمانوں کی مدافعت کرتے رہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے یہاں تک کہ مجبور ہو کر مہمانوں سے (کہا کہ تم عجیب لوگ ہو) میں تمہاری آبرو بچانے کے لئے اتنا زور لگا رہا ہوں لیکن تم میری امداد کے لئے ذرا ہاتھ بھی نہیں ہلاتے۔ (فرشتے بولے) آپ مت گھبرایئے۔ ہم انسان نہیں (بلکہ) فرشتے ہیں اور (ہم آپ کے پاس وہ عذاب لے کر آئے ہیں جس) کے نازل ہونے (میں یہ لوگ شک کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس) عذاب کے نزول کی (یقینی بات لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں۔ یہ آپ تک نہیں پہنچ سکتے اور آپ رات کے) آخری (ایک حصہ میں اپنے گھر والوں کو چلا کر) بستی سے (نکل جایئے اور آپ سب کے پیچھے رہئے) تا کہ نہ کوئی پیچھے رہے اور نہ کوئی واپس لوٹے (اور تم میں سے کوئی پیچھے کو بھی نہ مڑے اور جس جگہ جانے کا تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب چلے جانا۔ اور) اللہ کے حکم کے تحت (ہم نے لوط) علیہ السلام (کی طرف یہ بات طے کر دی ہے) یعنی ان کو بتا دی ہے (کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کٹی ہوئی ہوگی) یعنی سب تباہ و برباد ہوں گے۔

آگے حضرت لوط علیہ اسلام کی مدافعت کی تفصیل ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (شہر کے لوگ) یہ خبر سن کر کہ لوط علیہ اسلام کے پاس حسین و جمیل لوگ آئے ہیں خوب (خوشیاں کرتے ہوئے) لوط علیہ

السلام کے گھر پر (آئے۔ لوط) علیہ السلام (نے) جو ابھی تک مہمانوں کو آدمی سمجھتے تھے قوم والوں کی بدنیتی دیکھ کر فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو) ان کو تنگ کر کے عام لوگوں میں (مجھ کو فضیحت مت کرو) کیونکہ مہمانوں کی فضیحت سے میری فضیحت ہوگی۔ سو اگر تم ان مسافروں کا خیال نہیں کرتے تو میرا تو خیال کرو کہ تمہاری ہی بستی کا آدمی ہوں (اور خود) اپنی بدفعلی کے بارے میں (اللہ سے ڈرو اور مجھ کو) ان مہمانوں کی نظروں میں (رسوا مت کرو) جو تمہارا رویہ دیکھ کر یوں سمجھیں گے کہ شہر والوں میں ان کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔ (انہوں نے) جواب میں (کہا) کہ یہ رسوائی ہماری طرف سے نہیں بلکہ خود آپ کے اپنے ہاتھوں ہے کہ ان کو اپنا مہمان بنایا (کیا ہم آپ کو دنیا جہان کے لوگوں) کو اپنا مہمان بنانے (سے) بارہا (منع نہیں کر چکے) نہ مہمان بناتے نہ رسوائی کی نوبت آتی۔ (لوط) علیہ السلام (نے فرمایا یہ) تو صحیح ہے کہ تم نے مجھ کو اجنبی لوگوں کو مہمان بنانے اور ان کی حمایت کرنے سے روکا ہے لیکن آخر اس روکنے کی وجہ یہی ہے نا کہ میں تمہاری بدفعلی میں حائل ہوتا ہوں تو خود غور کرو کہ کیا شہوت پوری کرنے کے لئے حلال مواقع تمہارے سامنے نہیں ہیں۔ آخر (میری) قوم کی (بچیاں) تمہارے گھروں میں موجود (ہیں اگر تم) میرے کہنے پر (عمل کرو)۔ مگر (وہ تو) اے نبی (آپ کی جان کی قسم اپنی مستی میں بہکے ہوئے تھے) لہٰذا کسی کی سننے والے نہیں تھے۔ اسی وجہ سے ان پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ ہوا اور اس کے تحت جب بستی میں صرف بدکردار لوگ ہی رہ گئے (تو سورج نکلتے وقت ان کو ایک سخت چیخ نے پکڑ لیا پھر ہم نے اس بستی کو اوپر تلے کر دیا اور) مزید یہ کہ (بستی والوں پر ہم نے کنکر کے پتھروں کی بارش برسائی) اور اس طرح ہم نے ان کو تہس نہس کر دیا۔ (بے شک) لوط علیہ السلام کی قوم کے (اس قصہ میں سمجھ بوجھ رکھنے والوں کیلئے) جو ظاہری قرائن اور علامتوں سے حقیقت کا پتہ لگا لیتے ہیں عبرت کی بڑی (نشانیاں ہیں اور وہ بستی کھنڈرات کی صورت میں مکہ سے شام کو جانے والی (سیدھی راہ پر واقع ہے اور بلاشبہ اس) بستی کے کھنڈر (میں) خاص طور سے (ایمان والوں کیلئے) عبرت کی (بڑی نشانی ہے) کیونکہ وہی سمجھتے ہیں کہ بدکاری اور سرکشی کی سزا میں یہ بستیاں برباد ہوئیں ورنہ دوسرے لوگ تو ممکن ہے انہیں دیکھ کر اتفاق کا یا طبعی اسباب کا نتیجہ قرار دیں۔

اصحاب ایکہ پر عذاب

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ

اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: اور واقعی تھے بن والے ظالم لوگ۔ سو انتقام لیا ہم نے ان سے اور یہ دونوں بستیاں واقع ہیں کھلے رستے پر۔

تفسیر: (اور) حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مدین کے شہر میں رہتی تھی۔ اس شہر کے قریب ہی درختوں کا بن تھا۔ اسی قوم کے کچھ لوگ وہاں بھی رہتے تھے لہٰذا پوری قوم کو ہی بن والا کہا اور فرمایا کہ (بن والے) یعنی شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ (واقعی) بڑے (ظالم تھے) کہ شرک و بت پرستی کے ساتھ ساتھ ڈاکہ زنی اور ناپ تول میں دھوکہ کرتے تھے۔ ہمارے رسول شعیب علیہ السلام نے ان کو ہر طرح سے سمجھایا لیکن وہ کسی طرح سے ماننے پر تیار نہ ہوئے (تو ہم نے) بھی (ان سے انتقام لیا) اور ان کو عذاب سے ہلاک کیا۔ (اور یہ دونوں) یعنی قوم لوط اور قوم شعیب کی بستیاں حجاز و شام کے درمیان کے (کھلے رستے پر واقع ہیں) اور شام کو جاتے ہوئے تمہاری نظروں میں آتی ہیں۔

اصحاب حجر پر عذاب

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٨٠﴾
وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ
مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾
فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾

ترجمہ: اور بے شک جھٹلایا حجر والوں نے رسولوں کو۔ اور دیں ہم نے ان کو اپنی نشانیاں تو وہ رہے ان سے منہ پھیرتے۔ اور وہ تراشتے تھے پہاڑوں سے گھر با امن ہو کر۔ تو پکڑا ان کو چیخ نے صبح ہوتے تو نہیں کام آیا ان کے جو وہ کماتے تھے۔

تفسیر: (اور بلاشبہ حجر والوں نے) یعنی قوم ثمود نے جس کے ملک کا نام حجر تھا اپنی طرف بھیجے گئے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تو گویا سب (رسولوں کو جھٹلایا) کیونکہ سب ایک ہی دین لے کر آئے ہیں۔ (اور ہم نے ان کو اپنی) توحید اور صالح علیہ السلام کی نبوت کی (نشانیاں) بھی (دیں تو وہ) اپنی سرکشی میں (ان سے منہ پھیرتے رہے اور) ان سے جو فائدہ اٹھانا چاہئے تھا وہ فائدہ نہیں اٹھایا اور آخرت کی کچھ فکر نہیں کی بلکہ اپنی دنیوی زندگی پر مغرور ہو کر (وہ) اپنے تکبر کی نمائش کی خاطر (پہاڑوں کو تراش کر بڑے) عالیشان مکان بناتے تھے) گویا کہ وہ ان میں (امن سے) رہیں گے کوئی

آفت نہ آئے گی۔ تو جب ہمارے عذاب کا فیصلہ آن پہنچا (تو صبح کے وقت ان کو ایک سخت چیخ نے پکڑا اور جو کچھ وہ کماتے) بناتے (تھے) مثلاً مال و دولت، مستحکم عمارتیں، جسمانی قوت اور دیگر اسباب و وسائل خدا کے عذاب کو دور کرنے میں ان میں سے کچھ (ان کے کام نہ آیا)۔

ربط: آخر میں رسول اللہ ﷺ کو ہدایت دیتے ہیں کہ اگر یہ کفار مذکورہ بالا کسی بات سے عبرت نہ پکڑیں تو آپ بھی ان کے در پے نہ ہوں۔ آپ صرف اپنی اور مسلمانوں کی فکر کیجئے ان کافروں سے ہم خود نمٹ لیں گے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ
الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝۸۵ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝۸۶ وَلَقَدْ
اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝۸۷ لَا تَمُدَّنَّ
عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۸ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ
الْمُبِيْنُ ۝۸۹ ۚ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝۹۰ ۙ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ
عِضِيْنَ ۝۹۱ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹۲ ۙ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ الربع
فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۹۴ اِنَّا كَفَيْنٰكَ
الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝۹۵ ۙ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ۝۹۶ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝۹۷ ۙ
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝۹۸ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ
حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝۹۹ ع

ترجمہ: اور نہیں بنایا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے مگر حکمت سے اور بلاشبہ قیامت آنے والی ہے تو درگزر کر اچھی درگزر۔ یقیناً تیرا رب ہے بڑا خالق بڑا عالم۔ اور دیں ہم نے تجھ کو سات آیتیں تکرار والیوں میں سے اور (دیا ہم نے تجھ کو) قرآن عظمت والا۔ مت اٹھا تو اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف فائدہ دیا ہم نے جس کا کافروں کی قسموں کو اور مت غم کر ان پر اور جھکا اپنا بازو ایمان والوں کے لئے اور کہہ میں ہی ہوں ڈرانے والا کھلا۔ جیسا کہ اتارا ہم نے بانٹنے والوں پر جنہوں نے بنایا قرآن کو حصے۔ سو قسم ہے تیرے رب کی ہم ضرور سوال کریں گے ان سب سے اس کے بارے میں جو یہ کرتے تھے۔ سو تو سنا دے جس کا تو حکم دیا جاتا ہے اور اعراض کر مشرکوں سے۔ یقیناً ہم کفایت کریں گے تیری استہزاء کرنے والوں سے جو ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ معبود دوسرا۔ سو جلد یہ جان لیں گے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ تنگ ہوتا ہے تیرا سینہ اس سے جو یہ کہتے ہیں۔ تو تسبیح کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور ہو سجدہ کرنے والوں میں سے اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ آ جائے تیرے پاس یقینی بات۔

تفسیر: اور اے نبی مذکورہ بالا تمام باتوں کے باوجود اگر یہ کافر عبرت نہ پکڑیں اور اپنی مخالفت نہ چھوڑیں تو آپ بھی ان کے بارے میں پریشان مت ہوں کیونکہ ان کا ایک روز تو فیصلہ ہونا یقینی ہے جو قیامت کا روز ہے اور جس کی آمد کی ہم یہ دلیل دیتے ہیں کہ (ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو) اس (حکمت) و مصلحت (سے پیدا کیا ہے) کہ ان کو دیکھ کر لوگ ہمارے وجود اور ہماری وحدانیت پر استدلال کریں اور پھر ہم کو مان کر ہمارے احکام کی اطاعت کریں اور ہم سے انعام پائیں اور جو ایسا نہ کریں وہ سزا پائیں اور جزا و سزا کی اصل جگہ دار آخرت ہے دنیا نہیں جیسا کہ عام مشاہدہ سے معلوم ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگوں کے اعمال کا پورا یا کچھ بھی بدلہ نہیں ملتا (اور) اس کے لئے (قیامت یقیناً آنے والی ہے سو آپ) ان کی شرارتوں سے (اچھے طریقے سے درگزر کیجئے) جو یہ ہے کہ آپ ان کافروں کی فکر ہی چھوڑ دیجئے اور ان کے شکوہ شکایت میں بھی نہ لگئے کیونکہ (یقیناً آپ کا رب بڑا خالق ہے) کافروں کے لئے عذاب کے حالات پیدا کر سکتا ہے اور (بڑا عالم ہے) کہ نیک و بد کسی کے بھی تفصیلی حالات سے بے خبر نہیں۔ (اور) ان کی فکر میں پڑنے کے بجائے آپ ہماری عنایتوں پر نظر رکھئے جن میں سے ایک یہ ہے کہ (ہم نے آپ کو) اپنے کلام کے انتہائی

مفید حصہ یعنی سورہ فاتحہ کی (سات آیتیں دی ہیں جو) نماز میں (تکرار) کے ساتھ پڑھی جانے (والی) ہیں (اور) جو اس (باعظمت قرآن) کا اہم حصہ (ہے جس کی مثل نہ تورات و انجیل و زبور میں ہے اور نہ ہی خود باقی قرآن میں ہے۔ اور جس کو قرآن جیسی نعمت ملے پھر وہ کسی کی اور کوئی نعمت دیکھ کر ہوس کرے تو اس نے قرآن کی قدر نہیں جانی اس لئے نبی ﷺ کو ہدایت فرماتے ہیں کہ قرآن جیسی نعمت کے ہوتے ہوئے (آپ اپنی نظریں اس ساز و سامان کی طرف مت اٹھائیے جو کافروں کی مختلف قسموں) مثلاً مشرکین، یہود اور نصاریٰ (کو ہم نے دیا) اگر چہ آپ یہ سوچ کر ہی نظریں اٹھائیں کہ یہ سامان ان لوگوں کو کیوں دیا گیا جس سے ان کی شرارت اور بدبختی اور بڑھتی ہے مسلمانوں کو دیا جاتا جو اس کو اچھے راستے میں خرچ کرتے کیونکہ ہم نے اپنی کسی مصلحت سے ان کو یہ چندروزہ زندگی کا سامان دیا ہے تا کہ یہ کچھ دن مزے کر لیں (اور آپ) اب (ان) کے کفر اور ان کی مخالفت (پر کچھ غم نہ کیجئے) بلکہ اپنی توجہ مسلمانوں کی طرف کر لیجئے (اور مومنوں کے لئے اپنے شفقت کے بازو کو جھکا کر رکھئے) اور ان کے ساتھ نرمی اور تواضع کا برتاؤ رکھئے (اور) کافروں سے خلاصہ کے طور پر یوں (فرما دیجئے کہ میں تو بس) تمہیں خدا کے عذاب سے (کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں جیسا کہ ہم نے) انبیاء کی مخالفت میں اور جھوٹی باتوں پر (قسمیں کھانے والوں پر) اور (جنہوں نے) آسمانی (کتاب) کو جھٹلا کر گویا اس (کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے) عذاب (نازل کئے تھے تو آپ کے رب کی قسم ہے) جب قیامت کا دن ہو گا تو (ہم ان سب) اگلوں اور پچھلوں سے ان (کے اعمال کی باز پرس ضرور کریں گے)۔ حاصل کلام یہ ہے کہ (آپ کو جس بات کے پہنچانے کا حکم دیا جاتا ہے آپ اس کو صاف صاف سنا دیجئے اور مشرکوں) کے استہزاء (کی کچھ فکر نہ کیجئے۔ آپ کی طرف سے ہم ان استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہوں گے جو اللہ کے ساتھ اور معبودوں کو شریک ٹھہراتے ہیں سو یہ جلد جان لیں گے) کہ استہزاء اور شرک کا کیا انجام ہوتا ہے۔ (اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو) شرک و استہزاء کی (باتیں کرتے ہیں ان سے آپ تنگدل ہوتے ہیں) اور ایسا ہونا قدرتی بات ہے (تو آپ) ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر آپ (اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کرتے رہئے اور سجدہ کرنے والوں) یعنی نمازیں پڑھنے والوں (میں سے رہئے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے) کیونکہ ان چیزوں سے دل مطمئن رہتا ہے اور فکر و غم دور ہوتے ہیں (یہاں تک کہ اسی حالت میں آپ کو موت جیسی (یقینی بات آجائے)۔

سورہ نحل

پچھلی سورت کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کو یہ تسلی دی تھی کہ آپ اب ان کافروں کی فکر چھوڑ دیجئے ہم خود ان سے نمٹ لیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اب اس سورت کے شروع میں فرماتے ہیں کہ کافروں سے نمٹنے کا معاملہ قریب ہی آ گیا ہے اور جو قریب آ جائے اس کو تو ایسے سمجھو گویا آ ہی گیا۔

سُوْرَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُھَا ۱۲۸ - رُکُوْعَاتُھَا ۱۶

اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ①

ترجمہ: آ پہنچا اللہ کا حکم تو مت تم جلدی کرو اس کی۔ پاک ہے وہ اور بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

تفسیر: کافروں کے کفر و شرک کی سزا کے بارے میں (اللہ کا حکم آ پہنچا) کہ جلد ہی دنیا میں ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں سزا ہو گی اور آخرت میں براہ راست اللہ کے دربار سے ہو گی۔ (تو تم) جو استہزاء کے طور پر مطالبہ کرتے ہو کہ اگر عذاب آنا ہے تو اس کو جلدی لے آ' (اس کی جلدی مت مچاؤ) کیونکہ تمہارے اس طرح کرنے سے وہ ٹلنے والا نہیں وہ تو حتمی اور یقینی طور پر جلد آیا ہی چاہتا ہے۔ اس کے آنے میں جو تمہیں مہلت مل رہی ہے تم اس کو غنیمت سمجھو اور اپنی اختراعی باتوں کو چھوڑ کر واقعی حقیقتوں کو اختیار کرو جن میں سے ایک یہ ہے کہ (جو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو اللہ اس سے پاک و بلند ہے) اور اس کا حقیقت میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

ربط: جب صرف اللہ ہی وحدہ لاشریک لہ ہیں تو ان کے علاوہ کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور لوگوں کو یہ حقیقت سمجھانے کے لئے اللہ نے اپنی حکمت سے فرشتوں اور نبیوں کا واسطہ مقرر کیا ہے۔

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

ترجمہ: وہ اتارتا ہے فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم کی جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے کہ خبردار کردو کہ نہیں ہے کوئی لائق عبادت سوائے میرے سو مجھ سے ڈرو۔

تفسیر: (وہ) اللہ تعالیٰ (فرشتوں) میں سے بعض (کو) مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام کو (اپنے حکم کی وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے) یعنی انبیاء پر (نازل فرماتا ہے) اور سب انبیاء پر نازل کردہ وہ مشترکہ حکم یہ ہے (کہ) اے رسولو لوگوں کو (خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں ہے سو) صرف (مجھ) کو اپنا معبود بناؤ اور مخالفت کی صورت میں جو میری طرف سے تمہاری پکڑ ہوگی اس (سے ڈرو)۔

ربط: آگے توحید فی العبادت کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور ان کا نظام

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳

ترجمہ: اس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ٹھیک ٹھیک۔ وہ بلند ہے اس سے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

تفسیر: (اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو ٹھیک ٹھیک) نظام کے ساتھ (پیدا کیا) جسے دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ تمام کائنات کا سلسلہ صرف ایک خدا کے ہاتھ میں ہے کیونکہ اگر کئی خداؤں کے ہاتھ میں ہوتا تو ہر ایک کی زور آزمائی میں نظام درست نہ رہتا۔ اور یقین ہو جاتا ہے کہ (اللہ تعالیٰ اس سے بلند) و برتر (ہے جو یہ) کافر (شریک ٹھہراتے ہیں)۔

دوسری دلیل: انسان کی پیدائش

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝۴

ترجمہ: اس نے پیدا کیا انسان کو ایک نطفہ سے پھر جب ہی وہ ہوا جھگڑا کرنے والا کھلا کھلا۔

تفسیر: آسمانوں اور زمین کا انتظام درست کر کے پھر (اس) اللہ (نے انسان کو ایک نطفہ سے پیدا کیا۔) اگر تم اپنی خلقت میں غور کرو تو اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب صنعت وقدرت نظر آئے گی۔ تمہاری اصل ایک بے جان حقیر قطرہ تھی جس میں نہ کوئی حس وارادہ تھا اور نہ شعور تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اسے کیا سے کیا بنا دیا۔ کسی عجیب صورت عطا کی اور کیسی اعلیٰ قابلیتیں اور کمالات عطا کئے کہ جو ایک حرف

بولنے پر قادر نہ تھا (پھر وہ یکا یک) کس طرح اپنی بات اور اپنے دعوے اور اپنے حق کی خاطر کھلا کھلا جھگڑنے والا) اور بات بات میں حجتیں نکالنے والا (ہوگیا) حتی کہ بعض اوقات مخلوق سے گزر کر وہ اپنے خالق کے مقابلہ میں حجت بازی کرنے لگتا ہے۔

تیسری دلیل: چوپایوں کا وجود

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ
فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ
تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ
تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷

ترجمہ: اور چوپائے، پیدا کیا ان کو۔ تمہارے لئے ان میں سردی کا سامان اور (دیگر) فوائد ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لئے ان میں رونق ہے جب تم شام کو لاتے ہو اور جب تم چرانے لے جاتے ہو۔ اور یہ اٹھاتے ہیں تمہارے بوجھ ایسے شہر کی طرف کہ نہ تھے تم پہنچنے والے اس تک مگر جانوں کی مشقت کے ساتھ۔ بے شک تمہارا رب بڑی شفقت کرنے والا رحمت والا ہے۔

تفسیر: (اور) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے (چوپائے) جیسے اونٹ، گائے، بھیڑ بکری (پیدا کئے ان میں تمہارے لئے سردی) سے بچاؤ (کا سامان) بھی ہے کہ ان میں سے بعض کے بال اور اون وغیرہ سے کمبل، خیمے اور مختلف قسم کے گرم لباس تیار کئے جاتے ہیں (اور) ان چوپایوں میں تمہارے دیگر (فوائد) بھی (ہیں) مثلاً تم ان کا دودھ استعمال کرتے ہو اور ان کے چمڑے سے بہت سے سامان تیار کئے جاتے ہیں (اور ان میں سے بعض) کے گوشت (کو تم کھاتے ہو اور پھر) ان فوائد کے علاوہ (ان میں تمہارے لئے رونق) اور چہل پہل بھی ہوتی (ہے) خصوصاً (جب تم) ان کو (شام کو) چرا کر (لاتے ہو اور جب تم) صبح کے وقت ان کو (چرانے لے جاتے ہو) کیونکہ ان اوقات میں یہ جانور سب لوگوں کے سامنے آتے ہیں اور ان کی نمائش ہوتی ہے جس سے مالک کو خوشی ہوتی ہے۔ اور ان کا ایک (اور) فائدہ یہ ہے کہ ان میں سے اونٹ اور بیل وغیرہ (تمہارے بوجھ) اور سامان (اٹھا کر دوسرے شہر لے جاتے ہیں جس تک) ان کے بغیر (تم جانوں کی بڑی مشقت ہی سے پہنچ پاتے)۔ یہ اللہ کی تم پر شفقت و

رحمت ہے کہ اس نے ان چوپایوں کو تمہاری خدمت میں لگا دیا اور سخت محنت کے کاموں کو ان کے ذریعہ آسان کر دیا۔ (بے شک تمہارا رب بڑی شفقت والا رحمت والا ہے۔)

چوتھی دلیل: سواریاں مہیا کرنا

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨﴾

ترجمہ: اور (پیدا کئے) گھوڑے اور خچر اور گدھے تا کہ تم سوار ہوان پر اور زینت کے لئے۔ اور وہ پیدا کرتا ہے (وہ کچھ) جو تم نہیں جانتے۔

تفسیر: (اور) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے (گھوڑے اور خچر اور گدھے) پیدا کئے (تا کہ تم ان پر سوار ہو) کر اپنی منزل مقصود تک آسانی سے پہنچ جاؤ (اور) اللہ نے ان کو تمہاری (زینت کے لئے) بھی پیدا کیا ہے جیسے اچھی کار سواری کا کام بھی دیتی ہے اور زینت و زیبائش کا فائدہ بھی دیتی ہے۔ (اور) صرف ان جانوروں پر کیا موقوف ہے اللہ تعالیٰ تو تمہارے لئے سواری کے طور پر وہ بہت کچھ (پیدا کرتا ہے) اور کرتا رہے گا (جو) فی الحال (تم نہیں جانتے) مثلاً سائیکل، موٹر سائیکل، موٹر کار، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز وغیرہ۔

ربط: اوپر یہ ذکر ہوا کہ تم سواریوں کے ذریعہ سخت اور کٹھن منزلیں طے کرتے ہو جو کہ بدنی سفر کا حال ہے۔ اسی کی مناسبت سے بیچ میں روحانی سفر کا ذکر کرتے ہیں یعنی جس طرح زمینی، ہوائی اور سمندری راستے طے کر کے منزل مقصود تک پہنچتے ہو ایسے ہی خدا تک پہنچنے کا یعنی ہدایت کا راستہ بھی موجود ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩﴾ ع

ترجمہ: اور اللہ تک پہنچتا ہے سیدھا راستہ اور بعض راستہ ٹیڑھا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو راہ پر لگا دیتا تم سب کو۔

تفسیر: (اور) ہدایت کے اعتبار سے ایک تو (سیدھا راستہ) ہے جو (اللہ تک پہنچتا ہے اور ایک ٹیڑھا راستہ ہے)۔ جس کی سمجھ سیدھی ہوتی ہے وہ توحید کے مذکورہ بالا دلائل میں غور کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت پر ایمان لاتا ہے (اور) توحید و تقویٰ کی سیدھی راہ پر چل کر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ لیکن جس کی عقل و سمجھ سیدھی نہیں وہ سیدھے راستے پر آنے کے بجائے ٹیڑھے راستے میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اللہ کو اس کو سیدھی راہ پر لگانے کی قدرت نہیں کیونکہ حقیقت یہ ہے

کہ اس کو اتنی قدرت ہے کہ (اگر وہ چاہتا تو تم سب) انسانوں (کو راہ ہدایت پر لگا دیتا) لیکن اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ وہ تم سب کو زبردستی ایک راہ پر نہ لگائے بلکہ راہ پر چلنے میں تمہارے اپنے کسب کو بھی دخل ہو۔

پانچویں دلیل: بارش اور نباتات

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی تمہارے لئے۔ اس سے پینا (بھی) ہے اور اس سے درخت (بھی) ہیں جس میں تم چراتے ہو۔ وہ اگاتا ہے تمہارے لئے اس (پانی) سے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم پھلوں سے۔ بے شک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں۔

تفسیر: (وہی) اللہ (ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے) بارش کی صورت میں (پانی اتارا) اور اس کو اس قابل بنایا کہ تمہارے لئے (اس سے پینا) بھی ممکن (ہے اور اس سے) تمہارے لئے گھاس اور (درخت) وغیرہ بھی ہوتے (ہیں جن میں تم) اپنے جانور (چراتے ہو۔ وہ) اللہ تمہارے لئے (اسی) ایک پانی (سے) مختلف قسم کی (کھیتی اور) مختلف قسم کے پھل مثلاً (زیتون اور کھجور اور انگور اور دیگر ہر قسم کے پھل اگاتا ہے) جو شکل وصورت، رنگ و بو، مزہ اور تاثیر میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ (اس) بات (میں غور کرنے والوں کے لئے) اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور توحید کی (بڑی نشانی ہے)۔

چھٹی دلیل: اجرام سماوی

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: اور پابند کیا تمہارے لئے رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو اور ستارے پابند ہیں اس کے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں۔

تفسیر: (اور) وہی اللہ ہے جس نے (تمہارے لئے پابند کیا رات کو اور دن کو) کہ وہ مسلسل ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تا کہ دنیا کا کاروبار بھی چلے اور لوگ آرام بھی کر سکیں۔ (اور) اسی طرح اللہ نے (سورج کو اور چاند کو) ایک معین نظام کا پابند کیا جس کے تحت ہی وہ نکلتے ہیں اور چھپتے ہیں۔ اس نظام سے بھی انسانوں کے بے شمار فوائد وابستہ ہیں۔ (اور) دیگر (ستارے) بھی (اللہ کے حکم سے) اپنے کاموں کے (پابند ہیں) مجال نہیں کہ ذرا سستی یا سرتابی کر سکیں۔ غرض (اس میں) کوئی شک نہیں کہ اجرام سماوی کے نظام میں (سمجھنے والوں کے لئے) توحید کی بڑی (نشانیاں ہیں)۔

ساتویں دلیل: زمینی چیزوں میں رنگا رنگی

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۗ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور جو چیزیں پیدا کیں تمہارے لئے زمین میں اس حال میں کہ مختلف ہیں ان کے رنگ۔ بے شک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔

تفسیر: (اور) اللہ نے حیوانات، نباتات اور جمادات کے قبیل سے (تمہارے لئے زمین میں جو چیزیں پیدا کیں) ان کو (اس حال میں پیدا کیا کہ وہ) مختلف ماہیتوں، مختلف صورتوں، (مختلف رنگوں) اور مختلف خواص (والی ہیں) اور ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ (اس) رنگا رنگی (میں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں) اللہ کے کمال علم اور کمال قدرت پر (بڑی نشانی ہے) اور کمال علم اور کمال قدرت اللہ تعالیٰ کی صفات میں وحدانیت کی دلیل ہیں۔

آٹھویں دلیل: آبی وسائل

وَهُوَ الَّذِىْ

سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً

تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پابند کیا سمندر کو تا کہ تم کھاؤ اس سے تازگوشت اور نکالو اس سے زیور پہنتے ہو تم جس کو اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو پھاڑ کر چلتی ہیں اس میں اور تا کہ تم تلاش کرو اس کے فضل سے اور تا کہ تم شکر کرو۔

تفسیر: (اور وہی) اللہ (ہے جس نے) دریا اور (سمندر کو) اپنے طبعی قوانین کا (پابند کر) کے تمہارے کام میں لگا (دیا تا کہ تم اس) میں (سے) مچھلی کا شکار کر کے اس کا (تازہ گوشت کھاؤ اور اس) سمندر و دریا کے بعض حصوں (سے) موتی کی صورت میں (زیور کو نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تم) یہ بھی (دیکھتے ہو کہ) جہاز اور (کشتیاں سمندر میں) اللہ کے حکم سے موجوں کو چیرتی (پھاڑتی چلتی ہیں) تا کہ تم ان سے سفر بھی طے کرو (اور تا کہ) ان کے ذریعہ سے سامان تجارت ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر (اللہ کے فضل سے) مالی فائدے بھی (تلاش کرو اور) اور اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر ان نعمتوں کو یاد کرو (تا کہ تم) اس کا (شکر ادا کرو)۔

نویں دلیل: پہاڑ، دریا اور راستے

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: اور رکھے زمین میں پہاڑ مبادا وہ جھک پڑے تمہارے ساتھ اور رکھے دریا اور راستے تا کہ تم راہ پاؤ۔ اور رکھیں علامتیں۔ اور ستاروں سے وہ راہ پاتے ہیں۔

تفسیر: (اور زمین) جو کہ تخلیق کے ابتدائی دور میں مضطربانہ ہلتی رہتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس (میں) بھاری (پہاڑ رکھ دیئے تا کہ زمین) اپنی اضطرابی حرکت سے (تم کو لے کر) کسی ایک طرف کو (نہ جھک جائے۔ اور) اللہ نے (رکھے زمین میں دریا اور راستے تا کہ تم) ان کے ذریعہ دوسرے علاقوں اور شہروں میں جانے کی (راہ پاؤ اور) راستہ کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ، چشمے، درخت اور ریت کے ٹیلے غرض مختلف قسم کی (علامتیں قائم کر دیں اور) رات کے وقت لوگ بعض

(ستاروں) کے ذریعہ (سے راستہ پاتے ہیں)۔

ربط: مذکورہ بالا دلائل میں یہ بات مذکور ہے کہ زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ آگے بتاتے ہیں کہ مشرکوں نے جو اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں وہ تو خود اللہ کی مخلوق ہیں اور ان میں کچھ بھی پیدا کرنے کی طاقت نہیں پھر وہ معبود کیسے بن سکتے ہیں۔ لہٰذا معبود تو صرف ایک اللہ ہے۔ دلائل کے باوجود پھر بھی جو شرک کرتے ہیں تو اس کی وجہ کوئی دلیل یا دلیل کا شبہ نہیں بلکہ محض تکبر وسرکشی ہے۔ جو اللہ کو پسند نہیں۔

اَفَمَنۡ یَّخۡلُقُ کَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱۷﴾
وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۸﴾
وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ
دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ ؕ﴿۲۰﴾ اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ
اَحۡیَآءٍ ۚ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ
فَالَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ مُّنۡکِرَۃٌ وَّہُمۡ
مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ ؕ
اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡتَکۡبِرِیۡنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: کیا جو پیدا کرتا ہے مانند ہے اس کے جو پیدا نہیں کرتا۔ کیا تم نہیں سوچتے۔ اور اگر تم شمار کرو اللہ کی نعمتیں تو نہ پورا کر سکو گے ان کو۔ بے شک اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور جن کو یہ پکارتے ہیں علاوہ اللہ کے نہیں پیدا کرتے کوئی چیز اور وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ مردے ہیں بے جان اور نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے۔ تمہارا معبود ہے معبود اکیلا۔ تو جو لوگ نہیں ایمان رکھتے آخرت پر ان کے دل انکاری ہیں اور وہ تکبر کرنے والے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ نہیں پسند کرتا تکبر کرنے والوں کو۔

تفسیر: جب معلوم ہو گیا کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریک اتنے عاجز ہیں کہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے تو (کیا) تم جو شرک کرتے ہو اتنا بھی نہیں سوچتے کہ (جو ہر چیز کو پیدا) کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور بالفعل پیدا بھی (کرتا ہے) کیا (وہ اس کی مانند) ہو سکتا (ہے جو) بالکل عاجز ہو اور کچھ بھی (پیدا نہیں کرتا۔ ان میں فرق کرنا تو ضروری ہے (کیا پھر بھی تم نہیں سوچتے اور) اب تک جو نعمتیں گنوائی ہیں وہ تو نمونہ کے طور پر ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی تو تم پر اتنی نعمتیں ہیں کہ (اگر تم اللہ کی تمام نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو ان) کے شمار (کو پورا نہ کر سکو گے)۔ اس سے تم اللہ تعالیٰ کے کمال علم اور کمال قدرت کا اندازہ کرو۔ ہماری اس تنبیہ پر اگر تم توبہ کرو اور شرک کو چھوڑ کر توحید اختیار کرو تو بہت اچھا ہے کیونکہ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ) پچھلی تمام نافرمانیوں کو (بخشنے والا اور) اپنی (رحمت) سے برائیوں کو نیکیوں سے بدلنے (والا ہے۔ اور) اگر تم توبہ نہ کرو تو جان لو کہ (اللہ تعالیٰ) تمہارے ہر قول و فعل سے (خوب واقف ہے) کفر و شرک کی (ان) باتوں (سے) بھی (جو تم) دل میں (چھپاتے ہو اور) ان سے بھی (جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور) یہ لوگ ذرا سوچیں تو سہی کہ (اللہ کے علاوہ جن کو یہ پکارتے ہیں) ان کے عجز اور بے بسی کا تو حال معلوم ہو چکا ہے کہ (وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور) پیدا کرنا تو دور کی بات ہے (وہ) تو (خود پیدا کئے جاتے ہیں) اور بنائے جاتے ہیں اور (بے جان مردے ہیں) جیسے بت اور مرے ہوئے بزرگ یا موت سے ہمکنار ہونے والے ہیں جیسے زندہ بزرگ (اور) اللہ کے مقابلہ میں ان کی لاعلمی کا یہ حال ہے کہ یہ (نہیں جانتے کہ) حساب کتاب کے لئے (کب اٹھائے جائیں گے)۔ تو کیا ایسی بے جان اور بے خبر ہستیاں خدا ہو سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا (تمہارا معبود تو بس اکیلا معبود) یعنی اللہ (ہے)۔ لیکن یہ سب کچھ تو وہ سمجھے جس کو آخرت کی فکر ہو اور اپنے انجام کا ڈر ہو۔ (وہ لوگ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کو اپنے انجام کا کچھ ڈر نہیں ہے لہٰذا (ان کے دل) اللہ کی توحید سے (انکاری ہیں اور وہی) لوگ حق کو قبول کرنے سے (تکبر کرتے ہیں)۔ لیکن (اللہ تعالیٰ) سے یہ کچھ بھی مخفی نہیں وہ (یقیناً) خوب (جانتا ہے جو وہ) اپنے دلوں میں توحید کے انکار کو (چھپاتے ہیں اور جس) غرور و تکبر (کا وہ اظہار کرتے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو) بالکل (پسند نہیں کرتا)۔

ربط: اوپر یہ بتایا کہ ان کے انکار کی اصل وجہ تکبر و سرکشی ہے۔ آگے ان کے تکبر کی مثال بھی دیتے ہیں اور پھر ان کا انجام بھی بتاتے ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَا أَنزَلَ

رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ
الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا
يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ
الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ
مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ
اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٧﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ
سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ
جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ کیا نازل کیا تمہارے رب نے کہتے ہیں کہانیاں ہیں پہلوں کی تاکہ وہ اٹھائیں اپنے بوجھ پورے قیامت کے دن اور کچھ بوجھ ان لوگوں کا گمراہ کرتے ہیں یہ جن کو بلا تحقیق۔ آگاہ ہو برا ہے جو یہ اٹھاتے ہیں۔ مکر کر چکے ہیں وہ لوگ جو تھے ان سے پہلے پھر آیا اللہ (کا حکم) ان کی عمارت پر بنیادوں سے پھر گر پڑی ان پر چھت ان کے اوپر سے اور آ پہنچا ان پر عذاب جہاں سے وہ نہیں خیال کرتے تھے۔ پھر قیامت کے دن (اللہ) رسوا کرے گا ان کو اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک کہ تم جھگڑتے تھے جن کی حمایت میں۔ کہیں گے وہ لوگ جو دیئے گئے علم بے شک رسوائی ہے آج کے دن اور برائی ہے کافروں پر وہ کہ وفات دیتے تھے جن کو فرشتے اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے اپنی جانوں پر۔ تب ڈالیں گے اطاعت کو کہ نہیں کرتے تھے ہم کچھ برائی۔ کیوں نہیں یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے اس کو جو تم کرتے تھے۔ سو داخل ہو جہنم کے دروازوں میں اس حال میں کہ ہمیشہ رہو گے اس میں۔ سو کیا برا ہے ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا۔

تفسیر: ان لوگوں کے تکبر و سرکشی کی ایک مثال یہ ہے کہ دوسروں کو گمراہ کرنے کی خاطر تمسخر و استہزاء کرتے ہیں (اور) اس کے لئے آپس میں سوال و جواب کا ناٹک رچاتے ہیں۔ اور اس میں (جب ان) میں (سے) بعض سے (کہا جاتا ہے کہ) ہاں بتاؤ تو سہی کہ (تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو) جواب میں (کہتے ہیں ارے چھوڑو) کیا اللہ تعالیٰ کو ان کے علاوہ کوئی نہیں ملتا تھا۔ یہ وحی نازل ہونا اور خدا کا رسول ہونا اور قیامت میں حساب کتاب ہونا یہ سب (پہلے) زمانے (کے لوگوں کے قصے) اور ان کے توہمات (ہیں)۔ یہ باتیں اس قابل ہی نہیں کہ ان کی طرف کان بھی لگائے جائیں۔ اس طرح کے ناٹک سے اگرچہ ان کی (غرض) دوسروں کو گمراہ کرنا تھا لیکن امر واقع میں اس کی حقیقت (یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے) گناہوں کے (بوجھ) بھی (پورے پورے اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان لوگوں کا) بھی اٹھائیں (جن کو یہ بلاتحقیق گمراہ کرتے ہیں) اور وہ ان کے کہے پر چلتے ہیں اور (آگاہ رہو کہ) گناہوں کا (جو یہ بوجھ اٹھاتے ہیں) اس کا انجام تو (برا) ہی (ہے) اور آگاہ رہو کہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور حق کے پیغام کو دبانے کی جو تدبیریں آج یہ لوگ کر رہے ہیں یہ نئی نہیں ہیں بلکہ (ان سے پہلے کے لوگ) بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں (مکر کر چکے ہیں)۔ انہوں نے اپنے مکر وفریب کی بڑی اونچی عمارت تعمیر کی (پھر) جب (اللہ) کا فیصلہ ہوا تو اس (نے ان کی عمارت کو بنیادوں سے آلیا پھر ان پر ان کے اوپر سے) عمارت کی (چھت بھی گر پڑی)۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی سب تدبیریں اور ان کے سب مکر وفریب خود انہی پر الٹ دیئے گئے (اور ان پر ایسی جگہ سے عذاب آن پڑا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا)۔ یہ تو دنیا میں ان کا انجام ہوا۔ (پھر قیامت کے دن) یہ انجام ہوگا کہ (اللہ) تعالیٰ سب کے سامنے (ان کو رسوا کریں گے اور) اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ ان سے یوں (فرمائیں گے کہ میرے جن شریکوں کی حمایت میں تم) میرے پیغمبروں سے (جھگڑتے تھے) آج (وہ کہاں ہیں) اور تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے۔ وہ لوگ تو اس کا کچھ جواب نہ دے سکیں گے البتہ انبیاء اور دیگر (اہل علم) ان مکاروں کو سنا کر (کہیں گے کہ) دیکھ لیا ہم جو کہا کرتے تھے وہی ہوا کہ (آج کے دن ساری رسوائی اور ساری برائی صرف کافروں پر ہے کہ جن) کا خاتمہ کفر وشرک پر اس طرح سے ہوا کہ ان (کو فرشتے وفات دیتے تھے) تو (اس حال میں کہ وہ) کفر وشرک کر کے (اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے)۔ اہل علم کی اس بات کے بعد ان کی سب اکڑ جاتی رہے گی اور (پھر وہ) سزا سے بچنے کے لئے (اطاعت کا اظہار کریں گے کہ) ہم تو ہمیشہ نیک چلن رہے ہیں اور (ہم کبھی کوئی برا کام نہ کرتے تھے) اس پر ان سے کہا جائے گا (کیوں نہیں) تمہارا چلن تو ہمیشہ ہی برا رہا اور آج تم جھوٹ بول کر خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتے کیونکہ دنیا میں (جو کچھ تم کرتے تھے اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے۔ سو) اب (جہنم میں

ہمیشہ رہنے کو اس کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ سو تکبر کرنے والوں کا) کیا ہی (برا ٹھکانا ہے)۔

ربط: تکبر کرنے والوں کا انجام ذکر ہوا تو اس کی ہولنا کی مزید واضح کرنے کے لئے متقیوں کا انجام ذکر کرتے ہیں۔

وَقِيلَ

لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا
فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ
الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ
تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا
الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: اور پوچھا گیا ان سے جو متقی ہوئے کیا نازل کیا تمہارے رب نے۔ بولے خیر (کی بات)۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں بھلائی ہے اور دار آخرت تو بہتر ہے اور کیا اچھا ہے گھر متقیوں کا۔ باغ ہیں ہمیشہ کے وہ داخل ہوں گے ان میں، بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ ان کے لئے ہو گا ان (باغوں) میں جو وہ چاہیں گے۔ اسی طرح جزا دیتا ہے اللہ متقیوں کو۔ وہ کہ وفات دیتے ہیں ان کو فرشتے اس حال میں کہ وہ پاکیزہ ہیں۔ (فرشتے) کہتے ہیں سلامتی ہے تم پر، داخل ہو، جنت میں بدلہ میں اس کے جو تم کرتے تھے۔

تفسیر: (اور) تکبر کرنے والوں کے مقابلہ میں متقیوں کا حال بیان کرتے ہیں کہ جب (متقی لوگوں سے) قرآن کے متعلق (پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے تو) انتہائی عقیدت و احترام سے (کہتے ہیں کہ خیر کی بات) اتاری ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس ضابطہ سے تسلی ہو گی کہ (جن لوگوں نے اس دنیا میں بھلائی کی ان کے لئے) بدلہ میں خیر و (بھلائی ہے اور) اللہ کے ہاں کسی کی محنت ضائع نہیں جاتی۔ اس دنیا کے بعد ان کے لئے (دار آخرت) ہے جو (خیر ہی خیر ہے اور متقیوں کا گھر کیا خوب ہے کہ وہ ہمیشہ کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں

بہتی ہیں اور ان میں ان کے لئے وہ کچھ) جسمانی راحت اور روحانی مسرت (ہوگی جو وہ چاہیں گے)
اور (اللہ متقیوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں) جن کا خاتمہ تقوے پر ہوتا ہے اور (جن کو فرشتے وفات
دیتے ہیں تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ) کفر و شرک کی نجاستوں سے (پاک ہوتے ہیں) اور فرشتے
ان کو (کہتے ہیں کہ تم پر) یہاں آخرت میں (سلامتی ہے اور جو) نیک (عمل تم) دنیا میں (کرتے تھے
اب ان کے بدلہ میں جنت میں داخل ہو جاؤ)۔

ربط: اوپر تکبر کرنے والوں کی مثال بھی دی اور ان کا انجام بھی بتایا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ سن کر بھی وہ اثر نہیں لیتے تو کیا وہ موت کے آنے کا یا خدا کی گرفت کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی یہ روش کچھ نئی نہیں بلکہ ان سے پہلے جو متکبر و سرکش ہوئے وہ بھی اسی روش پر چلے۔ بالآخر وہ خدا کی پکڑ میں آئے۔ تو ایسے ہی موجودہ سرکش لوگ پکڑ میں آسکتے ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾
فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: نہیں یہ انتظار کر رہے مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے حکم تیرے رب کا۔ اسی طرح کیا (ان لوگوں) نے جو ان سے پہلے تھے اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ نے لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے تھے۔ تو پہنچیں ان کو سزائیں ان کاموں کی جو انہوں نے کئے اور گھیر لیا ان کو اس (عذاب) نے جس کا وہ استہزاء کرتے تھے۔

تفسیر: (یہ لوگ) جو اپنے تکبر پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ہر قسم کی نصیحت سننے کے باوجود ایمان نہیں لاتے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ (صرف اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس) موت کے (فرشتے) ان کی جان نکالنے کو (آجائیں یا) مجرموں کی سزا دہی سے متعلق قیامت کے وقوع کا (آپ کے رب کا حکم آجائے) یعنی کیا یہ اس وقت ایمان لائیں گے حالانکہ اس وقت کا ایمان کچھ فائدہ مند نہ ہو گا۔ (اسی طرح ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے) اپنے کفر اور تکبر پر اصرار (کیا) اور وہ غرور و غفلت

میں منہمک رہے اور وقت پر توبہ نہ کی۔ آخر عذاب الٰہی نے ان کو آ پکڑا۔ (اللہ تعالیٰ نے ان پر) اپنی طرف سے (کچھ ظلم نہیں کیا لیکن وہ لوگ) جان بوجھ کر سزا والے کام کر کے (خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے)۔ غرض انہوں نے جو بویا اسی کو کاٹا اور (جو انہوں نے) برے (عمل کئے ان کی سزائیں ان) کے سر (پر پڑیں اور جس عذاب) کی خبر سننے (پر وہ استہزا کرتے تھے اس نے ان کو گھیر لیا) اور وہ ہلاک کر دیئے گئے تو موجودہ سرکش لوگ بھی خدا کی پکڑ سے نہ بچ سکیں گے۔

ربط: اسلام کی دعوت کے مقابلہ میں مشرکین یہ دعوی کرتے تھے کہ اول تو ہم خود حق پر ہیں اور دوسرے اگر بالفرض ہمارا مذہب حق نہ ہو تب بھی کیا ڈر ہے۔ مر جائیں گے تو بس ختم ہو جائیں گے اس کے بعد کوئی قیامت اور آخرت نہیں ہے۔ آگے ان کے ان دعوؤں کا رد کرتے ہیں۔

مشرکوں کا پہلا دعویٰ اور اس کا رد

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا
مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ
مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى
الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا
اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى
اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ
فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى
هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ
نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اور کہا جنہوں نے شرک کیا اگر چاہتا اللہ نہ عبادت کرتے اس کے سوا کسی چیز کی ہم اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ حرام ٹھہراتے ہم اس کے بغیر کسی چیز کو۔ اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے سو نہیں ہے رسولوں پر مگر پہنچا دینا صاف صاف۔ اور بھیجا ہے ہم

نے ہر امت میں رسول کہ عبادت کرو اللہ کی اور اجتناب کرو طاغوت سے۔ تو ان میں سے کسی کو ہدایت دی اللہ نے اور ان میں سے کوئی ہے کہ ثابت ہوئی اس پر گمراہی۔ سو چلو زمین میں اور دیکھو کیسا ہے انجام جھٹلانے والوں کا۔ اگر تو حرص کرے ان کی ہدایت پر تو اللہ نہیں ہدایت دیتا جس کو گمراہ کرتا ہے اور نہیں ہے ان کے لئے کوئی مددگار۔

تفسیر: (اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا) کہ ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کریں اور جن چیزوں کو ہم حرام کہتے ہیں وہ حرام نہ ہوں مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کو ہمارا طریقہ پسند نہ ہوتا (تو) اللہ ہم کو روک دیتا اور (اللہ کے سوا نہ ہم کسی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا کرتے اور نہ) ہی (ہم اس کے) حکم کے (بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے)۔ آخر کس کی مجال ہے کہ اللہ کسی کو روکے اور وہ نہ رکے کیونکہ اس صورت میں اللہ اس پر فوری عذاب نازل کرتا۔ دنیا کا کوئی چھوٹا بادشاہ بھی اپنے حکم کی خلاف ورزی پر فوری گرفت کرتا ہے تو اللہ تو بڑا شہنشاہ ہے وہ کیوں چھوڑے گا اور ڈھیل دے گا۔ لہٰذا اے محمد اگر تم سچے ہوتے اور ہماری بات اللہ کی مرضی کے مخالف ہوتی تو تمہاری مخالفت اللہ کی مخالفت ہوتی اور اس پر ہماری فوری گرفت ہوتی ذرا ڈھیل نہ ملتی۔ اب جب تمہاری تبلیغ کے باوجود ہماری مخالفت پر ہماری گرفت نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے کام ناپسند نہیں اور اس نے ہمیں ان سے نہیں روکا اور اس طرح سے ہمارا دین حق ہے۔ اے محمد ﷺ یہ مشرک لوگ اس طرح کی بے کار دلیلوں سے آپ سے الجھتے ہیں۔ آپ اس سے پریشان نہ ہوں۔ (ان سے پہلے جو لوگ تھے وہ بھی اسی طرح) کی باتوں سے اپنے رسولوں سے الجھا (کرتے تھے) یہ پرانی روش ہے (سو) آپ اپنا کام کئے جایئے اور آپ سمیت ہمارے تمام (رسولوں کے ذمہ تو صاف صاف) ہمارے احکام (پہنچا دینا ہے) پھر خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

(اور) مشرکوں کا یہ کہنا کہ خدا کی طرف سے ان کو روکا نہیں گیا بالکل غلط ہے کیونکہ انسانی تاریخ کی ابتدا ہی سے (ہم نے ہر امت میں) براہ راست (رسول کو) یا رسول کے نائب کو (بھیجا ہے) جن کا کام ہی یہ تھا (کہ) لوگوں کو شرک اور اعمال شرکیہ سے روکیں اور صاف صاف اعلان کریں کہ صرف (اللہ کی عبادت کرو اور شیطان) کے راستہ (سے) جس میں کفر و شرک ہے (اجتناب کرو۔ تو ان) امتوں کے لوگوں (میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت دی) اور انہوں نے حق کو قبول کیا (اور ان میں سے کچھ) وہ تھے کہ جن (پر گمراہی ثابت ہوئی) اور انہوں نے گمراہی کو اختیار کئے رکھا جس کی وجہ سے وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر ہلاک و برباد ہوئے۔ اور اگر ہماری خبر پر تمہیں تسلی نہ ہو (تو زمین میں چلو پھرو اور) ان قوموں کے آثار سے (دیکھو کہ) انبیاء کو (جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا)۔ اگر وہ حق پر ہوتے تو ان پر

عذاب کیوں نازل ہوتا۔ ان پر عذاب کا نزول اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حق پر اور اللہ کی پسند پر نہ تھے۔ اور اگر یہ کہو کہ وہ عذاب نہیں تھا بلکہ اتفاقیہ طور پر پیش آنے والا قدرتی حادثہ تھا تو یہ صحیح نہیں کیونکہ انبیا علیہم السلام کی پیشین گوئی کے بعد اس کا پیش آنا اور خلاف عادت پیش آنا اور مومنوں کا اس سے محفوظ رہنا یہ سب باتیں اس پر واضح دلیل ہیں کہ وہ حقیقت میں کافروں پر عذاب الٰہی تھا۔

اور جیسے پہلی امتوں میں کچھ وہ لوگ ہوئے جنہوں نے سرکشی کی وجہ سے گمراہی کو اختیار کئے رکھا اسی طرح اس امت میں بھی ایسے لوگ ہیں اور وہی اے نبی آپ سے اپنی بے کار دلیلوں کے ساتھ الجھتے ہیں۔ (ان لوگوں کی ہدایت کی اگر آپ کو حرص بھی ہو تب بھی اللہ ایسے کو ہدایت نہیں دیتا جس کو) اس کے اپنی سرکشی پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے (گمراہ کرتا ہے اور) گمراہ لوگ کسی خوش فہمی میں نہ رہیں کیونکہ ہماری پکڑ کے وقت (ان کا کوئی) حمایتی اور (مددگار نہ ہوگا)۔

مشرکوں کا دوسرا دعوی اور اس کا رد

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع

ترجمہ: اور قسمیں کھائیں انہوں نے اللہ کی زور لگا کر اپنی قسموں کا کہ نہیں اٹھائے گا اللہ جو کوئی مر جائے۔ کیوں نہیں وعدہ ہے اس (اللہ) پر پکا ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تاکہ ظاہر کر دے ان کے لئے وہ بات جھگڑتے ہیں یہ جس میں اور تاکہ جان لیں کافر کہ وہی تھے جھوٹے۔ محض ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ارادہ کرتے ہیں ہم اس کا یہ ہے کہ کہیں ہم اس کو کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

تفسیر: (اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو کوئی مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا) اور قیامت وغیرہ کچھ نہ ہوگی یہ سب فرضی باتیں ہیں۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ (کیوں نہیں) زندہ کرے گا؟ بلکہ وہ ضرور زندہ کرے گا۔ اس بات کا (وعدہ) تو

(اللہ پر پکا ہے) تمہارے انکار کرنے (اور) قسمیں کھانے سے اس کا وعدہ ٹل نہیں سکتا وہ تو ہو کر رہے گا (لیکن اکثر لوگ) ایسے پکے حقائق سے بے التفاتی کرنے اور غور وفکر سے کام نہ لینے کے باعث (نہیں جانتے) کہ قیامت آنی ہے۔ اور یہ دوبارہ زندہ کرنا اس لئے ہوگا (تاکہ) دین کی (جن باتوں میں یہ لوگ) دنیا میں (اختلاف کرتے تھے) مثلاً یہ کہ خدا ہے یا نہیں، خدا کے شریک ہیں یا نہیں اور قیامت ہو گی یا نہیں وغیرہ (ان) کی حقیقت (کو ان لوگوں) کے روبرو ان کے معائنہ (کے لئے ظاہر کر دے) (اور تاکہ) اس اظہار حقیقت کے وقت (کافر لوگ) پوری طرح (جان لیں کہ) واقعی (وہی جھوٹے تھے) اور انبیا اور مومنین سچے تھے۔ اور چونکہ وہ لوگ قیامت کی نفی اس وجہ سے کرتے تھے کہ ان کا خیال تھا کہ اس کو قائم کرنے کی کس کو قدرت ہوسکتی ہے تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ ہماری قدرت میں ہے کیونکہ ہماری قدرت ایسی عظیم ہے کہ (ہم جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں بس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ تو ہو جا تو وہ) اسی لحہ موجود (ہو جاتی ہے)۔ تو ہماری قدرت کے سامنے مردہ ہستیوں میں دوبارہ جان ڈال دینا کونسا دشوار کام ہے۔

ربط: متکبر اور سرکش کافروں کے ظلم وستم سے جو لوگ ترک وطن پر مجبور ہوئے آگے ان کو دنیا و آخرت کی بھلائی کی بشارت سنا کر تسلی دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا
ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔــلُوْٓا اَهْلَ
الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور جنہوں نے ہجرت کی اللہ کے واسطے اس کے بعد کہ وہ ظلم کئے گئے ضرور ہم ٹھکانا دیں گے ان کو دنیا میں اچھا اور اجر آخرت کا بہت بڑا ہے اگر یہ جانتے ہوتے۔ جو لوگ صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے مگر مرد ہم وحی

کرتے تھے جن کی طرف سوتم پوچھو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔ (ہم نے ان کو بھیجا تھا) ساتھ نشانیوں کے اور کتابوں کے اور نازل کیا ہم نے تیری طرف یہ قرآن تا کہ تو بیان کرے لوگوں کے لئے جو نازل کیا گیا ان کی طرف اور تا کہ وہ غور کریں۔

تفسیر: (اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے) اپنا وطن مکہ چھوڑا اور حبشہ کو (ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر) کفار کی طرف سے (ظلم کیا گیا ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے) جو ان کا مستقل وطن بنے گا اور جہاں ان کی ہر طرح سے ترقی ہو گی چنانچہ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو مدینہ منورہ پہنچا دیا اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا (اور آخرت کا) ثواب اور (اجر) تو سب سے (بڑھ کر ہے۔ کاش) یہ سرکش مشرک اللہ کے رسول کی باتوں کو توجہ اور سنجیدگی سے سنتے تو آخرت کے اس اجر کی خبر کو یہ بھی (جانتے ہوتے) اور یہ بھی اس کو حاصل کرنے کی رغبت میں مسلمان ہو جاتے۔ وہ مہاجر ان وعدوں کے اس لئے مستحق ہیں کہ وہ ایسے ہیں (جو) ناگوار واقعات پر (صبر کرتے ہیں اور) وہ ہر حال میں (اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں) یہ نہیں کہ ترک وطن میں اسی فکر میں لگے رہیں کہ کہاں سے کھائیں گے اور کہاں سے پئیں گے۔ (اور) پیغمبر کے مظلوم ساتھیوں کو جب وہ صبر و توکل پر ثابت قدم ہوں دنیا و آخرت میں ان کو غالب و منصور کرنا ہماری کوئی نئی عادت نہیں بلکہ اے محمد ﷺ (آپ سے پہلے بھی ہم نے) انسانوں ہی میں سے آپ کی طرح (مردوں کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے) اور جن کا کام بھی آپ کی طرح یہی تھا کہ خدا کے احکام اور نیکی و بدی کے انجام سے لوگوں کو خبردار کریں (اب اگر) اے مکہ والو (تمہیں معلوم نہیں تو تم) ان (اہل علم سے) جو سابقہ امتوں اور ان کے پیغمبروں کے تاریخی واقعات سے باخبر ہیں (پوچھ لو) کہ ہم نے فی الواقع پہلے کچھ آدمیوں کو پیغمبر بنا کر (معجزوں اور کتابوں کے ساتھ) بھیجا تھا یا نہیں۔ اور یہ کہ ان کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا کیا حشر ہوا۔ اہل حق صبر و توکل کی بدولت کس طرح کامیاب ہوئے اور ظالم و سرکش لوگ اتمام حجت کے بعد کیسے تباہ ہوئے۔ (اور) آج اے محمد ﷺ (ہم نے) آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور (آپ کی طرف ذکر) یعنی قرآن (کو اتارا) ہے جو خدائی احکام اور فلاح دارین کے طریقوں کو یاد دلانے والا ہے (تا کہ آپ لوگوں) کے فائدے (کے لئے ان کی طرف) کتاب میں (اتارے جانے والے) مضامین (کو) زبانی بھی اور عملی طور سے بھی غرض ہر طرح سے خوب (کھول کر بیان کریں) اور اس کے مشکل مقامات کی شرح اور اس کے مجمل احکام کی تفصیل کر دیں (اور تا کہ پھر لوگ غور و فکر کر لیں)۔

ربط: آگے ان سرکشوں کو دھمکاتے ہیں کہ سابقہ انبیاء اور ان کی قوموں کا حال سننے اور قرآن جیسے مکمل ذکر اور یاد دہانی کے بعد بھی کیا کفار مکہ حق کے مقابلہ میں اپنی مکاریوں سے باز نہیں آتے

حالانکہ اللہ جیسے عظیم بادشاہ کے لئے ان کی کسی طرح سے بھی گرفت کچھ مشکل نہیں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ
اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ
فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ
فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ
شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ
دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ
رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع السجدۃ

ترجمہ: کیا پس با امن ہو گئے وہ لوگ جو مکر کرتے ہیں برے اس سے کہ دھنسا دے اللہ ان کو زمین میں یا آ جائے ان پر عذاب جہاں سے وہ گمان نہ کرتے ہوں یا پکڑ لے ان کو ان کے چلنے پھرنے میں تو نہیں ہیں وہ عاجز کرنے والے یا پکڑ لے ان کو کمی پر سو بلاشبہ تمہارا رب بڑا نرم اور مہربان ہے۔ کیا نہیں وہ دیکھتے جانب اس کے جو پیدا کی اللہ نے کوئی شے، ڈھلتے ہیں اس کے سائے دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی اور وہ عاجز ہیں۔ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں جانداروں سے اور (سجدہ کرتے ہیں) فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ وہ ڈرتے ہیں اپنے رب سے اپنے اوپر سے اور کرتے ہیں جو وہ حکم دیئے جاتے ہیں۔

تفسیر: (یہ) سرکش (لوگ جو) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برے (برے مکر) وفریب (کرتے ہیں کیا) اس بات سے (امن میں ہو گئے ہیں کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر ایسی جگہ سے عذاب آ جائے جہاں سے وہ) اس کے آنے کا (گمان نہ کرتے ہوں) چنانچہ جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان کو ایسی سزا دلوائی جو اپنی قوت و جمعیت اور مسلمانوں کی قلت وضعف کو دیکھتے ہوئے ان کے تصور میں بھی نہ آتی تھی (یا) کسی مقابلہ کے اہتمام کی بھی ضرورت نہیں اللہ چاہے تو

وہ (ان کو ان کے چلنے پھرنے میں) کام کاج کرنے میں یا بستروں پر کروٹیں بدلنے میں ایک دم کسی حادثہ یا بیماری سے (پکڑ لے، غرض) وہ ان کو عاجز کرسکتا ہے لیکن (وہ) اللہ کو (عاجز کرنے والے نہیں۔ یا) اللہ ان کی (گرفت کرے کی میں) اس طرح سے کہ آہستہ آہستہ ان کو اور ان کے زور کو گھٹائے اور پست کرے جیسا کہ مشرکین مکہ کے ساتھ ہوا کہ آہستہ آہستہ ان کے زور کو توڑتے گئے۔ (غرض) اللہ فوری پکڑ بھی کرسکتا ہے لیکن کرتا نہیں ہے لوگوں کو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ (آپ کا رب واقعی بڑا نرم اور مہربان ہے) ورنہ جہاں تک اس کے زور اور اس کی قدرت کا تعلق ہے تو ہر چیز اس کے سامنے عاجز اور مطیع ہے اور یہ بات مشرکین مکہ کے سامنے بھی واضح ہے۔ (کیا وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی) چیزوں میں سے (کسی چیز کو نہیں دیکھتے کہ اس کا سایہ بھی اللہ) کے حکم اور اس کے قانون قدرت (کی اطاعت کرتے ہوئے) گھٹتا بڑھتا ہے اور کہیں (دائیں کو اور کہیں بائیں کو ڈھلتا ہے اور وہ) چیزیں (خود) بھی (عاجز) اور اللہ کی مطیع و فرمانبردار (ہیں اور) صرف بے جان چیزیں ہی نہیں بلکہ (آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی جاندار ہیں سب اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں) بلکہ (اور) تو اور (فرشتے) جیسی مقرب اور معظم ہستیاں بھی اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں (اور وہ) اس کو سجدہ کرنے سے کچھ (تکبر نہیں کرتے بلکہ وہ) تو اپنے دل میں (یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کے اوپر اللہ ہے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جو بھی حکم دیئے جاتے ہیں اس کو) فوراً (بجالاتے ہیں)۔

ربط: جب تمام آسمانی اور زمینی مخلوق ایک خدا کے سامنے بے اختیار سربسجود اور عاجز ہے پھر عبادت میں دوسرا شریک کہاں سے آگیا؟ جو سارے جہان کا مالک ہے تنہا اسی کی عبادت ہونی چاہئے اور اسی سے ڈرنا چاہئے۔

وَقَالَ

اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: اور کہا اللہ نے مت بناؤ معبود دو۔ محض وہ ہے معبود ایک۔ تو خاص مجھ سے ڈرو۔ اور اسی کے لئے ہے جو ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کے لئے ہے عبادت ہمیشہ۔ کیا پس غیر اللہ سے تم ڈرتے ہو۔

تفسیر: (اور اللہ نے) رسولوں کے واسطے سے تمام انسانوں سے (فرمایا کہ دو) یا زیادہ (معبود مت بناؤ) کیونکہ (معبود تو محض ایک) ہی معبود (ہے) جو میرے سوا کوئی نہیں (تو) خاص میری ہی عبادت کرو اور (خاص مجھ ہی سے ڈرو۔ اور) اللہ ایسا حکم کیوں نہ دیں جب کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ (جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت ہے اور) وہی ان سب کی پرورش کرتا ہے اور ان کو پالتا ہے لہٰذا (عبادت) بھی صرف (اس کا) لازمی و (دائمی حق ہے)۔ اسی وجہ سے انسانوں سمیت آسمان کی ہر چیز تکوینی طور پر خالص اسی کی عبادت و اطاعت پر پیدا کی گئی ہے لہٰذا انسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے فطری داعیہ کے مطابق اللہ کے اس حق کو ادا کریں۔ اس کے باوجود جب وہ غیر اللہ کی بھی ساتھ میں عبادت کرتے ہیں تو ان سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ (کیا تم غیر اللہ سے ڈرتے ہو) جو ان کی عبادت پر مجبور ہو۔

ربط: آگے شرک کی کچھ صورتیں اور ان کی واضح قباحتیں ذکر کرتے ہیں۔

شرک کی ایک صورت، تکلیف میں صرف اللہ سے فریاد کرتے ہو لیکن تکلیف دور ہونے پر شرک کرتے ہو

وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ

ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ﴿٥٣﴾ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ

عَنكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا

آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾

ترجمہ: اور جو کچھ تمہارے پاس نعمت ہے تو اللہ کی طرف سے ہے پھر جب چھوتی ہے تم کو تکلیف تو اسی کی طرف چلاتے ہو۔ پھر جب وہ دور کر دیتا ہے تکلیف تم سے اسی وقت ایک (بڑی) جماعت تم میں سے اپنے رب کے ساتھ شریک کرنے لگتی ہے کہ ناشکری کریں اس کی جو دیا ہم نے ان کو۔ تو فائدہ اٹھا لو پھر جلد تم جان لو گے۔

تفسیر: (اور) اے مشرکو (تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے تو وہ) صرف (اللہ کی طرف سے ہے) یعنی تمام بھلائیاں اور نعمتیں سب اسی کی عطا کردہ ہیں اور ہر سختی و تکلیف کو دور کرنا بھی اسی کے قبضہ میں ہے۔ اس لئے (پھر جب تم کو کوئی) سخت (تکلیف چھوتی ہے تو) اس وقت تم سب سہارے چھوڑ کر

صرف (اس) اللہ (کی طرف چلاتے ہو) اور فریاد کرتے ہو۔ اس طرح سے خود تمہاری فطرت شہادت دیتی ہے کہ مصیبتوں اور تکلیفوں سے بچانا صرف خدا ہی کا کام ہے۔ لیکن (پھر جب) تمہاری فریاد پر تمہارا رب (تم سے تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو اسی وقت ہی تم میں سے) بڑی اکثریت اور (بڑی جماعت اپنے رب کے ساتھ) حسب سابق (شرک کرنے لگتی ہے) جس کا حاصل یہ ہے (کہ جو نعمت ہم نے ان کو دی) یعنی یہ کہ ان سے تکلیف کو دور کیا (اس کی ناشکری کریں)۔ خیر ایسے ہی سہی۔ ہم بھی تمہیں چند روز کی مہلت دیتے ہیں (تو) خوب دنیا کا (فائدہ اٹھا لو پھر جلد) ہی (تم جان لو گے) کہ اس ناشکری کی کیا سزا ملتی ہے۔

شرک کی دوسری صورت: غیر اللہ کی نیاز

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ
نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَٰهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: اور ٹھہراتے ہیں ان کے لئے جن کو نہیں جانتے ایک حصہ اس میں سے جو دیا ہم نے ان کو۔ اللہ کی قسم ضرور تم پوچھے جاؤ گے اس کے بارے میں جو تم افتراء کرتے ہو۔

تفسیر: (اور یہ) مکہ کے مشرک لوگ (اس رزق میں سے جو) صرف (ہم نے ان کو دیا) خواہ کھیتی یا مویشی ہوں یا مال تجارت وغیرہ ہو اپنے (ان) معبودوں (کیلئے) نیاز کے طور پر (حصہ ٹھہراتے ہیں جن کے) معبود ہونے کے (متعلق ان کو کچھ علم نہیں) اور جن کے معبود ہونے کی کوئی دلیل بھی نہیں۔ (اللہ کی قسم ہے کہ) قیامت کے دن (تم سے ان) شرکیہ رسوم اور (باتوں کے بارے میں ضرور پوچھ گچھ ہوگی جو تم افتراء کرتے ہو۔)

شرک کی تیسری صورت: فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہنا

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَٰنَهُۥ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا
بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُۥ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾
يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓ ۚ أَيُمْسِكُهُۥ عَلَىٰ
هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُۥ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے لئے بیٹیاں۔ پاک ہے وہ۔ اور ان کے لئے ہوں جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب خوشخبری دی جاتی ہے ان کے ایک کو لڑکی کی سارا دن رہتا ہے اس کا چہرہ سیاہ اور وہ گھونٹنے والا ہوتا ہے۔ چھپتا ہے قوم سے بوجہ عار کے اس چیز کی خوشخبری دیا گیا وہ جس کی۔ کیا روکے رکھے اس کو ذلت پر یا گاڑ دے اس کو مٹی میں۔ سنو برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر بری حالت ہے اور اللہ کے لئے سب سے بلند صفت ہے اور وہ ہے زبردست، حکمت والا۔

تفسیر: (اور) شرک کی ایک صورت یہ ہے کہ یہ فرشتوں کو (اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے ہیں۔ سبحان اللہ) یہ کیسی فضول سی بات ہے۔ پھر اللہ کے لئے تو ان کی زبردستی سے بیٹیاں ہوں (اور ان کے لئے) بیٹے (ہوں جو یہ چاہتے ہیں) یعنی اپنے لئے بیٹیاں دیئے جانے پر راضی نہیں یہاں تک کہ (جب ان میں سے کسی ایک کو لڑکی) ہونے (کی خوشخبری دی جاتی ہے تو) اس قدر ناراض ہوتا ہے کہ (سارا دن اس کا چہرہ سیاہ) یعنی بے رونق (رہتا ہے اور وہ) دل ہی دل میں (اپنے آپ کو) غم سے (گھونٹتا ہے) اور (جو اس کو خوشخبری دی گئی) اس کو برائی سمجھ کر (اس کے عار کی وجہ سے اپنی قوم) کے لوگوں (سے چھپتا) پھرتا (ہے) اور دن رات اس ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ (کیا) دنیا کی (ذلت) کی قیمت (پر اس) لڑکی (کو) زندہ (روکے رکھے یا اس کو) قتل کر کے یا زندہ ہی (مٹی میں گاڑ دے۔ خوب سن لو کہ) لڑکیوں کے متعلق جو ظالمانہ فیصلہ (یہ لوگ) کرتے ہیں اس سے بھی (برا فیصلہ) اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کر کے (کرتے ہیں) کیونکہ اول تو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرنا یہی بڑی بری بات ہے پھر اولاد بھی وہ جس کو خود وہ اس قدر ذلیل اور باعث عار سمجھیں۔ غرض یہ لوگ (جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے) اور اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام سے بے پرواہ ہیں (ان کی بری حالت ہے) دنیا میں بھی کہ ایسی جہالت وحماقت میں مبتلا ہیں اور آخرت میں بھی کہ ذلت وعقوبت میں مبتلا ہوں گے (اور) ان کی شرکیہ باتوں کے برعکس (اللہ تعالیٰ کے لئے بڑے درجہ کی) مثال) وصفات (ہیں اور) ان صفات میں سے یہ بھی ہے کہ (وہ) ایسے (زبردست ہیں) کہ چاہیں تو ان مشرکوں کی گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے دیں لیکن وہ ساتھ میں (حکمت والے) بھی (ہیں) اور ان کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ فوری گرفت نہ کی جائے بلکہ موقع دیا جائے کہ یہ لوگ اپنی اصلاح کر لیں۔

ربط: اوپر آخر میں یہ ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں فوری گرفت کر سکتے ہیں لیکن حکمت والے بھی ہیں اور ان کی حکمت ڈھیل دینے کا تقاضا کرتی ہے۔ آگے اسی مضمون کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جب مہلت ختم ہوگئی تو گرفت بعینہ اپنے متعین وقت پر آئے گی اور پھر دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے دل کو خوش کرنے والے دعوے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ
مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ
فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾
وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ
لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ: اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو بوجہ ان کے ظلم کے تو نہ چھوڑے اس (زمین) پر کوئی حرکت کرنے والا ولیکن وہ ڈھیل دیتا ہے ان کو وقت مقرر تک۔ پھر جب آئے گا ان کا وقت نہ پیچھے ہٹیں گے ایک گھڑی کو اور نہ آگے ہوں گے۔ اور بناتے ہیں اللہ کے لئے جو (اپنے لئے) ناپسند کرتے ہیں اور ذکر کرتی ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کہ ان کے لئے ہے بھلائی۔ لازمی بات ہے کہ ان کے لئے آگ ہوگی اور یہ کہ وہ (اس کی طرف) بڑھائے جا رہے ہیں۔

تفسیر: (اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے) شرک وکفر اور دیگر نافرمانیوں والے (ظلم کی وجہ سے ان کی) فوری (پکڑ کرے تو اس) روئے زمین (پر کسی) حس و (حرکت کرنے والے کو نہ چھوڑے) کیونکہ اول تو دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے دوسرے انبیاء کے علاوہ چھوٹی موٹی خطا سے کوئی خالی نہیں۔ جب خطا کار و بدکار فوراً ہلاک کر دئے جائیں تو صرف معصوم انبیاء کو زمین پر بھیجنے کی ضرورت نہ رہی بلکہ وہ تو فرشتوں میں رہیں۔ (اور) جب زمین پر انسان نہ رہیں تو جانور جو انسانوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ان کا رکھنا بھی بے فائدہ ہوگا۔ غرض اس طرح دنیا چند لمحوں میں ختم ہو کر رہ جائے۔

(لیکن اللہ) اپنے حلم وحکمت سے ایسا نہیں کرتا بلکہ لوگوں کو توبہ واصلاح کا موقع دیتا ہے اور مقرر وقت تک (ان کو ڈھیل دیتا ہے۔ پھر جب ان کا وہ مقرر وقت آ جائے گا تو اس سے ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں گے اور نہ آگے ہوں گے اور) خدا کی گرفت میں آ کر دنیا و آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اس امر واقعہ کے باوجود (یہ) کفار مکہ (اللہ کے لئے وہ چیزیں بناتے ہیں جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے) مثلاً بیٹیاں اور اپنی حکومت میں دوسرے کی شرکت اور استہزاء وغیرہ (اور) پھر بھی (ان کی زبانیں یہ جھوٹ) کا دعوی (ذکر کرتی ہیں کہ ان کے لئے) دنیا میں بھی (بھلائی ہے) اور اگر آخرت ہوئی تو وہاں بھی بھلائی اور نیک انجامی ہوگی۔ ان کے لئے بھلائی کیوں ہونے لگی بلکہ (لازمی بات) تو یہ (ہے کہ ان کے لئے) آخرت میں دوزخ کی (آگ ہوگی اور یہ) روز بروز اسی کی طرف (بڑھائے جا رہے ہیں)۔

ربط: کفار مکہ کی گستاخیوں اور بے ہودہ دعووں کے ذکر کے بعد رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کی حرکتوں سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ

تَاللّٰهِ

لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ: قسم اللہ کی بے شک بھیجے ہم نے (رسول) امتوں کی طرف تجھ سے پہلے تو مزین کئے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور وہی ان (کفار مکہ) کا ساتھی ہے آج اور ان کے لئے ہے عذاب درد ناک۔ اور نہیں اتاری ہم نے تجھ پر کتاب مگر اس لئے کہ تو بیان کرے ان کے لئے وہ چیزیں جھگڑا کرتے ہیں یہ جس میں، اور ہدایت و رحمت ہو ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

تفسیر: (اللہ کی قسم) ان کی یہ حرکتیں نئی نہیں بلکہ یہ تاریخ پرانی ہے (آپ سے پہلے) کی (امتوں میں) بھی (ہم نے رسول بھیجے سو شیطان نے ان) لوگوں (کے) ایسے ہی (اعمال) اور ایسی ہی حرکتوں (کو ان کی نظروں میں مزین کر دیا) تو وہ ان پر جمے رہے یہاں تک کہ ان کو ہمارے عذاب نے آ لیا (اور وہی) شیطان (آج ان) کفار مکہ (کا ساتھی) بنا ہوا (ہے اور) اس کے پیچھے لگنے کی وجہ سے (ان) کفار مکہ (کے لئے) بھی (دردناک عذاب ہوگا۔ اور ہم نے آپ پر) یہ (کتاب) اس لئے نہیں اتاری کہ سب کو ہدایت پر لانا آپ کے ذمہ ہو اور پھر ان کے ہدایت پر نہ آنے سے آپ غمگین ہوں بلکہ

(صرف) دو باتوں کیلئے اتاری ہے ایک (اس لئے اتاری ہے کہ) دین کی (جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں آپ) عام (لوگوں) پر ان کی حقیقت (کو کھول کر بیان کر دیں اور) دوسرے اس لئے اتاری ہے کہ (یہ ایمان رکھنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہو) کیونکہ اس سے نفع بس وہی اٹھائیں گے۔

ربط: اوپر یہ بتایا کہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے کہ ان کو علم سکھاتا ہے اور ان کے دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ اس کی مناسبت سے ایک مرتبہ پھر توحید کی دعوت دیتے ہیں اور جیسے قرآن پاک ایک نعمت الٰہیہ ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بہت سی حسی نعمتوں کو یاد دلا کر توحید کی طرف بلاتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾
وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ
بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ
ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا
حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ
اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَ
مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ
رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ
شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ
خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ
لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَاللّٰهُ
فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا

بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ
اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۷۱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّ
رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ
هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝۷۲ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ
لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝۷۳

ترجمہ: اور اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر اس نے زندہ کیا اس (پانی) سے زمین کو اس کی موت کے بعد۔ بلاشبہ اس میں نشانی ہے لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔ اور بلاشبہ تمہارے لئے چوپایوں میں غور کا مقام ہے۔ ہم پلاتے ہیں تم کو اس چیز سے جو ان کے پیٹوں میں ہے گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ خالص (اور) آسانی سے حلق میں اترنے والا پینے والوں کے۔ اور پھلوں سے کھجور کے اور انگور کے تم بناتے ہو اس سے نشہ اور روزی عمدہ۔ بلاشبہ اس میں نشانی ہے لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں۔ اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنا پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور ان میں جو وہ عمارت بناتے ہیں۔ پھر کھا ہر طرح کے پھلوں سے پھر چل راہوں میں اپنے رب کی صاف۔ نکلتا ہے ان کے پیٹوں سے مشروب مختلف ہیں جس کے رنگ اس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ بلاشبہ اس میں نشانی ہے لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ اور اللہ نے پیدا کیا تم کو پھر وہ وفات دیتا ہے تم کو اور تم میں سے کوئی لوٹایا جاتا ہے نکمی ترین عمر کو تاکہ نہ جانے علم کے بعد کچھ بھی۔ بلاشبہ اللہ علم والا قدرت والا ہے۔ اور اللہ نے فضیلت دی تمہارے بعض کو بعض پر روزی میں۔ تو نہیں ہیں جو فضیلت دیے گئے لوٹانے والے اپنی روزی کو ان پر جن کے مالک ہوئے ان کے داہنے ہاتھ تو وہ ہوں اس (روزی) میں برابر۔ کیا پھر اللہ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں۔ اور اللہ نے بنائیں تمہارے لئے تمہاری ہی جانوں سے بیویاں اور بنائے تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے اور رزق دیا تم کو پاکیزہ چیزوں سے۔ کیا پھر باطل پر وہ ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں۔ اور عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا ان کی جو اختیار نہیں رکھتے ان کے لئے رزق کا آسمانوں اور زمین سے کچھ بھی اور نہ قدرت رکھتے ہیں۔

تفسیر: (اور) اے وہ لوگو جو عبادت میں اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو شریک کرتے ہو ذرا ان دنیوی نعمتوں پر تو نظر ڈالو جو صرف اللہ ہی تمہیں دیتے ہیں کسی اور کو ان کے دینے میں کچھ دخل نہیں ہے۔ پھر سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے غور وفکر کرو کہ علم وقدرت کے سارے خزانے تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں پھر غیر اللہ کی عبادت کیوں کی جائے۔

پہلی نعمت

(اللہ تعالیٰ نے آسمان سے) مینہ برسایا اور (پانی اتارا پھر اس) بارش کے پانی (سے زمین کو اس کے خشک اور (مردہ ہو جانے کے بعد زندہ) اور سرسبز (کیا۔ اس بات میں ان لوگوں کے لئے) بڑی (نشانی ہے جو) قرآن کی باتوں کو توجہ اور انصاف سے (سنتے ہیں) پھر سمجھ سے کام لے کر غور وفکر کرتے ہیں۔

دوسری نعمت

(اور بلاشبہ چوپایوں) جیسے گائے بھینس اور بکری اونٹنی وغیرہ (میں تمہارے لئے غور کا مقام ہے) کہ یہ جانور جو گھاس اور چارہ کھاتے ہیں وہ پیٹ میں پہنچتا ہے تو اس کے غذائی اجزاء جذب ہو کر خون میں شامل ہو جاتے ہیں جب کہ فضلہ گوبر اور لید کی شکل میں باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ اور خون تھنوں کی طرف جاتا ہے تو اس کے غدود خون میں سے ضرورت کے اجزاء اخذ کر کے دودھ بناتے ہیں اور یہ سارا نظام ہمارا ہی بنایا ہوا ہے۔ اس طرح سے (ہم ان کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر تم کو پلاتے ہیں جو) خوشگوار ہونے کی وجہ سے (پینے والوں کے حلق سے سہولت سے اترنے والا ہے)۔

تیسری نعمت

(اور کھجور اور انگوروں کے پھلوں) کی بھی ہماری بڑی نعمت ہے کہ ان (سے تم لوگ نشہ) کی چیز یعنی شراب (اور عمدہ رزق) کی کھانے پینے کی چیزیں (بناتے ہو) جیسے چھوہارے، کشمش اور شربت اور سرکہ وغیرہ (بلاشبہ اس) نعمت (میں) بھی (سمجھنے) اور غور وفکر کرنے (والوں کے لئے) بڑی (نشانی ہے)۔

چوتھی نعمت

(اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا) یعنی اس کی فطرت میں ودیعت کیا (کہ تو پہاڑوں میں، درختوں میں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں اپنے گھر) یعنی چھتے (بنا۔ پھر) اپنی خواہش اور مزاج کے مناسب (ہر قسم کے پھلوں) اور میووں (سے کھا) اور اپنی غذا حاصل کر (پھر) کھا پی کے اپنے چھتوں کی طرف (اپنے رب کے کھلے صاف رستوں میں واپس چل۔ ان) شہد کی مکھیوں (کے پیٹوں

سے) شہد جیسا (مشروب نکلتا ہے جس کے مختلف رنگ) مثلاً سفید، سرخ، زرد وغیرہ (ہوتے ہیں) اور (اس میں لوگوں کے لئے) بہت سی بیماریوں سے (شفا ہے۔ بلاشبہ اس) پورے نظام (میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے) بڑی (نشانی ہے)۔

ان نعمتوں کو ذکر کرنے کے بعد آگے توحید کی کچھ اور نشانیوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

پہلی نشانی

تم اپنے حالات پر غور کرو تو ان میں بھی توحید کی بڑی نشانی ہے (اور) وہ یہ کہ تم کچھ نہ تھے (اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر تم) میں سے بعض (کو) اول عمر میں (وفات دیتا ہے) اور دی ہوئی زندگی واپس لے لیتا ہے اور تم کچھ نہیں کر سکتے (اور تم میں سے بعض کو) موت سے پہلے اللہ کے حکم سے (انتہائی نکمی عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے کہ) نہ ہوش وحواس ٹھکانے رہے اور نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی اور بہت کچھ (علم حاصل ہونے کے بعد) ایسا ہو گیا کہ (کچھ نہ جانے) ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ) ہی (علم وقدرت) کے خزانوں (والے ہیں)۔ جب اور جس قدر چاہتے ہیں کسی کو دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں واپس لے لیتے ہیں۔

دوسری نشانی

اللہ کی دی ہوئی روزی سب کے لئے برابر نہیں ہے بلکہ استعداد (اور) احوال کے فرق کی وجہ سے (اللہ نے) اپنی حکمت سے (تم میں سے بعض کو روزی میں دوسرے بعض پر فضیلت دی) اور اس کو مالدار اور صاحب اقتدار بنایا جس کے ماتحت غلام اور نوکر چاکر ہیں جن کو اسی کے ذریعہ سے روزی پہنچتی ہے۔ اور بعض کو غلام بنایا جو خود ایک پیسہ کا اختیار نہیں رکھتے اور ہر وقت مالک کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ (تو جو لوگ) مال میں (فضیلت دیئے گئے وہ) یہ کبھی گوارا (نہیں کریں گے کہ وہ اپنا مال اپنے غلاموں کو) اس طرح سے (دے دیں کہ پھر وہ) مالک اور غلام دونوں اس مال میں (برابر) کے شریک (ہو جائیں)۔ اور جب ایک جنس اور ایک نوع کے انسانوں میں مالک اور مملوک میں شرکت اور برابری نہیں ہو سکتی تو پھر مالک حقیقی یعنی خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق ومملوک یعنی بت وغیرہ معبودیت میں کیسے ایک دوسرے کے شریک اور برابر ہو سکتے ہیں۔ یہ مضمون سننے کے باوجود یہ شرک کرنے والے بت پرستی کر کے یہی تاثر دیتے ہیں کہ مالداری اور دوسروں پر فوقیت کی نعمت ان کو بتوں کے دینے سے ملی ہے حالانکہ یہ تو محض اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے (تو کیا) اپنی روش سے (وہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں)۔

تیسری نشانی

یہ خود تمہارا وجود ہے (اور) تمہاری شخصی اور نوعی بقاء ہے کہ (اللہ نے) تمہیں پیدا کیا (پھر تمہاری

ہی جانوں سے) یعنی تمہاری جنس اور تمہاری نوع سے (تمہارے لئے بیویاں بنائیں اور پھر ان بیویوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے) جس سے تمہاری جنس کی بقاء ہے (اور تم کو اچھی اچھی چیزیں) کھانے پینے کو (دیں) جن سے تمہارے شخص کی بقاء ہے۔ ان سب نعمتوں اور نشانیوں کی طرف متوجہ کئے جانے کے باوجود (کیا پھر بھی یہ باطل) اور جھوٹی (باتیں مانتے ہیں) مثلاً یہ کہ بتوں نے بیماری سے شفا دی یا بیٹا دیا یا روزی دی (اور) جو سچ مچ دینے والا ہے یعنی (خدا تعالیٰ) اس (کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اور اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے لئے آسمانوں اور زمین سے رزق کا اختیار نہیں رکھتے) نہ آسمان سے بارش برسانے کا اختیار نہ زمین سے غلہ اگانے کا اختیار (اور نہ قدرت رکھتے ہیں) تو پھر قادر مطلق کی معبودیت میں شریک کس طرح سے بن گئے۔

ربط: اوپر جب توحید کا حق ہونا اور شرک کا باطل ہونا ثابت ہوا تو اب اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ ان کی جناب میں شرک پر مبنی غلط مثالیں مت بیان کرو۔ پھر خود اپنے بارے میں دو مثالیں دیتے ہیں جن سے توحید کی حقانیت اور شرک کا بودا پن ظاہر ہو۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى
شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا
وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾
وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى
شَیْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ
هَلْ يَسْتَوِیْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ
السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾

ترجمہ: سومت بیان کرو مثالیں اللہ کے لئے۔ بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ بیان کی اللہ نے مثال ایک غلام مملوک کی (جو) نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر بھی اور اس شخص کی جس کو دیا ہم نے رزق عمدہ تو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپا کر اور اعلانیہ۔ کیا یہ برابر ہوتے ہیں۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ اور بیان کی اللہ نے مثال دو مردوں کی۔ ان میں سے ایک گونگا ہے نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر اور وہ بوجھ ہے اپنے مالک پر۔ جس طرف (مالک) بھیجتا ہے اس کو نہیں لاتا بھلائی کو۔ کیا برابر ہے یہ اور وہ شخص جو تلقین کرتا ہے انصاف کی اور وہ ہو سیدھے راستے پر۔ اور اللہ کے لئے ہیں چھپی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی۔ اور نہیں ہے معاملہ قیامت کا مگر جیسے پلک جھپکنے کے یا وہ قریب تر ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: مشرک کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مثال دنیا کے بادشاہوں کی سی ہے۔ دنیا کے بادشاہ اپنے ماتحت حکام کو اپنی مرضی اور اپنے ارادے سے اختیارات تفویض کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ حکام اپنے اختیارات کے استعمال میں آزاد ہوتے ہیں۔ ان کے کسی فیصلہ کے وقت بادشاہ کو اس کا علم ہونا اور بادشاہ کا خود اس خاص فیصلہ کا ارادہ کرنا کچھ ضروری نہیں ہوتا۔ ایسے ہی جن کو ہم خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کو پوجتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیارات ملے ہوئے ہیں کہ وہ اپنی صوابدید پر جو چاہیں کریں اور اللہ تعالیٰ کے علم وارادہ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اوپر شرک کا ابطال کرنے کے بعد اہل شرک کو تنبیہ کرتے ہیں کہ (تم اللہ تعالیٰ کے لئے) شرک پر مبنی ایسی (مثالیں مت بیان کرو) کیونکہ یہ واقعہ کے خلاف ہیں اور (بلا شبہ اللہ تعالیٰ) تو ہر ایک کام کو خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو (جانتا ہے اور) اسی کے ارادہ سے وہ ہوتا ہے اور اللہ اپنے اختیارات کسی کو بھی نہیں دیتا لیکن (تم) اپنی گمراہی کی وجہ سے (نہیں جانتے) کہ خدا کیلئے صحیح مثال کیسے بیان کی جائے۔ اگر صحیح مثال چاہو تو اللہ تعالیٰ نے آگے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں انہیں غور سے سنو اور تمثیل کی غرض کو سمجھو۔

(اللہ نے ایک مثال یہ بیان فرمائی کہ ایک شخص) وہ ہے جو دوسرے کا (مملوک غلام ہے اور کسی چیز پر کچھ قدرت) واختیار (نہیں رکھتا) ہر کام میں مالک کی اجازت کا محتاج ہے (اور دوسرا وہ شخص ہے) جو آزاد و با اختیار ہے اور (جس کو ہم نے) اپنے فضل سے بہت کچھ قدرت اور وافر (عمدہ رزق عطا کیا ہے جس میں سے وہ) دن رات (چھپا کر) بھی (اور اعلانیہ) بھی بہت کچھ نیک کاموں میں (خرچ کرتا ہے) کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ (کیا یہ دونوں شخص برابر ہوتے ہیں) اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حقیقی مالک ہے اور (سب تعریفیں) اور خزانے (اللہ ہی کے لئے ہیں) جس کو جو چاہے دے کوئی

روک ٹوک کرنے والا نہیں ہے وہ ذرہ ذرہ پر کلی اختیار اور کامل قبضہ رکھتا ہے۔ تو کیا ایک پتھر کا بت اس کے برابر کا ہو سکتا ہے جو کسی چیز کا مالک نہیں بلکہ خود دوسروں کی ملکیت ہے۔ جب بت بالکل تہی دست اور بے اختیار ہیں تو وہ معبود نہیں بن سکتے مگر پھر بھی مشرک لوگ ان کی عبادت نہیں چھوڑتے (بلکہ ان میں سے اکثر) تو غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے یہ بات (جانتے ہی نہیں)۔

(اور اللہ نے) دوسری (مثال) یہ (بیان فرمائی کہ) فرض کرو (دو مرد ہیں جن میں ایک) تو غلام ہونے کے علاوہ (گونگا) بہرا (ہے کہ) نہ اپنی کہہ سکے اور نہ دوسرے کی سن سکے اور بے عقل اور اپاہج بھی ہے (کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا) جس کی وجہ سے وہ اپنے مالک پر مکمل بوجھ ہے اور اس کے کسی کام کا نہیں۔ (مالک اسے جس طرف کو بھیجے) یا متوجہ کرے (کچھ بھلائی نہ لائے کیا یہ) ناکارہ (اور وہ برابر ہے جو) خود (سیدھی راہ پر قائم ہے اور) دوسروں کو اعتدال و (انصاف کی تلقین کرتا ہے اور) جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے تو ایک خود تراشیدہ پتھر کی مورتی جو مالک کو کچھ فائدہ پہنچانا تو کجا خود اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکتی وہ خدا کے برابر کیسے ہو سکتی ہے جو عظیم الشان صفات کا مالک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ان صفات میں سے دو صفات یعنی علم اور قدرت کا حال سن لو۔ اللہ کے علم کا حال یہ ہے کہ (جو کچھ آسمانوں اور زمین کا بھید ہے اللہ) کو اس (کا) علم (ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کائنات کی کوئی بات بھی چھپی ہوئی نہیں ہے وہ اس بات کا بھید بھی جانتا ہے کہ ساری مخلوق ایک جیسی کیوں نہیں اور پھر ہر ایک کی پوشیدہ استعداد اور مخفی حالت کو بھی جانتا ہے (اور) اس کی قدرت کا حال یہ ہے کہ (قیامت کا معاملہ) جو بہت ہی بڑا معاملہ ہے اس کا وقوع اللہ کی قدرت کے سامنے (پلک جھپکنے کی طرح ہے یا وہ اس سے قریب تر ہے) کیونکہ (بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

ربط: مشرکوں کو یہ ہدایت کرنے کے بعد کہ تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں غلط مثالیں نہ بناؤ آگے سابقہ مضمون کی طرف لوٹتے ہیں اور توحید کی مزید کچھ نشانیاں ذکر کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ
السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ

لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ
وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ
اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا
وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ
تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

ترجمہ: اور اللہ نے نکالا تم کو پیٹوں سے تمہاری ماؤں کے کہ نہ جانتے تھے تم کچھ بھی اور بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل تا کہ تم شکر کرو۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے پرندوں کو پابند کئے ہوئے آسمان کی فضا میں۔ نہیں تھامتا ان کو مگر اللہ۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور اللہ نے بنائی تمہارے لئے تمہارے گھروں سے رہنے کی جگہ اور بنائے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں سے خیمے تم ہلکا پاتے ہو جن کو اپنے سفر کے دن اور اپنی اقامت کے دن اور ان کی اون سے اور ان کے روئیں سے اور ان کے بالوں سے (بنائے) سامان اور فائدہ کی چیزیں ایک وقت تک۔ اور اللہ نے بنائے تمہارے لئے ان چیزوں سے جو (اللہ نے) پیدا کیں سائے اور بنائیں تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں اور بنائے تمہارے لئے کرتے جو بچاتے ہیں تم کو گرمی سے اور کرتے جو بچاتے ہیں تم کو تمہاری جنگ سے۔ اسی طرح (اللہ) پوری کرتا ہے اپنی نعمت کو تم پر تا کہ تم تابعداری کرو۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو محض تجھ پر ہے پہنچا دینا کھلا۔ یہ پہچانتے ہیں اللہ کی نعمت کو پھر انکار کرتے ہیں اس کا اور ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔

چوتھی نشانی

تفسیر: (اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے) اس حال میں (نکالا) اور پیدا کیا

(کہ تم کچھ نہ جانتے تھے) (اور) نہ سمجھتے تھے لیکن ساتھ ہی اللہ نے (تمہارے لئے) علم کے ذرائع یعنی (کان اور آنکھیں اور) سمجھنے والے (دل بنائے) جو بذات خود بھی بڑی نعمتیں ہیں اور لاکھوں نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے وسائل ہیں۔ پھر جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی علمی اور عملی قوتیں بتدریج بڑھتی جاتی ہیں (تاکہ تم) ان نعمتوں پر (شکر گزاری کرو) جو یہ ہے کہ تم ان قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرو اور حق کو پہچاننے میں سمجھ بوجھ سے کام لو۔

پانچویں نشانی

(کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں) اڑنے میں اللہ کے قوانین قدرت کے (پابند ہیں) اور اللہ نے ان کے پر اور بازو اور دم وغیرہ کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ آسانی سے فضا میں اڑتے رہتے ہیں نہ ان کے جسم کا بوجھ ان کو زمین پر گراتا ہے اور نہ زمین کی کشش انہیں کھینچ کر اڑنے سے روکتی ہے۔ غرض (اللہ کے سوا کوئی نہیں جو ان کو) گرنے سے (تھامے رکھے۔ بلاشبہ اس میں ایمان والوں کے لئے) اللہ تعالیٰ کی حکمت، قدرت اور ربوبیت کی بہت سی (نشانیاں ہیں)۔

چھٹی نشانی

(اور اللہ نے تمہارے لئے) اینٹ، پتھر اور لکڑی کے پختہ (مکانوں میں رہنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں سے خیمے بنائے جن کو تم اپنے سفر کے دن اور اپنی اقامت کے دن) یعنی اپنے سفر و حضر میں اٹھانے، منتقل کرنے اور نصب کرنے میں (ہلکا پاتے ہو اور ان) چوپایوں میں سے بھیڑوں (کی اون سے اور ان) میں سے اونٹوں (کے روئیں سے اور ان) میں سے بکری (کے بالوں سے بہت سے سامان اور ایک مدت) دراز (تک) کام دینے کے لئے (فائدے کی) بہت سی (چیزیں بنائیں)۔

ساتویں نشانی

(اور ان چیزوں سے جو اللہ نے پیدا کیں) مثلاً بادل، درخت، مکان اور پہاڑ وغیرہ (اللہ نے تمہارے) فائدے کے (لئے سائے بنائے) جن سے مخلوق آرام پاتی ہے (اور تمہارے لئے پہاڑوں میں) بارش، دھوپ اور دشمن سے (چھپنے کی جگہیں بنائیں) اور تمہارے لئے کپاس پیدا کی اور تمہیں سینے پرونے کا فن عطا کیا اور اس کے اسباب مہیا کئے (اور) اس طرح سے اللہ نے (تمہارے لئے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی) اور سردی (سے بچاتے ہیں اور) اسی طرح تمہارے لئے لوہے کے (کرتے) یعنی زرہیں بنائیں (جو تمہاری جنگ سے تمہارا بچاؤ کرتے ہیں (اسی طرح سے اللہ تعالیٰ) تمہاری ہر قسم کی

ضروریات کا انتظام کر کے (تم پر اپنی نعمت کو پورا کرتے ہیں تاکہ تم) اللہ کا احسان مان کر اس کی مکمل (فرمانبرداری کرو)۔

اتنے احسانات اور اتنی نشانیوں کو سن کر (پھر) بھی (اگر یہ لوگ) اللہ کی فرمانبرداری سے (منہ موڑیں تو) اے رسول آپ غم نہ کیجئے کیونکہ (آپ کی ذمہ داری تو صرف کھلا پہنچا دینا ہے)۔ آگے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے کیونکہ ان کا منہ موڑنا اس وجہ سے نہیں کہ آپ ان کو سمجھا نہیں سکے بلکہ (یہ) لوگ آپ کی بات کو خوب سمجھتے ہیں اور (اللہ کی نعمت کو) خوب (پہچانتے ہیں مگر) ان میں سرکشی اتنی ہے کہ جب شکر گزاری اور اطاعت کا مرحلہ آتا ہے تو ایسے بن جاتے ہیں گویا (ان نعمتوں کو مانتے ہی نہیں اور ان میں زیادہ تر) احسان فراموش اور (ناشکرے ہی ہیں)۔

ربط: اوپر مشرکوں کے سامنے احسانات اور بہت سی نشانیاں ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرمایا تھا کہ ان لوگوں میں سے اکثر احسان فراموش اور سرکش ہیں۔ آگے بتاتے ہیں کہ ایسوں کے لئے قیامت کے دن عذاب ہوگا اور قیامت کے دن کی کچھ تفصیل یہ ہے۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا
يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ
ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾
وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا
الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ
لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ
مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾
وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ
وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾ ع

ترجمہ: اور جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت میں سے گواہ پھر نہیں دی جائے گی اجازت ان کو جنہوں نے کفر کیا اور نہ وہ مطالبہ کئے جائیں گے۔ اور جب دیکھیں گے جنہوں نے ظلم کیا عذاب کو تو نہیں ہلکا کیا جائے گا (عذاب) ان سے اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔ اور جب دیکھیں گے جنہوں نے شرک کیا اپنے شریکوں کو کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم پکارتے تھے تیرے سوا۔ سو وہ ڈالیں گے ان کی طرف (یہ) بات کہ تم جھوٹے ہو۔ اور ڈالیں گے اللہ کی طرف اس دن اطاعت کو اور گم ہو جائیں گی ان سے جو وہ افتراء کرتے تھے۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کے رستے سے بڑھائیں گے ہم ان کو عذاب میں اوپر عذاب کے بمقابلہ اس کے جو وہ فساد کرتے تھے۔ اور جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت میں ایک گواہ ان پر ان ہی میں سے اور لائیں گے ہم تجھ کو گواہ ان لوگوں پر۔ اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب اس حال میں کہ وہ کھلا بیان ہے ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔

تفسیر: (اور) قیامت کا دن وہ دن ہے (جس دن) میں (ہم ہر امت میں سے) اس کے پیغمبر کو بطور (گواہ کھڑا کریں گے) جو اپنی امت کے جن لوگوں سے ان کو واسطہ پڑا تھا ان کے نیک اور بد کے بارے میں گواہی دیں گے کہ کس نے حق کے پیغام اور پیغمبر کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا۔ (پھر کافروں کو) کچھ عذر و معذرت کرنے کی (اجازت نہ دی جائے گی اور نہ ان سے مطالبہ کیا جائے گا) کہ تم توبہ یا کوئی اور عمل کر کے اب اللہ کو راضی کر لو۔ کیونکہ آخرت دار الجزاء ہے دار العمل نہیں۔

اور یہ وہ دن ہے (جب ظالم) یعنی کافر (لوگ عذاب کو دیکھیں گے) اور اس میں مبتلا کئے جائیں گے (تو نہ تو ان سے عذاب) کی سختی (کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی وہ) عذاب کے تسلسل میں وقفہ اور (مہلت دیئے جائیں گے)۔

اور یہ وہ دن ہے جب شیطان اور بت اور دیگر چیزیں تو کیا مدد کر سکیں گی جو فرشتے اور انبیاء اور اولیاء ہیں (مشرک لوگ) ان میں سے (اپنے) بنائے ہوئے جن (شریکوں کو) خدا کے سوا پکارتے تھے جب وہ ان کو اللہ کے ہاں باعزت مقام میں (دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب آپ کے سوا جن کو ہم) اپنی ضرورتوں میں (پکارتے تھے وہ ہمارے یہی شریک ہیں)۔ غرض یہ ہوگی کہ ان نیک لوگوں سے تعلق کی وجہ سے شاید عذاب سے بچ جائیں (تو جواب میں وہ یہ بات کہیں گے کہ) نہ تو ہم نے تم

سے کبھی کہا کہ ہم سے دعا کرو اور نہ ہی ہم اس کے لائق ہیں کیونکہ خدا نے ہمیں کوئی خدائی اختیارات نہیں دیئے لہٰذا (تم) ہمیں اپنا شریک بنانے میں یقیناً (جھوٹے ہو اور) درحقیقت تم اپنے خیالی معبودوں کو پکارتے رہے ہو۔ اور آخر کار ان مشرک لوگوں کی (اس روز) یہ حالت ہوگی کہ ہر طرف سے مجبور و مایوس ہو کر (اللہ کی اطاعت کرنے کو) یوں (کہیں گے) کہ ہمیں دنیا کی طرف لوٹا دیجئے اب ہم آپ کی اطاعت کریں گے (اور جو کچھ انہوں نے) دنیا میں (گھڑ رکھا تھا وہ) سب (ان سے گم ہو جائے گا)۔

قیامت کے دن (وہ لوگ جنہوں نے) خود بھی (کفر کیا اور) دوسروں کو بھی (اللہ کی راہ سے روکا ان کو ہم عذاب پر عذاب میں بڑھائیں گے) یعنی ان کو دو گنا عذاب دیں گے (بعوض اس کے جو وہ) دوگنا (فساد کرتے تھے) ایک تو خود کفر کرنے کا اور دوسرے دوسروں کو راہ حق سے روکنے کا۔

(اور جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا کہ قیامت کا دن وہ دن ہے (جس دن میں ہم ہر امت میں انہیں میں سے ایک گواہ) خود (اس امت کے) منکروں کے (خلاف کھڑا کریں گے اور ہم آپ کو ان) کفار عرب (کے خلاف لائیں گے اور) حجت پوری کر کے ان کو جہنم میں ڈالیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر اتمام حجت کے لئے (ہم نے) دنیا میں (آپ پر کتاب اتاری جو) فلاح دارین سے متعلق ہر ضروری چیز کا (کھلا بیان ہے اور ہدایت اور رحمت ہے اور) آپ نے اس کو مزید کھول کر سمجھا بھی دیا ہے اور (فرمانبرداری کرنے والوں کے لئے خوشخبری) بھی (ہے) لیکن یہ پھر بھی نہیں مانتے تو پھر ان کا وہی انجام ہونا چاہئے جو بیان ہوا۔

ربط: اوپر قرآن کو دین کے ضروری امور کا کھلا بیان کہا۔ اگلی آیت اسی کا ایک نمونہ ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اس آیت میں اکٹھا کر دیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾

ترجمہ: بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل و انصاف کرنے کا اور احسان کرنے کا اور دینے کا قرابت داروں کو اور روکتا ہے بے حیائی سے اور منکر سے اور سرکشی سے۔ (اللہ) سمجھاتا ہے تم کو تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

تفسیر: (بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل وانصاف کرنے کا) جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات اور جذبات سب اعتدال کے اندر رہیں ان میں کچھ افراط وتفریط نہ ہو۔ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کو نہ چھوڑے۔ اس کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہو۔ جو بات اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے (اور) اللہ حکم دیتا ہے (احسان کرنے کا) جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو اور مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے میں اپنے تعلق کو عدل کے فرض و واجب درجہ کی سطح سے کچھ بلند رکھے۔ اپنے اندر مروت پیدا کرے، دوسروں کو معاف کرنے اور دوسروں سے لطف ومہربانی سے پیش آنے کی عادت ڈالے، فرض زکوۃ کی ادائیگی کے بعد نفلی صدقات وخیرات بھی دے اور اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو اس حد تک بڑھائے کہ عبادت کرنے میں اس کی یہ کیفیت ہو جائے کہ اللہ کو خود دیکھ رہا ہے یا کم از کم اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ عدل واحسان کا تعلق آدمی کی اپنی ذات سے بھی ہے (اور) دوسروں سے بھی ہے لیکن پھر دوسروں میں اپنے (رشتہ داروں) کا حق بیگانوں سے کچھ زائد ہے اس لئے اللہ حکم دیتا ہے کہ رشتہ داری کو نظر انداز نہ کیا جائے اور یہ ضرورتمند ہوں تو بیگانوں کے مقابلہ میں ان کو مقدم بھی رکھا جائے اور ان (کو) زیادہ (دینے کا) اہتمام بھی کیا جائے۔ (اور) آدمی کو کمال حاصل کرنے کے لئے جہاں ان ایجابی چیزوں کی ضرورت ہے وہیں سلبی چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا بھی ضروری ہے اس لئے آگے سلبی چیزوں سے بچنے کا حکم دیتے ہیں کہ اللہ (روکتا ہے بے حیائی) کی باتوں (سے) جن کا سرچشمہ خواہشات کی قوت کا غلبہ ہے (اور) روکتا ہے (منکر سے) یعنی اس برائی سے جو غضب کی قوت کے غلبہ سے صادر ہوتی ہے (اور) اللہ روکتا ہے (سرکشی سے) کہ آدمی انسانیت کی حدود سے باہر نکل جائے اور دوسرے کی جان و مال وآبرو پر ناحق دست درازی کرے اور ظلم کرے۔ سرکشی کا منبع قوت وہمیہ اور قوت خیالیہ کا غلبہ ہے کہ آدمی اللہ کی قدرت قاہرہ کو اور اپنی بے قدری کو بھلا کر دنیا میں اپنے غلبہ کے اور دوسروں کو زیر کرنے کے بڑے منصوبے بناتا ہے اور اس وہم اور خیال میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ حالات ہمیشہ اسی طرح رہیں گے اور وہ اپنے منصوبے پورے کر لے گا اور اس کو کبھی زوال نہ آئے گا۔ غرض یہ کہ آدمی اپنی ان اندرونی قوتوں کو اپنے قابو میں رکھے اور ان سے مثبت فائدے اٹھائے۔ ان کو بے قابو نہ ہونے دے کہ پھر یہ مذکورہ برائیاں صادر ہوں۔ (اللہ تعالیٰ تمہیں) اس طرح (سمجھاتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو)۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں جن اصولی کاموں کے کرنے کا یا چھوڑنے کا حکم تھا آگے ان کے بعض افراد یعنی ایفائے عہد کی تاکید اور بدعہدی سے ممانعت کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کیونکہ بذات خود اہم ہونے کے علاوہ مسلمان کے عروج وترقی کا ان کے ساتھ گہرا تعلق تھا اور وہ اس طرح سے کہ:

(1) اسلام کو قبول کرنا بھی ایک عہد ہے اور اس پر باقی رہنا ایفائے عہد ہے۔ مسلمان اسلام پر باقی رہیں گے تو آگے مسلمانوں کی تعداد بڑھے گی۔

(2) اسلام قبول کرنے والے نئے لوگوں کو اطمینان ہوگا کہ مسلمان معاشرہ اور مسلمان حکومت ان کے بارے میں اپنے وعدے کو نبھائے گی اور ان کے حقوق کی حفاظت کرے گی تو وہ اسلام پر جمے رہیں گے۔

(3) دشمنوں کو بھی یہ دیکھ کر کہ مسلمان اپنے عہد کے پکے ہوتے ہیں اور بدعہدی نہیں کرتے اسلام کی طرف رغبت ہوگی۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا
الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا
مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ
تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ
لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا
اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا
السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾
وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا
عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾

ترجمہ: اور پورا کرو اللہ کے عہد کو جب تم باہم عہد کرو اور مت توڑو قسموں کو ان کی پختگی کے بعد حالانکہ بنایا ہے تم نے اللہ کو اپنے اوپر ضامن۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور مت ہو مانند اس عورت کے جس نے توڑا اپنے سوت کو (اس کی) مضبوطی کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے کہ بنانے لگو اپنی قسموں کو دخل دینے کا ذریعہ اپنے درمیان (اس وجہ سے) کہ ایک فرقہ بڑھا ہوا ہے دوسرے فرقہ سے۔ محض آزماتا ہے تم کو اللہ اس کے ذریعہ اور کھول دے گا تمہارے لئے قیامت کے دن وہ باتیں تم جن میں اختلاف کرتے تھے۔ اور اگر چاہتا اللہ تو بنا دیتا تم کو ایک امت ولیکن گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور تم ضرور پوچھے جاؤ گے اس کے بارے میں جو تم کرتے تھے۔ اور مت بناؤ اپنی قسموں کو دخل دینے کا ذریعہ اپنے مابین کہ پھسل جائے پاؤں اس کے جماؤ کے بعد اور تم چکھو سزا بمقابلہ اس کے جو روکا تم نے اللہ کی راہ سے اور تمہارے لئے عذاب ہے بڑا۔ اور مت مول لو اللہ کے عہد کے عوض تھوڑی قیمت۔ بے شک جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو۔ جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے۔ اور ہم ضرور بدلے میں دیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا ان کا اجر بعوض اچھے کام کے جو وہ کرتے تھے۔ جس نے عمل کیا نیک مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان والا بھی ہو تو ضرور ہم زندگی دیں گے اس کو پاکیزہ زندگی اور ضرور ہم بدلے میں دیں گے ان کو ان کا اجر بعوض اچھے کام کے جو وہ کرتے تھے۔

تفسیر: جب اللہ کا واجب الاحترام نام لے کر اور حلف کر کے تم عہد کرتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم خدا کو اس معاملہ میں گواہ اور ضامن بناتے ہو۔ اس کے بعد اگر تم بدعہدی کرو تو خدا کے نام کی بے حرمتی کے علاوہ تم خدا کی ضمانت کو بے وقعت کرتے ہو۔ یہ بالکل جائز نہیں لہذا (جب تم آپس میں کوئی (معاہدہ کرو تو اللہ) کے نام (کا) کیا ہوا (عہد پورا کرو اور اپنی قسموں کو ان کے پختہ کرنے کے بعد مت توڑو حالانکہ تم اللہ) کے نام کی قسم کھا کر اللہ (کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو)۔ اور اللہ کو کسی بات

سے بھی غافل مت سمجھو بلکہ قسمیں کھا کر اللہ کو گواہ بنانے اور پھر اس گواہی کا لحاظ کرنے نہ کرنے کے بارے میں (جو کچھ تم کرتے ہو بلاشبہ اللہ) سب کو (جانتا ہے اور) چونکہ معاہدے کچے دھاگے کی طرح نہیں ہوتے کہ جب چاہا کر لیا اور جب چاہا توڑ دیا لہٰذا مکہ مکرمہ کی (اس) دیوانی (عورت کی طرح مت ہو جو اپنے) کاتے ہوئے (سوت کو مضبوط کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ دیتی ہے) کیونکہ یہ سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔ جب چاہے معاہدے کو توڑ کر کیا (تم) اہل جاہلیت کی طرح (اپنی قسموں) اور معاہدوں (کو آپس میں) فریب و دغابازی سے (دخل دینے کا ذریعہ بناتے ہو) اس واسطے (کہ ایک جماعت) طاقت میں (دوسری جماعت سے بڑھی ہوئی ہے) تو جس کو زیادہ طاقتور دیکھا اس سے معاہدہ کر لیا اور دوسروں سے کیے ہوئے معاہدہ کو بلاتردد توڑ دیا۔ اللہ کو یہ روش بالکل پسند نہیں۔ اور قوت و کمزوری میں اقوام کے اختلاف کو (اللہ تعالیٰ) نے اس وجہ سے رکھا ہے کہ (اس کے ذریعہ سے محض تم کو آزماتا ہے) کہ کون اپنے عہد پر ثابت قدم رہتا ہے اور اپنے حلیفوں کی قوت وضعف کی کچھ پروا نہیں کرتا (اور) اس آزمائش کا نتیجہ قیامت کے دن اللہ تمہارے سامنے) کر دے گا اور ایفائے عہد سمیت (جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے ان کو ضرور کھول دے گا)۔

اور آگے جملہ معترضہ کے طور پر اس اختلاف کی حقیقت بتاتے ہیں کہ اگرچہ اللہ کو یہ قدرت بھی تھی کہ اختلاف نہ ہونے دیتا (اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک) عقائد اور اعمال والی (امت بنا دیتا و لیکن) اللہ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ لوگوں کی آزمائش کی خاطر ان میں اختلاف رہے اس لئے (وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور) آزمائش کی تکمیل کی خاطر قیامت کے دن (تم سے ان کاموں کا ضرور سوال ہو گا جو تم) دنیا میں (کرتے تھے)۔

(اور) ہم پھر تمہیں سمجھاتے ہیں کہ (تم اپنی قسموں کو) توڑ کر اور بدعہدی کر کے (آپس میں) دھوکہ سے (دخل دینے کا ذریعہ مت بناؤ کہ کہیں) اس غلط کردار کو دیکھ کر ایمان قبول کرنے والوں کے (قدم جماؤ کے بعد پھسل جائیں) اور وہ شک میں پڑ جائیں کہ نہ جانے اسلام کی راہ صحیح ہے یا غلط ہے اور غیر مسلم تو میں اسلام میں داخل ہونے سے ہی رکنے لگیں۔ (اور) اس طرح سے (اللہ کی راہ سے تمہارے روکنے کے سبب سے تم سزا بھگتو اور تمہارے لئے بڑا عذاب ہے)۔

(اور) جس طرح آپس کے عہد کو نہیں توڑنا اسی طرح (اللہ کے عہد) کو بھی مت توڑو اور عہد شکنی کر کے اس (کے عوض تھوڑی قیمت مت لو) چاہے وہ دنیا بھر کر کیوں نہ ہو کیونکہ فانی ہونے کی وجہ سے وہ تھوڑی ہی ہے۔ اس کے برعکس اللہ کے عہد کی پاسداری کرو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے بہت کچھ دے گا اور (اگر تم جانو تو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بلاشبہ تمہارے لئے بہتر ہے) کیونکہ (جو کچھ تمہارے

پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ) ہمیشہ (باقی رہنے والا ہے) اور کبھی ختم نہ ہوگا۔ (اور جو لوگ) اللہ کے عہد پر ثابت قدم رہتے ہیں اور اس راہ میں آنے والی تمام تکلیفوں پر (صبر کرتے ہیں وہ جو) بھی (اچھے کام کرتے ہیں ہم ان کے عوض ان کو ان کا اجر عطا کریں گے) اور ہمارا تو عام ضابطہ ہی یہ ہے کہ (جو کوئی مرد یا عورت مومن ہوتے ہوئے) واقعی (نیک عمل کرے گا تو ہم) دنیا میں (اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے) کہ حلال روزی ہوگی، قناعت ہوگی، دل کا غنا اور سکون و اطمینان ہوگا، ذکر الٰہی کی لذت ہوگی، محبت الٰہی کا مزہ ہوگا، تعلق مع اللہ کی حلاوت ہوگی اور آخرت کے کامیاب مستقبل کا تصور ہوگا (اور) مزید بریں اس پاکیزہ زندگی میں (جو وہ نیک عمل کرتے رہے ان کے عوض میں ہم ان کو) آخرت میں بھرپور (جزا دیں گے)۔

ربط: اوپر تاکید ہوئی کہ اللہ کے عہد کو نہ توڑا جائے۔ اللہ کا عہد قرآن پاک کی صورت میں بھی موجود ہے۔ آگے اس عہد شکنی سے بچاؤ کی کچھ تدبیریں بتاتے ہیں۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ
هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ
يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ
اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: جب پڑھے تو قرآن کو تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے۔ بے شک نہیں ہے اس کا کچھ زور ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ محض اس کا

زور ہے ان لوگوں پر جو دوست بناتے ہیں اس کو اور جو اس کو شریک مانتے ہیں۔ اور جب بدلتے ہیں ہم ایک آیت (دوسری) آیت کی جگہ اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے (تو) کہتے ہیں محض تو گھڑنے والا ہے بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ تو کہہ دے اتارا ہے اس کو پاک فرشتے نے منجانب تیرے رب کے حق کے ساتھ تا کہ ثابت قدم رکھے ایمان والوں کو اور ہدایت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ کہتے ہیں محض سکھاتا ہے اس کو ایک آدمی۔ زبان اس شخص کی یہ نسبت کرتے ہیں جس کی طرف عجمی ہے اور یہ ہے عربی زبان صاف۔

تفسیر: عہد شکنی سے بچاؤ کی پہلی تدبیر

شیطان کی چونکہ ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ لوگوں سے اللہ کے عہد کو تڑوائے لہٰذا اس سے بچاؤ کی پہلی تدبیر یہ ہے کہ (جب تم قرآن کو پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ حاصل کرو) دل کی گہرائی سے بھی اور ظاہر زبان سے بھی کیونکہ (بلاشبہ جو لوگ) اللہ پر (ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب) کی پناہ (پر بھروسہ کرتے ہیں ان پر شیطان کا کچھ زور نہیں) چلتا۔ (اس کا زور تو محض ان لوگوں پر) چلتا (ہے جو اس کو اپنا دوست بناتے ہیں)، اس کے کہے پر چلتے ہیں (اور اس) کے بہکانے سے دوسری چیزوں (کو) خدا کا (شریک بناتے ہیں) اور اس کی بات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ غرض وہ اس کو اور اس کی باتوں کو ایسی اہمیت دیتے ہیں کہ گویا اس کو خدا کا شریک مانتے ہیں۔

عہد شکنی سے بچاؤ کی دوسری تدبیر

لوگوں کو عہد شکنی پر آمادہ کرنے کے لئے شیطان ان کے دلوں میں مختلف وسوسے ڈالتا ہے اور منکرین ان کو قبول کر کے اہل ایمان کے سامنے رکھتے ہیں تا کہ ان کو حق سے برگشتہ کریں۔ آگے ان وسوسوں کو ذکر کرتے ہیں اور ان کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں تا کہ اہل ایمان کسی تردد میں نہ پڑیں۔

1- ایک وسوسہ یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں کبھی ایک حکم ہوتا ہے لیکن بعد میں اس کو بدل کر دوسرا حکم دے دیا جاتا ہے۔ اگر یہ اللہ کا کلام ہوتا تو یہ تبدیلیوں سے مبرا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ اس وسوسہ کا جواب دیتے ہیں کہ قرآن تو پورا ہمارا کلام ہے اور اس میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ ہم ہی کرتے ہیں لیکن پھر اس تبدیلی کا یہ سبب نہیں کہ پہلا حکم ناقص تھا (اور) ہم اس کے نقص سے بے خبر تھے بعد میں ہمیں اس کے نقص علم ہوا تو اس کو بدل دیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ (جب ہم ایک

آیت کی جگہ اور آیت بدل کر لاتے ہیں) تو پورا علم رکھتے ہوئے ایسا کرتے ہیں (اور اللہ جو نازل کرتے ہیں اس کو خوب جانتے ہیں) لہٰذا اس میں نقص (تو) ہو ہی نہیں سکتا۔ اور (منکرین) اپنی جس دلیل سے آپ کو یہ (کہتے ہیں کہ تم تو صرف) قرآن کو (گھڑنے والے ہو) وہ بالکل غلط ہے (بلکہ) اصل بات یہ ہے کہ (ان کے اکثر) کیا بلکہ ان کے سب ہی لوگ تبدیلی کے اصل سبب کو (نہیں جانتے) جو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص مدت کے لئے خاص حالات میں بندوں کے کسی مقصد سے ایک حکم دیتے ہیں۔ اس خاص مدت میں جب وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو اب اس حکم کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے وہ حکم تبدیل کر کے نئے حالات میں کسی اور مقصد کی تحصیل کے لئے نیا حکم دے دیتے ہیں۔ غرض حکم کی تبدیلی بندوں کی بتدریج اصلاح کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس سے صرف اللہ تعالیٰ ہی خوب باخبر ہوتے ہیں۔

2- قرآن کو نبی ﷺ کی کاوش قرار دینے کے لئے دوسرا وسوسہ یہ ہے کہ اگر یہ کتاب اللہ کی جانب سے ہوتی تو بیک وقت نازل ہوتی تھوڑی تھوڑی کر کے کیوں نازل ہوتی۔ یہ تو آپ ﷺ بناتے ہیں اور تھوڑا تھوڑا کر کے بناتے ہیں۔

اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ (آپ) ان منکروں سے (فرما دیجئے کہ) تمہاری یہ دلیل بھی کچھ وزن نہیں رکھتی کیونکہ اگر یہ خدائی کلام نہیں میرا اپنا بنایا ہوا ہے تو تم بھی اہل زبان ہو اور فصاحت و بلاغت کے ماہر ہو تم بھی بنا کر لے آؤ۔ لیکن جب تم اس سے عاجز ہو تو اپنا دعویٰ چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی یہ بات مان لو کہ (روح القدس) یعنی پاکیزہ فرشتے جبرئیل علیہ السلام (نے اس کو آپ کے رب کی جانب سے حق کے ساتھ اتارا ہے)۔ اور اللہ نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے اتارا (تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے) کیونکہ موقع موقع سے احکام و آیات کا نزول دیکھ کر ان کے دل قوی اور اعتقاد پختہ ہوتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے ہر حال سے باخبر ہے اور انتہائی حکمت سے ہماری تربیت کرتا ہے (اور مسلمانوں) پر جیسے حالات پیش آئیں ان کے موافق قرآن ان (کے لئے ہدایت) و رہنمائی کرتا (ہے اور) ہر کام پر اس کے مناسب (خوشخبری) سناتا (ہے)۔

3- بعض لوگوں کے دماغوں میں یہ تیسرا وسوسہ ڈالتا ہے کہ آپ ﷺ تو امی تھے لہٰذا بلعام نام کا رومی عیسائی آپ کو یہ باتیں سکھاتا ہے۔

(اور) اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ (ہم جانتے ہیں کہ یہ کہتے ہیں ایک شخص) جس کا نام بلعام ہے اور وہ رومی عیسائی ہے وہ (ان) نبی (کو) یہ قرآن بنا کر (سکھاتا ہے) لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ (جس شخص کی طرف یہ) قرآن بنا کر سکھانے کو (منسوب کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے جب کہ یہ قرآن تو صاف عربی) میں (ہے)۔ اگر یہ منکرین قرآن کے علوم خارقہ کو اور اس کے معجزہ ہونے کی دیگر

وجوہ کو نہیں سمجھتے تو کیا اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایک عجمی شخص عربی زبان میں ایسا معجز کلام کیسے بنا سکتا ہے جس سے خود عرب کے فصحاء و بلغاء عاجز ہو جائیں۔

ربط: عہد شکنی سے بچاؤ کی تدبیروں کے ضمن میں قرآن پاک کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوا۔ اس سے نہ ماننے والوں پر اس کو ماننا لازم ہوا اور ماننے والوں پر ثابت قدمی لازم ہوئی۔ پھر جو اس لازم پر عمل نہیں کرتا آگے ان کی سزا کو ذکر کرتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ إِنَّمَا
يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٠٥﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ
أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ
صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿١٠٧﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ
قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٠٨﴾
لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ
هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ
مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٠﴾ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ
عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١١١﴾

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے اللہ کی آیتوں پر نہیں راہ پر لگاتا ان کو اللہ اور ان کے لئے ہے دردناک عذاب۔ محض گھڑتے ہیں جھوٹ کو وہ لوگ جو نہیں ایمان

لاتے اللہ کی آیتوں پر اور وہی جھوٹے ہیں۔ جو کوئی انکار کرے اللہ کا اپنے ایمان لانے کے بعد مگر وہ جو مجبور کیا جائے اس حال میں کہ اس کا دل مطمئن ہو ایمان پر ولیکن جو کھولے کفر پر (اپنا) سینہ تو ان (جیسے) لوگوں پر غضب ہے اللہ کا اور ان کے لئے عذاب ہے بڑا۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے ترجیح دی حیات دنیوی کو آخرت پر اور یہ کہ اللہ نہیں راہ پر لگاتا کافر لوگوں کو۔ یہی لوگ ہیں کہ مہر کردی اللہ نے اوپر ان کے دلوں کے اور ان کے کانوں کے اور ان کی آنکھوں کے اور یہی ہیں غافل۔ یقیناً یہ آخرت میں یہی خسارہ والے ہیں۔ پھر بلاشبہ تیرا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ہجرت کی اس کے بعد کہ وہ فتنہ میں مبتلا کئے گئے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا بے شک تیرا رب ان باتوں کے بعد بھی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ جس دن آئے گا ہر نفس جھگڑتے ہوئے اپنی طرف سے اور پورا دیا جائے گا ہر نفس جو اس نے کیا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے۔

تفسیر: قرآن کی حقانیت اور اس کے منجانب اللہ ثابت ہونے کے باوجود (جو لوگ اللہ کی آیتوں پر) مشتمل قرآن پر (ایمان نہیں لاتے) اور دل میں ٹھان لیتے ہیں کہ اس پر یقین نہیں کریں گے تو (اللہ) بھی (ان کو) اصل مقصد یعنی جنت تک پہنچنے کی (راہ پر نہیں لگاتا) پھر ان کو جتنا سمجھاؤ کبھی نہیں سمجھتے (اور ان) بداعتقاد (لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور اگرچہ یہ لوگ آپ پر قرآن گھڑنے اور خدا پر جھوٹ باندھنے کا الزام لگاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ (یہی لوگ جو) سارے ثبوت مہیا ہونے کے باوجود بھی (اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے محض یہی) اللہ پر (جھوٹ گھڑتے ہیں) کہ خدا کی باتوں کو جھوٹا کہتے ہیں (اور یہی لوگ جھوٹے ہیں)۔ ایک تو یہ مذکورہ بالا مجرم ہیں جو سینکڑوں دلائل و آیات سن کر بھی ایمان نہ لائیں۔ مگر ان سے بھی بڑھ کر مجرم وہ ہے (جو اللہ) اور اس کی کتاب (پر اپنے ایمان لانے) اور یقین کر لینے (کے بعد) شیطانی وسوسوں سے متاثر ہو کر حق سے (منکر ہو جائے)۔ ایسے شخص کی سزا آگے بیان کی۔ درمیان میں اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ سے ایک ضروری استثناء کر دیا گیا۔

یعنی (سوائے اس کے جو) کلمہ کفر کہنے پر قتل کی دھمکی سے (مجبور کیا گیا جب کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے) اور خوب جما ہوا ہے ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا (لیکن جس شخص نے کفر پر اپنا سینہ کھول دیا) اور دل سے کفر کو قبول کیا (تو ان) جیسے (لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے)۔ مذکورہ دونوں گروہوں کی (یہ) مذکورہ بالا سزا (اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے دنیوی زندگی) کے مال و زر اور آسائش و آرائش (کو آخرت) کی زندگی (پر ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ) ایسے (کافروں کو) حق کے (راستہ پر نہیں ڈالتا) بلکہ (ان لوگوں کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی

آنکھوں پر مہر کر دیتا ہے) جس کی وجہ سے ان کے کانوں سے حق کی آواز متوجہ ہو کر سننے، آنکھوں سے حق کی راہ دیکھنے اور دلوں سے حق بات سمجھنے (اور) سوچنے کی توفیق جاتی رہتی ہے۔ نتیجہ میں (یہ لوگ) حق سے بالکل (غافل) رہتے (ہیں) اور (یقینی بات ہے کہ یہی لوگ آخرت میں خسارہ پانے والے ہوں گے)۔ ان کے برخلاف (وہ لوگ جو فتنہ میں ڈالے گئے) اور جان کے خوف سے کلمہ کفر کہنے پر مجبور ہوئے لیکن وہ دل سے ایمان پر جمے رہے (اور اس کے بعد انہوں نے) موقع پا کر (ہجرت) بھی (کی) اور (پھر جہاد) بھی (کیا اور) پورے (صبر) و استقلال کے ساتھ اسلام (پر قائم رہے اتنے کاموں کے بعد بلاشبہ آپ کا رب) ان پر بڑی مہربانی کرے گا کیونکہ وہ (بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) وہ اپنی بڑی مہربانی کا اظہار اس دن کرے گا (جس دن ہر نفس اپنے بارے میں جھگڑتا ہوا) اور عذر تراشتا ہوا آئے گا (اور ہر نفس کو اس کے کئے کا پورا اجر دیا جائے گا اور لوگ ظلم نہ کئے جائیں گے)۔ یعنی نہ کسی کی نیکی کے ثواب میں کمی کی جائے گی اور نہ کسی کی بدی کی سزا استحقاق سے زیادہ دی جائے گی۔

ربط: اور قرآن کو نہ ماننے والے یہ نہ سوچیں کہ آخرت کا عذاب تو آئندہ کا قصہ ہے معلوم نہیں کہ ہوتا بھی ہے یا نہیں لہذا اس سے کیا اثر لینا کیونکہ تکذیب کرنے والوں پر دنیا میں بھی عذاب نازل ہوتا رہا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا
رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا
اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ
ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: اور بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بستی کی جو تھی با امن اور مطمئن۔ آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق وافر ہر جگہ سے پھر ناشکری کی اس نے اللہ کی نعمتوں کی تو چکھایا اس کو اللہ نے لباس بھوک کا اور خوف کا بسبب اس کے جو وہ کرتے تھے۔ اور آیا ان کے پاس رسول ان ہی میں سے تو جھٹلایا انہوں نے اس کو پھر پکڑا ان کو عذاب نے اور وہ ظالم تھے۔

تفسیر: (اور) انکار و تکذیب کے دنیوی وبال پر متنبہ کرنے کے لئے (اللہ تعالیٰ نے ایک

بستی) والوں (کی مثال بیان فرمائی کہ) ان کی حالت بڑے (امن اور اطمینان والی تھی) کیونکہ نہ باہر سے کسی دشمن کا کھٹکا تھا اور نہ اندر سے کسی طرح کی فکر وتشویش تھی اور (اس) بستی والوں (کا رزق) یعنی کھانے پینے کا سامان (اس بستی میں ہر جگہ سے وافر) مقدار میں (چلا آتا تھا) غرض گھر بیٹھے دنیا بھر کی نعمتیں ملتی تھیں ۔ (پھر) بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان مانتے (اس) بستی والوں (نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی) اس طرح سے (ناقدری کی) کہ کبھی خالص اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان نہیں کیا بلکہ یا تو اللہ تعالیٰ کا سرے سے انکار کر دیا یا اللہ تعالیٰ کے اور شریک ٹھہرا لئے اور اپنی ساری توجہات ان کی طرف کر لیں (تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کے سبب سے ان کو بھوک) یعنی قحط (اور خوف کے لباس) کی طرح احاطہ کرنے والے عذاب کا (مزہ چکھایا) کہ بھوک اور خوف سے ان کو لمحہ بھر کے لئے بھی چھٹکارا نہ ملتا تھا۔ (اور) اس سزا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ جلدی نہیں کی گئی بلکہ پہلے ان کی اصلاح کے لئے (ان کے پاس ان ہی میں سے) اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک (رسول) بھی (آیا) جس کے صدق وامانت کے وہ پوری طرح معترف تھے (تو انہوں نے اس) رسول (کو) بھی (جھٹلایا تب ان کو عذاب) الٰہی نے (آ پکڑا جب کہ وہ ظلم) یعنی کفر وشرک اور تکذیب وعداوت (پر) پوری طرح کمر باندھ چکے (تھے)۔

ربط: آگے مسلمانوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ تم اللہ کی نعمتوں کی ناقدری نہ کرنا اور اللہ سے کئے اپنے عہد پر قائم رہنا جس کی چند شقیں یہ ہیں۔

ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ
الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ
بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ
اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ ﴿۱۱۶﴾
مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا
حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ
بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: سو کھاؤ ان چیزوں سے جو دیں تم کو اللہ نے حلال اور پاکیزہ اور شکر کرو نعمت الٰہی کا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ محض حرام کیا تم پر مردار کو اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور اس کو نام لیا گیا ہو غیر اللہ کا جس پر۔ پھر جو کوئی لاچار ہوا نہ طالب لذت اور نہ حد سے گزرنے والا تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور مت کہو جو دعویٰ کریں تمہاری زبانیں جھوٹ کا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم گھڑو اللہ پر جھوٹ کو۔ بلاشبہ جو لوگ گھڑتے ہیں اللہ پر جھوٹ نہ کامیاب ہوں گے۔ (یہ) فائدہ ہے تھوڑا اور ان کے لئے عذاب ہے درد ناک۔ اور یہودیوں پر حرام کیا ہم نے جو بیان کر چکے ہم تجھ پر پہلے سے اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر ولیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ پھر تیرا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کی برائی نادانی سے پھر توبہ کی اس کے بعد اور اصلاح کی بلاشبہ تیرا رب اس کے بعد بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

پہلی شق: حلال روزی کھاؤ اور اللہ کی عبادت واطاعت کرو

تفسیر: اے ایمان والو (اگر) تمہارا دعویٰ ہے کہ (تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو) پھر ایک تو تم اللہ کی دی ہوئی چیزوں میں سے صرف حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ) حرام چیزیں مت کھاؤ کیونکہ عبادات سمیت کوئی بھی نیک عمل ہو حلال غذا اس کے لئے ایسی ہے جیسے زرعی پیداوار کے لئے عمدہ کھاد۔ کہ اس کی وجہ سے پیداواری صلاحیت بڑھ جاتی ہے اور پھل پھول زیادہ لگتے ہیں۔ اسی طرح حلال غذا کے ہوتے ہوئے ایک تو عبادت اور نیک عمل کی طرف رغبت زیادہ ہوتی ہے جس سے جہاں نیک اعمال زیادہ ہوتے ہیں وہیں ان کے دینی اور دنیوی اثرات بھی زیادہ ہوتے ہیں جب کہ حرام غذا نیک اعمال کے لئے ایسی ہے جیسے زہریلی کھاد کہ اس سے پیداواری صلاحیت جاتی رہتی ہے اور اگر پھل پھول لگیں بھی تو بہت کم۔ اسی طرح حرام غذا کے ہوتے ہوئے نیک اعمال کی طرف رغبت نہیں ہوتی اور اگر کچھ اعمال ہو بھی جائیں تو ان کے دینی و دنیوی اثرات بھی کم ہوتے ہیں (اور) دوسرے یہ کہ (اللہ کی نعمت) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ کو مت بھولو بلکہ اس (کا شکر ادا کرتے رہو) جس میں یہ بھی شامل ہے کہ اللہ پر اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان لاؤ اور اس کے احکام و ہدایات کی

پابندی کرو۔ اور جان لو کہ دیگر حرام چیزوں کے علاوہ اس وقت اللہ نے (محض حرام کیا تم پر مردار کو اور) بہنے والے (خون کو اور خنزیر کے گوشت کو) بلکہ اس کے تمام ہی اجزاء کو (اور جس پر نام لیا گیا ہو غیر اللہ کا خواہ) ذبح کرتے ہوئے یا ذبح کئے جانے سے پہلے ہی غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہو۔ تو ان حرام چیزوں سے بھی لازمی بچنا ہے۔ (پھر جو کوئی) فاقوں کی وجہ سے (لاچار ہو جائے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ) حد ضرورت سے (تجاوز کرنے والا ہو) اور جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت کوئی حرام چیز کھا لے (تو اللہ تعالیٰ) اس کے لئے (بخشنے والا رحم کرنے والا ہے)۔

دوسری شق: اپنی طرف سے حلال یا حرام مت ٹھہراؤ

(اور) کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اس اللہ کا حق ہے جس نے وہ چیز پیدا کی ہے۔ لہٰذا جن چیزوں کے بارے میں (تمہاری زبانیں جو جھوٹا دعویٰ کریں) اور ان کے بارے میں کوئی شرعی دلیل نہ ہو (تو تم) یوں (مت کہا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے تاکہ) اس طرح سے (تم خدا پر جھوٹ گھڑو) کیونکہ کسی چیز کے بارے میں منہ اٹھا کہ کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام ہے بڑی سخت جسارت اور کذب و افتراء ہے اور (بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ) کبھی (کامیاب نہ ہوں گے) کیونکہ اصل کامیابی تو آخرت کی ہے۔ دنیا میں ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ چند روز مزے کرلیں لیکن ظاہر ہے کہ (یہ تھوڑا فائدہ ہے اور) بالآخر (ان کے لئے آخرت کا) دائمی اور (دردناک عذاب ہے۔ اور) یہ بھی جان لو کہ ہم جو کچھ حلال یا حرام ٹھہراتے ہیں تو وہ معقول ضابطہ کے تحت ہوتا ہے البتہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مختلف پیش آنی والی وجوہ سے ہم عارضی طور پر کسی ایسی چیز کو حرام یا حلال قرار دے دیتے ہیں جو ضابطہ میں اس کے برعکس ہو۔ جیسا کہ خاص (یہود پر ہم نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا جن کو ہم پہلے سے) سورہ انعام کی آیت 146 میں (آپ کو بتا چکے ہیں) یعنی ہر کھر والا جانور مثلاً اونٹ، شتر مرغ اور بطخ اور اسی طرح گائے بکری کی چربی جو پشت یا انتڑیوں پر لگی ہو وغیرہ۔ (اور ہم نے) بلاوجہ ان کو حرام کرکے (یہود پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ) اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانیاں کر کے (اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) کہ ان کی پاداش میں یہ حلال چیزیں ان پر حرام کی گئیں۔

لیکن (پھر) بھی آپ کا رب بہت معاف کرے والا ہے اس لئے (جو لوگ اپنی نادانی) اور بے عقلی (سے) حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنے کی (برائی کر بیٹھیں) اگرچہ جان بوجھ کر ہی کہا ہو کیونکہ وہ بھی بے عقل ہی بن کر کرتے ہیں اگر ذرا عقل سے کام لیں (اور) برے نتائج کا تصور کریں تو کبھی برائی نہ کریں۔ غرض یہ لوگ اگر (اس کے بعد پھر توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو بلاشبہ آپ کا رب) توبہ اور اصلاح کی (ان باتوں کے بعد) معاف کردیتا ہے کیونکہ وہ بہت (بخشنے والا رحم کرنے والا ہے)۔

ربط: اس سورت کا بنیادی مضمون مشرکین عرب کو توحید کی دعوت دینا اور ان کی شرکیات کا رد کرنا

تھا۔ اسی سلسلہ میں آخر میں ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ یاد دلاتے ہیں کیونکہ عرب کے لوگ ان کی نسل سے تھے اور ان ہی کے دین پر ہونے کا دعوی رکھتے تھے اور ان کو خالص دین ابراہیمی کو اختیار کرنے کی دعوت فکر دیتے ہیں جس کو رسول اللہ ﷺ نے از سر نو زندہ اور روشن کیا ہے۔

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ
حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبٰهُ وَ
هَدٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ
فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ
إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٣﴾ إِنَّمَا جُعِلَ
السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٢٤﴾

ترجمہ: بے شک ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا اور فرمانبردار اللہ کا یکسو ہو کر اور نہیں تھا مشرکوں میں سے۔ (وہ تھا) شکر گزار اس کی نعمتوں کا۔ (اللہ نے) چنا اس کو اور چلایا اس کو راہ مستقیم کی طرف۔ اور دی ہم نے اس کو دنیا میں خوبی اور وہ آخرت میں اچھے لوگوں میں سے ہے۔ پھر وحی کی ہم نے تیری طرف کہ اتباع کر ابراہیم کے دین کی جو یکسو تھا اور نہیں تھا وہ مشرکوں میں سے۔ محض مقرر کیا گیا ہفتہ کا دن ان لوگوں پر جنہوں نے اختلاف کیا اس میں اور تیرا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن اس بات میں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

تفسیر: اے مشرکو تم (ابراہیم) علیہ السلام کے دین پر ہونے کے دعویدار ہو لیکن یہ تو دیکھو کہ تم کیا ہو اور وہ کیا تھے۔ وہ تو (بلاشبہ) نیکی کی (راہ ڈالنے والے) معلم (تھے) اللہ کے (کامل فرمانبردار تھے) جو ہر طرف سے کٹ کر ایک (خدا کے لئے یکسو) ہو گئے (تھے)۔ یہ ممکن نہ تھا کہ وہ خدا کے حکم کے بغیر کسی چیز کو محض اپنی طرف سے حلال یا حرام ٹھہرا دیں (اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے) اور (اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے)۔ ان کے برعکس تم لوگ اپنی طرف سے چیزوں کو حرام و حلال بھی ٹھہرا لیتے ہو، شرک و بت پرستی بھی کرتے ہو اور اللہ کی طرف تمہارا دھیان بھی نہیں جاتا۔ ابراہیم علیہ السلام کی مذکورہ خوبیوں کی وجہ سے (اللہ نے ان کو چن لیا اور ان کو) توحید کامل اور تسلیم و رضا کی (سیدھی راہ پر چلایا۔

اور) اس کے علاوہ (ہم نے ان کو دنیا میں) بھی (خوبی دی) کہ نبوت، کشادہ روزی، اولاد، وجاہت اور تمام اقوام میں مقبولیت عامہ عطا کی (اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں) کے اعلیٰ طبقہ (میں ہوں گے) جو انبیاء علیہم السلام کا طبقہ ہے۔ (پھر) ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے آئندہ کے لوگوں کے لئے اتباع کی بنیاد بنا دیا۔ اسی لئے (ہم نے آپ کی طرف) بھی یہی (وحی کی کہ ابراہیم) علیہ السلام (کے دین) کے اصول اور برقرار رکھے گئے فروع (کی اتباع کیجئے جو یکسو تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے)۔

اس پر کوئی کہے کہ اسلام میں ہفتہ کے دن کی تعظیم نہیں ہے حالانکہ وہ دین ابراہیمی کے شعائر میں سے ہے کیونکہ یہود بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور اپنے دین کا سلسلہ وہ بھی ان سے ملاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل دین ابراہیمی میں (ہفتہ کے دن کا حکم) نہیں تھا البتہ بعد میں یہود نے اپنے کسی پیغمبر کے ارشاد سے اختلاف کر کے جب اپنے لئے یہ دن منتخب کیا تو (محض) ان (اختلاف کرنے والوں پر) اس دن کا حکم (مقرر کیا گیا) کہ اس کی تعظیم کرو اور اس روز ہر دنیوی مشغولیت سے پرہیز کرو۔ یہ حکم کسی نے مانا کسی نے نہ مانا۔ نہ ماننے والے دنیا میں بندر بنا دیئے گئے اور آخرت میں جو فیصلہ ہوگا وہ الگ رہا۔ (اور) اسی پر کیا منحصر ہے (آپ کا رب تو قیامت کے دن لوگوں کے درمیان ان) تمام (باتوں کے بارے میں فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے)۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں مشرکین عرب کو آگاہ کرنا مقصود تھا کہ یہ پیغمبر اصل ملت ابراہیمی لے کر آئے ہیں اگر کامیابی چاہتے ہو اور حنیف ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چل پڑو۔ آگے خود پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم دیتے ہیں کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح سے لانا چاہئے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ

رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝١٢٥ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ
وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝١٢٦ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا
بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝١٢٧
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝١٢٨

ترجمہ: بلا اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور بھلی نصیحت کے ساتھ اور جھگڑ ان سے اس طریقہ سے جو بہتر ہے بلاشبہ تیرا رب خوب جانتا ہے جو بھٹکا اس کے رستہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔ اور اگر تم بدلہ لو تو بدلہ لو مثل اس کے تکلیف دی گئی تمہیں جس کی۔ اور اگر تم صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔ اور تو صبر کر اور نہیں ہے تیرا صبر کرنا مگر اللہ (کی مدد) سے اور مت غم کر ان پر اور مت ہو تنگی میں اس سے جو یہ مکر کرتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ ساتھ ہے ان لوگوں کے جو پرہیز گار ہیں اور جو نیکو کار ہیں۔

تفسیر: اے پیغمبر (آپ) لوگوں کو (اپنے رب کے راستہ کی طرف) دو طریقوں سے یعنی (حکمت اور بھلی نصیحت کے ساتھ بلائیے)۔ حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ مضامین مضبوط دلائل کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں جن کو سن کر علم و فہم والے اپنی گردن جھکا دیں۔ اور بھلی نصیحت سے مراد وہ نصیحت ہے جو موثر اور رقت انگیز ہو اور اخلاص، ہمدردی اور شفقت سے بھری ہو۔ لیکن دنیا میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جن کا کام ہر چیز میں الجھنا (اور) بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔ یہ لوگ نہ حکمت کی بات قبول کرتے ہیں اور نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ پھر بعض اوقات جو اہل فہم اور طالبان حق ہیں وہ بھی شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بحث مباحثہ کرنے پر اتر آتے ہیں۔ اس لئے آگے فرمایا کہ اگر ایسا موقع پیش آ جائے تو (بہترین طریقہ سے) تہذیب و شائستگی اور انصاف کے ساتھ (بحث کرو) اور اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو۔ دل آزاری اور بداخلاقی سے بچو۔ غرض دعوت و تبلیغ کے کام میں آپ کو خدا کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنا چاہئے۔ اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا اور کس نے نہیں مانا۔ نتیجہ خدا کے سپرد کر دیجئے۔ (بلاشبہ آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا اور وہی خوب واقف ہے ہدایت یافتہ لوگوں سے)۔ پھر جیسا مناسب ہو گا ان سے معاملہ کرے گا۔ پھر دعوت و تبلیغ کی راہ میں (اگر تم) کو تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت (بدلہ لینا چاہو تو) لے سکتے ہو لیکن (اسی قدر بدلہ لو جس قدر تم کو تکلیف پہنچائی گئی اور اگر تم صبر کرو تو) صبر کا مقام بدلہ لینے سے بلند تر ہے اور (وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر ہے)۔ اور مصائب و شدائد پر اے پیغمبر (آپ تو صبر کرتے رہئے اور آپ کا صبر کرنا بھی اللہ ہی کی مدد سے ہو سکتا ہے) لہٰذا صبر کرنے میں اللہ کی مدد بھی طلب کرتے رہئے۔ (اور نہ ماننے والوں پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ مکر) و فریب (کرتے ہیں اس سے تنگ مت ہوں)۔ اور اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے تقویٰ اور نیکی کو اختیار کیجئے کیونکہ (بلاشبہ اللہ متقیوں کے اور ان لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں جو نیکو کار ہیں)۔

سورہ بنی اسرائیل

ربط: پچھلی سورت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متقیوں اور نیکو کاروں کے ساتھ ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں پر اللہ کی خصوصی رحمت و عنایت ہے۔ پھر ان میں جو اعلیٰ درجہ والے ہیں یعنی انبیاء ہیں ان پر تو اللہ تعالیٰ کی عنایتیں اور بھی زیادہ ہوں گی۔ پھر جو سید الانبیاء ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا۔ آگے اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ پر اپنی انتہائی خصوصی عنایت ذکر فرماتے ہیں:

سُوۡرَۃُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مَکِّیَّۃٌ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | اٰیاتُھَا ۱۱۱ - رُکُوۡعَاتُھَا ۱۲

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝

ترجمہ: پاک ذات ہے جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک وہ کہ بابرکت بنایا ہم نے جس کے گرداگرد کو تاکہ ہم دکھائیں اس کو اپنی نشانیوں میں سے۔ بلاشبہ وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔

تفسیر: (پاک ذات ہے) وہ (جو اپنے بندے) محمد ﷺ (کو) ہجرت سے سال سوا سال پہلے (راتوں رات لے گئی) مکہ مکرمہ کی (مسجد حرام سے) بیت المقدس میں (مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد علاقہ کو ہم نے) مادی و روحانی طور پر (بابرکت بنایا ہے)۔ مادی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میووں کی بہتات ہے اور روحانی اعتبار سے اس طرح کہ کتنے ہی انبیاء و رسولوں کا مسکن و مدفن ہے اور ان کے فیوض و انوارات کا سرچشمہ رہا ہے۔ اور اس طرح سے اس سفر پر اس لئے لے گئے (تاکہ ہم ان کو اپنی) قدرت کی (نشانیوں میں سے کچھ) نشانیاں (دکھائیں مثلاً یہ کہ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کے طویل فاصلہ کا آنا جانا ایک رات کے اندر بہت ہی تھوڑی مدت میں ہو گیا۔ نیز گزشتہ انبیاء سے ملاقات ہوئی جن کی بابرکت ارواح اجسام مثالیہ میں حاضر تھیں۔ (بے شک وہی) اللہ بڑا (سننے

والا) بڑا (دیکھنے والا ہے)۔ اس نے آپ کی مناجات کو سنا اور آپ کے تقویٰ و احسان کے بلند حالات کو دیکھا تو آپ کو اس فضیلت کا مستحق سمجھ کر اس سے سرفراز فرمایا۔

فائدہ: حدیث میں تفصیل ہے کہ اسی موقع پر بیت المقدس سے پھر آپ کو آسمانوں پر معراج کرائی گئی۔

ربط: مسجد اقصی فلسطین کے شہر بیت المقدس میں ہے جو تاریخی طور پر بنی اسرائیل کا مرکز رہا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کو بیت المقدس لے جا کر اور واپس مکہ مکرمہ لا کر بنی اسرائیل کو اشارہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جو امانت بیت المقدس میں رکھی تھی وہ اب حضرت محمد ﷺ کو دے دی گئی ہے اور اب اگر تم خیر چاہتے ہو تو ان پیغمبر کی پیروی کرو ورنہ پہلے کی طرح شرارتوں پر سزا ملے گی اور مسجد اقصی کے متولی نہ رہو گے۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى
لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًا ۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ
حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۳ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ
اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ
عُلُوًّا كَبِيْرًا ۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ
اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۵
ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَ
جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۶ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ قف
وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ
وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا
تَتْبِيْرًا ۷ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿٨﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ
هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ
لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿٩﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا
لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٠﴾ ع

ترجمہ: اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور بنایا ہم نے اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے لئے کہ مت ٹھہراؤ میرے سوا کوئی کارساز، اے اولاد ان لوگوں کی جن کو سوار کیا ہم نے نوح کے ساتھ۔ بے شک وہ تھا بندہ شکر گزار۔ اور طے کیا ہم نے بنی اسرائیل کی طرف کتاب میں کہ تم ضرور فساد کرو گے زمین میں دو مرتبہ اور تم ضرور سرکشی کرو گے سرکشی بڑی۔ پھر جب آیا وعدہ پہلا ان دو میں سے مسلط کئے ہم نے تم پر اپنے بندے سخت لڑائی والے پھر وہ گھس گئے بیچ میں گھروں کے۔ اور تھا وعدہ ہونے والا۔ پھر لوٹا دیا ہم نے تمہارے لئے غلبہ ان پر اور امداد کی ہم نے تمہاری اموال سے اور بیٹوں سے اور بنا دیا ہم نے تم کو کثیر نفری والا۔ اگر بھلائی کرتے ہو تم تو بھلائی کرتے ہو تم اپنی جانوں کے لئے اور اگر برائی کرتے ہو تم تو اپنی جانوں کے لئے۔ پھر جب آیا وعدہ دوسرا (مسلط کئے ہم نے اپنے اور بندے) تا کہ بگاڑ دیں تمہارے چہرے اور تا کہ داخل ہوں مسجد میں جیسا کہ داخل ہوئے اس میں پہلی مرتبہ اور تا کہ برباد کریں جس جگہ پر غلبہ پائیں پوری بربادی۔ شاید کہ تمہارا رب رحم کرے تم پر اور اگر وہی کرو گے تم تو وہی کریں گے ہم اور بنایا ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے جیل خانہ۔ بے شک یہ قرآن دکھاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور خوشخبری دیتا ہے ایمان والوں کو جو کرتے ہیں نیک عمل کہ ان کے لئے ہے اجر بڑا اور یہ کہ جو نہیں ایمان رکھتے آخرت پر تیار کیا ہم نے ان کے لئے عذاب دردناک۔

تفسیر: (اور ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (کو کتاب دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے) ذریعہ (ہدایت بنایا) جس میں اور ہدایتوں کے ساتھ یہ ہدایت بھی تھی (کہ) تم خالص توحید پر قائم رہو اور (میرے سوا کسی اور کو) اپنا (کارساز مت قرار دو)۔ ہمیشہ اسی پر بھروسہ اور توکل کرو۔ (اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح) علیہ السلام (کے ساتھ) طوفان سے بچانے کے لئے جہاز میں (سوار کیا) یعنی اے بنی اسرائیل تم ان ہی لوگوں کی اولاد ہو تو اللہ نے جو احسان تمہارے بڑوں پر کیا تم اسے

فراموش مت کرو اور اللہ کے احکام پورے کرو۔ دیکھو نوح علیہ السلام جن کی اولاد میں تم ہو (وہ) تو (بلاشبہ شکر گزار بندے تھے) تم کو بھی ان کی راہ پر چلنا چاہئے۔ لیکن بنی اسرائیل نے ہماری نصیحتوں کو بھلا دیا (اور) کتاب الہٰی پر عمل نہ کیا۔ اس وجہ سے (ہم نے) بنی (اسرائیل کی طرف) تقدیر کی (کتاب) لوح محفوظ (میں طے کر دیا تھا کہ) اے بنی اسرائیل تم اپنی نافرمانی کے سبب (زمین میں دوبار ضرور فساد کرو گے اور ضرور بڑی سرکشی کرو گے) اور اس کی پاداش میں تم کو ہر مرتبہ سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ (پھر جب ان دو میں سے پہلا وعدہ) پورا ہونے کا وقت (آیا تو) 587 قبل مسیح میں (ہم نے) بخت نصر کی سرکردگی میں (اپنے سخت جنگجو بندے تم پر مسلط کر دیئے) جنہوں نے تمہیں شکست دی (پھر وہ) تمہارے شہروں میں (گھروں کے اندر گھس گئے) اور سخت قتل و غارت کی۔ (اور) خدا کا وہ (وعدہ پورا ہونا) ہی (تھا۔ پھر) جب تم نادم و تائب ہوئے تو (ہم نے ان پر تمہارا غلبہ لوٹا دیا اور اموال و زینہ اولاد سے تمہاری مدد کی اور ہم نے تم کو) تعداد اور (نفری میں بہت زیادہ کر دیا) اور ہم کسی کے ساتھ کچھ زیادتی نہیں کرتے بلکہ یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جو تمہارے آگے آتے ہیں لہٰذا (اگر تم بھلائی کرتے ہو تو اپنے لئے کرتے ہو) کہ اس کا نفع اور ثواب تمہیں ملتا ہے (اور اگر تم برائی کرتے ہو تو) وہ بھی (اپنے لئے کرتے ہو) کہ اس کا نقصان اور گناہ تمہارے سر پڑتا ہے۔ (پھر جب) تم نے دوبارہ فساد برپا کیا تو ہمارے عذاب کا (دوسرا وعدہ) بھی (آیا) اور ٹائٹس رومی کی قیادت میں (ہم نے اپنے دوسرے) جنگجو (بندے) تم پر (مسلط کئے تاکہ وہ) تمہیں مار مار کر (تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ وہ مسجد) اقصیٰ (میں داخل ہوں) اور اس کو بے حرمت اور برباد کریں (جیسا کہ) دشمن (اس میں پہلی مرتبہ داخل ہوئے) تھے اور اس کی بے حرمتی کی تھی (اور تاکہ جہاں جہاں وہ غلبہ پائیں سب کچھ تباہ و برباد کر دیں)۔ اس سے بنی اسرائیل کی قوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ اس وقت کے بعد اب تمہارے لئے موقع بنا ہے کہ (شاید تمہارا رب تم پر مہربانی کرے) جس کی صورت یہ ہے کہ تم حضرت محمد ﷺ کے تابع ہو جاؤ جو ملت ابراہیمی کی اسماعیلی شاخ سے تو خود ہیں ہی، اب بیت المقدس بلا کر اس ملت کی اسرائیلی شاخ بھی ان کے حوالے کر دی گئی ہے۔ ان کے تابع اور امتی ہو کر تم دوبارہ سلطنت اور غلبہ حاصل کر لو گے۔ (اور اگر تم) پھر (وہی) شرارت اور فساد (کرو گے تو ہم بھی) تمہارے ساتھ دنیا میں سزا اور عذاب کا (وہی) معاملہ (کریں گے اور) آخرت میں (ہم نے کافروں کے لئے جہنم کو جیلخانہ بنایا ہے) پھر اس میں قید ہو گے۔ (اور بلاشبہ ان ہی رسول کو ہم نے (یہ قرآن) دیا ہے جو ساری دنیا کو (سب سے زیادہ سیدھی) سچی اور مضبوط (راہ دکھاتا ہے) لہٰذا اس کی دکھائی ہوئی راہ پر چلو۔ (اور) پھر (جو لوگ) پورے طور پر اس کی راہ پر چلتے ہیں

یعنی جو دل سے (ایمان رکھتے ہیں اور جو) اعضاء و جوارح سے (نیک عمل کرتے ہیں یہ) قرآن (ان کو خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے اور جو) اس کی راہ پر نہیں چلتے کہ نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ محمد ﷺ کو رسول مانتے ہیں وہ گویا ایمان ہی نہیں رکھتے نہ خدا پر، نہ رسولوں پر اور نہ آخرت پر۔ اور جو خدا، رسالت اور (آخرت) میں سے کسی ایک (پر ایمان نہیں رکھتے تو) ان کے بارے میں قرآن بتاتا ہے کہ (ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے)۔

ربط: اوپر بتایا کہ قرآن لوگوں کو سب سے بڑی بھلائی کی طرف بلاتا ہے، بڑے اجر کی بشارت سناتا ہے اور برائی کے مہلک نتائج سے ڈراتا ہے لیکن کافر کا حال یہ ہے کہ وہ برائی کی طرف لپکتا ہے اور نتائج سے بے پروا ہو کر عذاب کی جلدی مچانے لگتا ہے۔ اس پر فرماتے ہیں کہ جلدی مچانے کا فائدہ نہیں کیونکہ خدا کے یہاں ہر چیز کا خواہ خیر ہو یا شر ہو ایک وقت اور اندازہ مقرر ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو سب حساب ہو جائے گا۔

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهُ بِالْخَيْرِ ؕ
وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ
فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ
فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ
وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ
كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا
يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ
وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمہ: انسان طلب کرتا ہے شر کو مثل اس کے طلب کرنے کے خیر کو اور ہے انسان جلد باز۔ اور بنایا ہم نے رات کو اور دن کو دو نشانیاں۔ تو مٹا دیتے ہیں ہم رات کی نشانی کو اور بنا

دیتے ہیں ہم دن کی نشانی کو روشن تاکہ تم تلاش کرو فضل اپنے رب کا اور تاکہ تم جان لو گنتی سالوں کی اور (جان لو) حساب کو۔ اور ہر چیز کو بیان کیا ہم نے خوب تفصیل سے۔ اور ہر آدمی کے ساتھ لگا دی ہم نے اس کی نحوست اس کی گردن میں۔ اور نکالیں گے ہم اس کے لئے قیامت کے دن ایک کتاب پائے گا اس کو کھلی ہوئی۔ تو پڑھ اپنی کتاب۔ کافی ہے تیرا نفس آج تجھ پر حساب لینے والا۔ جو شخص راہ پر چلتا ہے تو محض راہ پر چلتا ہے اپنے لئے اور جو بھٹکتا ہے تو محض بھٹکتا ہے (اپنے) نفس کے نقصان پر۔ اور نہیں بوجھ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور نہیں ہیں ہم عذاب دینے والے یہاں تک کہ ہم بھیجیں کسی رسول کو۔

تفسیر: بعض (انسان) یعنی کافر (شر) اور عذاب (کو) اسی طرح جلدی مچا کر (طلب کرتا ہے) اور تقاضہ کرتا ہے (جس طرح اس کی خیر کی طلب میں ہوتا ہے اور) وجہ یہ ہے کہ (آدمی جلد باز ہے) برائی کے نتائج پر غور نہیں کرتا۔ جو بات کسی وقت سامنے آئی فوراً کہہ بیٹھتا ہے اور جس کام کا خیال دل میں آیا اس کو کر گزرتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ خوب سمجھ لو کہ جلدی مچانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہمارے یہاں ہر چیز کا خواہ وہ خیر ہو یا شر ہو ایک وقت اور اندازہ مقرر ہے۔ (اور) لوگوں کے وقت جاننے کے لئے (ہم نے رات اور دن کو) اپنی قدرت کی (دو نشانیاں بنایا) ہے جن میں کچھ (اور) بھی فائدے ہیں مثلاً یہ کہ (ہم نے رات کی نشانی کو) دھندلا اور (مٹا ہوا بنایا) کہ چاند کی روشنی ہو بھی تو وہ سورج کے مقابلہ میں بہت دھیمی اور دھندلی ہوتی ہے۔ یہ بات آدمی کی نیند کے لئے راحت بخش ہے (اور دن کی نشانی کو ہم نے روشن بنایا تاکہ) دن میں (اپنے رب کا فضل) و رزق (تلاش کرو اور تاکہ) رات و دن کی آمد و رفت سے مہینوں اور (سالوں کا شمار کرو اور) دوسرے چھوٹے (حساب معلوم کر لو اور ہم نے) لوح محفوظ میں (ہر چیز) کے وقت (کو خوب تفصیل سے بیان کیا) ہے لہٰذا اس میں لکھا ہے کہ عذاب دنیا میں ہوگا یا آخرت میں یا دونوں جگہ اور پھر یہ کہ کب ہوگا، کتنا ہوگا اور کس کیفیت کا ہوگا۔ اور یہ خیال کرنا کہ ایک انسانی زندگی کے بے انتہا اعمال ہوتے ہیں جن کا حساب رکھنا دشوار ہے تو تمام انسانوں کے اعمال کا حساب رکھنا تو امکان سے ہی خارج ہے (اور) یوں قیامت کا کچھ حساب کتاب نہ ہوگا تو یہ خیال کرنا صحیح نہیں کیونکہ ہم ہر انسان کے اعمال کو دو طریقوں سے محفوظ کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ (ہم نے ہر انسان کا عمل) نیک ہو یا بد (اس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے) یعنی اس کے عمل کو اس کے ساتھ چمٹا رکھا ہے۔ قیامت کے دن وہ نظر آئیں گے۔ اور دوسرے یہ کہ ہم نے اپنے فرشتوں یعنی کراماً کاتبین کے ذریعہ ہر شخص کا نامہ اعمال تیار کر رکھا ہے (اور قیامت کے دن ہم) اس کا وہ (نامہ اعمال اس) کے دیکھنے (کے لئے) اس کے سامنے کر دیں گے (جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا) اور اس

سے کہا جائے گا کہ (اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے۔ آج تو خود اپنا محاسب کافی ہے)۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ قیامت کے دن اپنا کیا دھرا سامنے آئے گا تو سوچ لو کہ (جو کوئی) دنیا میں (راہ) ہدایت (پر چلتا ہے تو وہ اپنے) نفع کے (لئے چلتا ہے اور جو) راہ ہدایت سے (بھٹکتا ہے تو وہ اپنے ہی نقصان کے لئے بھٹکتا ہے) کیونکہ یہ ہمارا قانون ہے کہ (کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور) دنیا و آخرت میں جو کچھ سزا اور عقوبت ہوتی ہے اس کے بارے میں بھی ہمارا ضابطہ ہے کہ (ہم اس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو) ہدایت کے لئے نہیں (بھیج لیتے) تاکہ لوگوں کو بے خبر اور غافل نہ رہنے دیں۔ رسول ان باتوں کی توثیق اور تشریح کرتے ہیں جو آدمی محض عقل وفطرت کی رہنمائی سے سمجھ سکتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی توحید اور جو باتیں محض عقل سے معلوم نہیں ہوسکتیں ان کو وحی اور الہام کی رہنمائی سے بتاتے ہیں پھر خواہ رسول کی دعوت امت کو براہ راست پہنچی ہو یا بالواسطہ پہنچی ہو۔

ربط: اوپر یہ ضابطہ ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک اس کو بالواسطہ یا بلاواسطہ رسول کی دعوت نہ پہنچ جائے۔ اور جب لوگ آگاہی کے باوجود جان بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کر دیتے ہیں اور مخالفت میں جری ہو جاتے ہیں تب ان پر اللہ کا عذاب آتا ہے اور ایسا بہت سی قوموں کے ساتھ ہوا ہے۔ تو اے مشرکین مکہ تمہارے پاس بھی ہمارے رسول ہمارا پیغام لے کر آ گئے ہیں۔ اگر تم نافرمانی ہی میں لگے رہو گے تو اس انجام کو سامنے رکھو۔

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ ٱلْقُرُونِ مِنۢ بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِۦ خَبِيرًۢا بَصِيرًا ﴿١٧﴾

ترجمہ: اور جب ارادہ کرتے ہیں ہم کہ ہلاک کریں کسی بستی کو تو حکم دیتے ہیں ہم اس کے خوش عیش لوگوں کو پھر وہ نافرمانی کرتے ہیں اس میں تو ثابت ہو جاتا ہے اس (بستی والوں) پر قول پھر تباہ کر دیتے ہیں ہم اس کو برباد کر کے۔ اور کتنی ہی ہلاک کیں ہم نے امتیں نوح کے بعد اور کافی ہے تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا دیکھنے والا۔

تفسیر: (اور جب ہم کسی بستی) والوں (کو) ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے (ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں) اور وہ ہم اس وقت کرتے ہیں جب رسول کی دعوت اور ہمارے احکام پہنچ جانے کے

باوجود لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں اور ماننے کے لئے تیارنہیں ہوتے۔ (تو ہم اس) بستی والوں کو خصوصاً اس (کے خوش عیش لوگوں کو) اپنا یہ تکوینی (حکم دیتے ہیں) کہ تم خوب دل کھول کر اپنے ارمان پورے کر لو۔ (اس پر وہ اس) بستی (میں) خوب (نافرمانیوں میں لگ جاتے ہیں یہاں تک کہ اس) بستی والوں (کے بارے میں) ہمارا (قول ثابت ہو جاتا ہے) اور حجت پوری ہو جاتی ہے تو (پھر ہم اس) بستی (کو) اس کے رہنے والوں سمیت (تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ اور) عذاب کا یہ سلسلہ نوح علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان عرصہ میں سب آدمی اسلام پر رہے۔ پھر شرک و بت پرستی شروع ہوئی۔ نوح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے۔ انہوں نے سینکڑوں برس سمجھایا لیکن لوگ نہ مانے۔ آخر سب ہلاک کئے گئے۔ پھر (نوح) علیہ السلام (کے بعد بھی ہم نے بہت سی امتوں کو) ان کے کفر و سرکشی کی سزا میں (ہلاک کیا)۔ اور ہم کسی کو بے قصور نہیں پکڑتے بلکہ اس کے جرائم پر پکڑتے ہیں جن کو ہم خود دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ (اور آپ کا رب کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا دیکھنے والا)۔

ربط: اوپر دنیوی عذاب کا اور اس کے بارے میں ضابطہ کا ذکر ہوا۔ آگے آخرت کے انجام کا ضابطہ ذکر کرتے ہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ
لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا
مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ
وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾
اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ
دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

ترجمہ: جو کوئی چاہتا ہے دنیا کو تو دنیا کا سامان دیتے ہیں ہم اس کو اس (دنیا) میں جتنا ہم چاہتے ہیں جس کے لئے ہم چاہتے ہیں پھر کر دیتے ہیں ہم اس کے لئے جہنم۔ داخل ہو

گا وہ اس میں مذمت کیا ہوا دھکیلا ہوا۔ اور جس نے ارادہ کیا آخرت کا اور محنت کی اس کے لئے اس کی محنت اس شرط سے کہ وہ مومن ہے تو یہ لوگ ہیں کہ جن کی محنت مقبول ہوگی۔ ہر ایک کی ہم امداد کرتے ہیں ان کی (بھی) اور ان کی (بھی) تیرے رب کی عطا سے اور نہیں ہے تیرے رب کی عطا روکی ہوئی۔ دیکھ کیسے فضیلت دی ہم نے ان کے بعض کو بعض پر۔ اور آخرت بہت بڑی ہے درجوں کے اعتبار سے اور بہت بڑی ہے فضیلت کے اعتبار سے۔

تفسیر: (جو کوئی) محض (دنیا) کا سامان (چاہتا ہے) اور اس کی ساری بھاگ دوڑ اسی کے لئے ہے (تو ہم اس دنیا میں جس کو چاہتے ہیں اور جس قدر چاہتے ہیں) اپنی حکمت و مصلحت کے موافق اس کو (دنیا کا سامان دیتے ہیں پھر) آخرت کے لئے چونکہ اس نے کچھ کیا ہی نہیں اس لئے آخرت میں (ہم اس کے لئے جہنم) طے (کر دیتے ہیں جس میں وہ اس حال میں داخل ہوگا کہ) اس کی (مذمت کی جا رہی ہوگی) اور وہ جہنم کی طرف (دھکیلا جا رہا ہوگا۔ اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اور اس کے لئے وہ محنت کرے) جو واقعی (آخرت کی محنت ہے اور وہ) بھی اس شرط کے ساتھ کہ وہ شخص صحیح (ایمان والا ہو تو یہ لوگ ہیں کہ جن کی محنت مقبول ہوگی)۔ پھر طالب دنیا کے ہوں یا آخرت کے (ہم تو ان کی بھی اور ان کی بھی آپ کے رب کی) یعنی اپنی (عطا سے) سب کی دنیوی (مدد کرتے ہیں)۔ محض کفر و نافرمانی کی وجہ سے دنیا میں (آپ کے رب کی عطا روکی نہیں جاتی) چنانچہ (آپ دیکھ لیجئے کہ ہم نے) ایمان و کفر کا لحاظ کئے بغیر (بعض کو بعض پر) دنیوی عطا میں (فوقیت دی ہے حتیٰ کہ اکثر کفار کو اکثر مومنین کے مقابلہ میں دنیوی نعمتیں زیادہ حاصل ہیں (البتہ آخرت) جو (درجوں کے اعتبار سے) بھی (بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے) بھی (بہت بڑی ہے) وہ صرف ایمان والوں کے لئے خاص ہے۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ آخرت کے طالب کو آخرت کی محنت کرنی ہوگی۔ اگلی آیتوں میں آخرت کی محنت کا طریقہ بتاتے ہیں یہ محنت مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے۔

1- شرک سے اجتناب

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع

ترجمہ: مت ٹھہرا اللہ کے ساتھ معبود دوسرا کہ تو بیٹھ رہے گا مذمت کیا ہوا چھوڑا ہوا۔

تفسیر: (تم) کوئی (اور معبود) تجویز کر کے اس کو (اللہ کے ساتھ) شریک (مت ٹھہراؤ) کیوں (کہ) ایک تو شرک ایسی ظاہر البطلان چیز ہے جس کے اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں بلکہ دنیا کے ہر عقلمند کے نزدیک (تم مذموم ٹھہرو گے)۔ اور دوسرے جو لوگ خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے

جھکتے ہیں خدا تعالیٰ حقیقی نصرت و برکت کا دروازہ ان پر بند کر کے ان کو کمزوری و بے کسی کی حالت میں چھوڑ دیتا ہے چنانچہ جب تم بھی غیر اللہ کے آگے جھکو گے تو سخت کٹھن وقت میں مثلاً قیامت کے دن جب کہ تمہیں امداد کی بڑی ضرورت ہوگی تم بے یار و مددگار (چھوڑے ہوئے ہوگے)۔

2- والدین سے حسن سلوک

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ
كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا
كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ
رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ؕ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ
اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اور حکم کر چکا تیرا رب کہ مت عبادت کرو مگر اسی کی اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ان میں سے ایک یا دونوں تو مت کہہ ان کو ہوں اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات ادب کی۔ اور جھکا دے ان کے لئے عاجزی کا کندھا رحمت سے اور کہہ اے میرے رب تو رحم کر ان دونوں پر جیسے پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم ہو گے نیک تو وہ ہے رجوع کرنے والوں کے لئے بخشنے والا۔

تفسیر: بچہ کو حقیقت میں وجود تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں لیکن والدین اس کے وجود کا ظاہری ذریعہ ہیں۔ اس لئے دیگر کئی مقامات کی طرح اللہ تعالیٰ اس مقام میں بھی اپنے حق کے ساتھ والدین کے حق کا ذکر اس طرح سے کرتے ہیں کہ (آپ کا رب یہ حکم کر چکا کہ تم) اللہ کا حق اس طرح ادا کرو کہ (اس کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو اور والدین) کا حق اس طرح ادا کرو کہ ان (کے ساتھ بھلائی کرو) جو یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرو۔ پھر (اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں) جس کی وجہ سے تمہاری خدمت کے محتاج ہو جائیں اور طبعی طور پر تم کو ان کی خدمت بوجھل معلوم ہو تو تب بھی ان کی خدمت کرو اور ان کا

ادب واحترام کرتے رہو اور (ان کو) غصہ اور جھنجلاہٹ میں (نہ) کبھی اپنی زبان سے (ہوں کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے) خوب (ادب والی بات) وگفتگو (کرو اور ان کے سامنے رحمت) وشفقت کی کیفیت کے (ساتھ عاجزی کا کندھا جھکائے رکھو) یعنی ان کے ساتھ خوب انکساری اور ادب کا معاملہ کرتے رہو (اور) ان کے حق میں یوں (دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب) ایک وقت تھا کہ انہوں نے مجھے پالا پوسا اور میری پرورش کرنے میں اپنا خون پسینہ ایک کیا اور میری ہر راحت و بھلائی کی فکر کی اور ہر آفت سے مجھے بچانے کی کوشش کی۔ آج ان پر ضعیفی کا دور آیا ہے۔ جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی خدمت و تعظیم کرتا ہوں لیکن پورا حق ادا نہیں کر سکتا اس لئے اے میرے رب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ (جیسے جب میں چھوٹا سا تھا انہوں نے مجھے پالا آپ) ان کے اس بڑھاپے میں اور ان کی موت کے بعد (ان پر) نظر (رحمت فرمائیے)۔ اور والدین کی تعظیم اور ان کے سامنے تواضع دل سے ہونی چاہئے کیونکہ (تمہارا رب تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اگر) ان کی خدمت و تعظیم میں (تم) فی الواقع دل سے (نیک ہو گے) پھر کسی وقت تنگ دلی سے یا غلطی سے ان کی شان میں کوئی کوتاہی کر بیٹھو پھر توبہ اور رجوع کرو (تو اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے)۔

3- مال نیک کاموں میں خرچ کرے اور فضول خرچی نہ کرے

وَاٰتِ
ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾
اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ
لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ
تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾
اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾

ترجمہ: اور دے قرابت والے کو اس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو اور مت کر فضول خرچی۔ بے شک فضول خرچی کرنے والے ہیں شیطانوں کے بھائی) اور ہے شیطان اپنے رب کا ناشکرا۔ اور اگر تو اعراض کرے ان (مذکورہ حقداروں) سے رحمت کے انتظار میں کہ اپنے رب کی طرف سے تو امید کرتا ہے جس کی تو کہہ ان سے بات نرمی والی۔ اور مت کر تو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دے اس کو بالکل کھول دینا پھر تو بیٹھا رہے ملامت کیا ہوا اور تہی دست۔ بے شک تیرا رب کھولتا ہے رزق کو جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے (جس کے لئے چاہتا ہے)۔ بے شک وہ ہے اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ مال اس لئے دیتے ہیں کہ آدمی اپنی ضروریات پوری کر کے اپنے مقصد حیات یعنی عبادت کے لئے دلجمعی حاصل کرے اور نیک کاموں میں خرچ کر کے آخرت کا ثواب حاصل کرے۔ ان کاموں میں خرچ کرنے میں مال کا شکر اور اس کی قدر دانی ہے۔ اگر ان کے بجائے کوئی اللہ کے دیئے ہوئے مال کو گناہوں کے کاموں میں یا فضول بے فائدہ کاموں میں خرچ کرے یا جائز و مباح کام میں خرچ کرے لیکن اتنا زیادہ خرچ کر ڈالے کہ بعد میں اس کی وجہ سے یا تو دوسروں کے حقوق ادا نہ کر سکے یا حرام کا ارتکاب کرنا پڑے تو یہ سب فضول خرچی ہے اور اس مال کی ناقدری و ناشکری ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال کی قدر کرو اور اس سے (قرابت دار کے مالی حقوق ادا کرو اور مسکین اور مسافر کی خبر گیری رکھو اور) اس مال کی ناقدری کر کے (فضول خرچی مت کرو) کیونکہ (فضول خرچی کرنے والے تو شیطانوں کے بھائی) یعنی ان کے مشابہ (ہیں۔ اور) وہ اس طرح کہ (شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا) اور ناقدرا (ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عقل کی دولت دی مگر اس نے اس کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر استقامت میں خرچ کرنے کے بجائے اللہ کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ اسی طرح فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت دی مگر وہ بھی اس کو نافرمانی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ اور پھر نیک کاموں میں خرچ کرنے میں دو باتوں کا اہتمام رکھو۔ ایک یہ کہ (اگر) کسی وقت تمہارے پاس ضرورتمندوں کے دینے کو نہ ہو اور اس لئے (تم) کو اس رزق کی رحمت کے انتظار میں جس کی اپنے رب کی طرف سے توقع ہو) اس کے نہ آنے تک ان سے (اعراض کرنا پڑے تو) یہ خیال رکھو کہ (ان سے نرمی کی بات کرنا) مثلاً یوں کہنا کہ جب خدا ہم کو دے گا تو انشاء اللہ ہم تمہاری خدمت کریں گے۔ سختی اور بداخلاقی سے جواب مت دینا۔ اور دوسرے یہ کہ خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرو۔ (نہ اپنا ہاتھ) اس قدر کھینچو کہ اس کو گویا (گردن سے لگا کر باندھو اور نہ) طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنے میں (ہاتھ بالکل ہی کھول دو) کیوں (کہ) پہلی صورت میں (تم ملامت خوردہ) ہو جاؤ گے کہ

لوگوں کے نزدیک بھی اور شریعت کے نزدیک بھی کنجوس اور بخیل کہلاؤ گے اور دوسری صورت میں (تہی دست ہوکر بیٹھے) بھیک مانگتے (رہو گے)۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ تمہارے ہاتھ روکنے سے تم غنی اور دوسرا فقیر نہیں ہو جاتا، نہ تمہاری سخاوت سے وہ غنی اور تم فقیر بن سکتے ہو۔ فقیر و غنی بنانا تو اللہ کے قبضہ میں ہے اور (آپ کا رب) ہی (جس کے لئے) چاہتا ہے روزی کو کشادہ کرتا ہے اور) جس کے لئے چاہتا ہے (تنگ کرتا ہے) کیونکہ (وہ اپنے بندوں) کے حالات کو (خوب جاننے والا دیکھنے والا ہے) اور وہ ہر ایک بندے کے ظاہری و باطنی احوال اور مصلحتوں سے واقف ہے اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بعض بندے وہ ہیں جن کی حالت کی درستگی فقیر رہنے میں ہے اگر میں اس کو غنی کر دیتا تو اس کا دین تباہ ہو جاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض کو غنی بنایا کہ اگر ان کو فقیر بنایا جاتا تو وہ دین پر قائم نہ رہ سکتے۔ اسی طرح بعض بدبختوں اور کافروں کو خوب مال دیا جاتا ہے تو عارضی ڈھیل کے طور پر دیا جاتا ہے۔

4- مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اور مت قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے۔ ہم روزی دیتے ہیں ان کو بھی اور تم کو بھی۔ بے شک ان کا قتل ہے بڑی خطا۔

تفسیر: (اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے) اور اس ڈر سے کہ ہم ان کا خرچ کہاں سے لائیں گے قتل مت کرو کیونکہ (روزی) تو صرف (ہم دیتے ہیں ان کو بھی اور تم کو بھی)۔ آخر تم بھی تو کسی وقت بچے تھے خدا تمہیں مسلسل روزی دیتا رہا تو اب اس دور کے بچوں کو کیوں نہیں دے سکتا۔ (بلاشبہ ان کا قتل بڑی خطا ہے) کیونکہ یہ حرکت ایک تو نسل انسانی کو ختم کرنے کا سبب ہے اور دوسرے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے پر اعتماد نہیں ہے۔

5- زنا سے بچو

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور مت قریب ہو زنا کے وہ ہے بے حیائی اور بری راہ ہے۔

تفسیر: (اور زنا) کرنا تو کجا اس (کے قریب بھی مت ہو) یعنی اس کے مبادی ومقدمات سے بھی بچو کیونکہ (وہ) بذات خود بھی (بڑی بے حیائی ہے اور) مفاسد کے اعتبار سے بھی (بری راہ ہے) کہ اس سے انساب میں گڑ بڑ ہوتی ہے اور بہت سے جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔

6- ناحق قتل سے بچو

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور مت قتل کرو اس جان کو جس کو حرام کیا اللہ نے مگر حق پر۔ اور جو قتل کیا جائے ظلم سے تو بنایا ہے ہم نے اس کے وارث کے لئے زور سو نہ نکلے حد سے قتل کرنے میں۔ وہ ہے مدد کیا ہوا۔

تفسیر: (اور جس) شخص کی (جان) کے قتل کرنے (کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو قتل مت کرو) ہاں (مگر حق پر) قتل کرنا درست ہے جس کی تین صورتیں ہیں یعنی ناحق قتل کرنے والے قاتل کو اور محصن زانی کو اور مرتد کو۔ (اور جو) شخص (ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو زور) اور اختیار (دیا ہے) کہ وہ حکومت سے کہہ کر قصاص لے سکتا ہے (سو) اس کو بھی چاہیے کہ قصاص میں (قتل کرنے میں حد سے نہ نکلے) کہ مثلاً قاتل کی جگہ غیر قاتل سے قصاص لے یا قاتل کے ساتھ دوسرے بے گناہوں کو بھی شامل کرلے یا قاتل کو قتل کرنے کے بعد اس کے ناک کان وغیرہ کاٹنے لگنے اور مثلہ کرنے لگے۔ اور اس بات کو یاد رکھے کہ اللہ کی طرف سے (اس کی مدد کی گئی ہے) کہ اس کو بدلہ لینے کا حق دیا اور حکام کو اس کا حق دلوانے کا حکم دیا لہٰذا حق لینے میں اللہ کی بتائی ہوئی حدود سے باہر نہ نکلے۔

7- یتیم کا مال مت کھاؤ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪

ترجمہ: اور مت پاس جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقے سے جو بہتر ہے یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اپنی جوانی کو۔

تفسیر: (اور یتیم کے مال کے پاس مت جاؤ) یعنی اس کو ہاتھ نہ لگاؤ (مگر اس طریقے سے

جو) یتیم کے لئے (بہتر ہو) کہ اس میں یتیم کے مال کی حفاظت ونگہداشت اور خیر خواہی مقصود ہو۔ (یہاں تک کہ) جب (وہ) یتیم (اپنی جوانی کو پہنچ جائے) اور اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگے تو پھر مال اس کے حوالہ کردو۔

8- ایفائے عہد کرو

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اور پورا کرو عہد کو بے شک عہد ہے مسئول۔

تفسیر: (اور) اپنے سب جائز (عہد کو پورا کرو) خواہ وہ اللہ سے کئے ہوں یا بندوں سے کیونکہ ایسے (عہد کے بارے میں بلاشبہ) قیامت کے دن (سوال ہوگا) کہ پورا کیا تھا یا نہیں۔

9- ناپ تول کو پورا کرو

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور پورا کرو ناپ کو جب تم ناپو اور تولو سیدھی ترازو سے۔ یہ بہتر ہے اور اچھی ہے باعتبار انجام کے۔

تفسیر: (اور) چونکہ ناپ تول میں کمی کرنے سے معاملات کا نظام بگڑتا ہے اس لئے ناپنے کی چیزوں کو (جب تم ناپ کردو تو پورا ناپو) اور تولنے کی چیزوں کو سیدھی (اور صحیح ترازو سے تولو۔ یہ) بات بذات خود بھی (بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی اچھی ہے) کیونکہ پورا حق دینے والے کو عام طور سے پسند کیا جاتا ہے اور اللہ اس کی تجارت کو خوب چلاتا ہے اور اللہ کی فرمانبرداری کی نیت سے ہو تو ثواب بھی ملتا ہے۔

10- بے تحقیق بات کے پیچھے مت لگو

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾

ترجمہ: اور مت پیچھے پڑ اس بات کے نہیں ہے تجھے جس کا علم۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی ہو گی اس سے پوچھ۔

تفسیر: (اور جس بات کا تمہیں علم) اور تحقیق (نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو) یعنی نہ اس کو زبان سے کہو اور نہ اس کی اندھا دھند پیروی کرو بلکہ کان، آنکھ اور دل و دماغ سے کام لے کر پہلے تحقیق کرو پھر بات کہو یا عمل کرو۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا، غیر تحقیقی باتیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا یا بغض و عداوت قائم کرنا، باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں شریعت کی مخالف باتوں کی حمایت کرنا، غلط مسئلے بتانا اور غلط عقیدے اختیار کرنا وغیرہ سب داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن (کان اور آنکھ اور دل) و دماغ (ان سب) ہی قوتوں (کے بارے میں یقیناً پوچھ ہو گی)۔

ii- زمین میں اکڑ کر مت چلو

وَلَا تَمْشِ
فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ
طُولًا ﴿٣٧﴾

ترجمہ: اور مت چل زمین میں اکڑ کر بے شک تو ہرگز نہ پھاڑ سکے گا زمین کو اور ہرگز نہ پہنچ سکے گا پہاڑوں تک بلندی میں۔

تفسیر: (اور تم زمین میں اکڑ کر مت چلو) کیونکہ یہ متکبروں کی چال ہے اور تم انسانوں کو ایسی چال چلنا مناسب نہیں کیونکہ تم ہمارے غلام ہو اور غلام کے لئے تکبر کرنے کا کیا مقام۔ علاوہ ازیں تم جسمانی اعتبار سے اتنے عاجز اور ضعیف ہو کہ اکڑ کر چلنے میں زمین پر زور سے پاؤں مارنے سے (تم ہرگز زمین کو نہیں پھاڑ سکتے اور) گردن ابھارنے اور سینہ تاننے سے (تم پہاڑوں کی بلندی کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے)۔

مذکورہ بالا احکام سے متعلق دو تنبیہیں

پہلی تنبیہ

كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾

ترجمہ: یہ تمام باتیں، ہیں ان میں کی بری تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ۔

تفسیر: اوپر ذکر کردہ (یہ تمام باتیں، ان میں سے جو بری ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں) لہٰذا ان سے بچنے کو لازم پکڑو تاکہ اپنے رب کی ناراضگی سے بچ سکو۔

دوسری تنبیہ

ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ

ترجمہ: یہ ہے اس میں سے جو وحی کی تیری طرف تیرے رب نے حکمت سے۔

تفسیر: اوپر جو انتہائی قیمتی نصیحتیں کی گئی ہیں (یہ) وہ علم وحکمت اور تہذیب اخلاق کی باتیں (ہیں) جنہیں عقل سلیم قبول کرتی ہے اور (جن کو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کی ہیں)۔

ربط: مذکورہ بالا نصیحتوں کا بیان توحید سے شروع کیا گیا تھا۔ خاتمہ پر بھی توحید یاد دلائی جا رہی ہے تاکہ پڑھنے سننے والا یہ سمجھ لے کہ تمام نیک کاموں کا آغاز وانجام خالص توحید کو ہونا چاہئے۔

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور مت ٹھہرا اللہ کے ساتھ کوئی معبود دوسرا پھر تو ڈال دیا جائے جہنم میں ملامت زدہ اور دھکیلا ہوا۔

تفسیر: (اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت ٹھہراؤ کہ) پھر اس کی پاداش میں (تم ملامت زدہ اور دھکیلے ہوئے ہو کر جہنم میں ڈال دیئے جاؤ)۔

ربط: اور بتایا کہ توحید کو چھوڑنے اور شرک کرنے کی صورت میں ملامت زدہ ہو کر جہنم میں داخلہ ہوگا۔ آگے اس ملامت کا کچھ ذکر کرتے ہیں۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ
بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا
عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ
اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا
اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

ترجمہ: کیا خاص کرلیا تم کو تمہارے رب نے بیٹوں کے ساتھ اور بنا لیں فرشتوں سے بیٹیاں۔ بے شک تم کہتے ہو بات بڑی۔ اور پھیرا ہے ہم نے (مضامین کو) اس قرآن میں تا کہ وہ سمجھ لیں۔ اور نہیں بڑھاتا ان کو مگر نفرت میں۔ کہہ دے اگر ہوتے اس کے ساتھ اور معبود جیسا یہ کہتے ہیں تو ڈھونڈ لیتے عرش والے کی طرف راہ کو۔

تفسیر: اول تو تم بڑے گستاخ ہو کہ خدا کے لئے اولاد تجویز کرتے ہو حالانکہ اولاد ہونا اس کی شان کے خلاف ہے کیونکہ اولاد تو آدمی کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ ہر ضرورت و حاجت سے پاک ہیں۔ اور پھر اولاد بھی بیٹیاں جنہیں تم خود نہایت حقارت سے دیکھتے ہو۔ (کیا) ایسی صورت میں یہ گستاخی نہیں کہ تم یہ مانو کہ (تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں) کی عطا (کے ساتھ خاص کر لیا اور اپنے لئے فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لیں۔ (تم یقیناً بڑی) گستاخی کی (بات کہتے ہو)۔ دوسرے تم حق کے دشمن ہو کیونکہ (اس کتاب میں ہم نے) توحید کے اثبات اور شرک کے ابطال کے مضمون کو طرح طرح سے (پھیر کر بیان کیا تا کہ یہ) مشرک کسی طرح تو (سمجھ لیں اور) مان لیں لیکن ان کی حق سے دشمنی کا حال یہ ہے کہ یہ مضمون الٹا ان کی حق سے (نفرت کو اور بڑھا دیتا ہے)۔ تیسرے (آپ کہہ دیجئے کہ) تم عقل کے بھی دشمن ہو کیونکہ تم ذرا نہیں سوچتے کہ (اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ) مشرک (کہتے ہیں تو وہ) اللہ کے محکوم اور پابند رہنا کیوں پسند کرتے بلکہ وہ اپنے زور سے (عرش والے) یعنی اللہ (تک راستہ ڈھونڈ لیتے) اور سب مل کر اس کا تخت سلطنت الٹ دیتے۔ لیکن جب وہ ایسا نہیں کر پائے تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے مقابلے میں عاجز مخلوق ہیں اور ایسوں کو خدا مان کر ان کی عبادت کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔

ربط: پھر ان کے قابل ملامت ہونے کو اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ ان کے دل و زبان کے علاوہ دنیا کی باقی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح وحمد میں لگی ہے تو ان کی گستاخی اور ان کی حق دشمنی اور عقل دشمنی کی شدت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا

كَبِيۡرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ ؕ

وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰـكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ ؕ

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾

ترجمہ: پاک ہے وہ اور بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں بہت بلند۔ پاکی بیان کرتے ہیں اس کی ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں۔ اور نہیں کوئی بھی چیز مگر یہ کہ تسبیح کرتی ہے اس کی حمد کے ساتھ ولیکن تم نہیں سمجھتے ان کی تسبیح کو۔ بے شک وہ ہے تحمل والا بخشنے والا۔

تفسیر: (اور یہ جو) ایسی حماقت کی (باتیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے اور) بہت (بلند) و برتر (ہے)۔ اس کا حال تو یہ ہے کہ (ساتوں آسمان اور زمین اور جو) کوئی (ان میں ہے سب اس کی) ہر قسم کے عیب سے (پاکی بیان کرتے ہیں بلکہ کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو) اپنی زبان حال کے علاوہ زبان قال سے بھی (اللہ کی حمد) وثنا (کے ساتھ اس کی) ہر قسم کے عیب سے تسبیح نہ کرتی ہو لیکن) چونکہ تم اس کے ادراک کی قوت نہیں رکھتے اس لئے (تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے)۔ غرض ایسی ذات جس کی حاجت وضرورت اور نقص سے پاک ہونے کی تسبیح تمام مخلوق کرے تم اس کے لئے اولاد اور بیٹیاں تجویز کر کے اس کو ضرورت مند ثابت کرو یہ ایسی گستاخی ہے جس کی سزا تم کو فوراً دی جاتی لیکن وہ پھر توبہ کا موقع دیتا ہے تو وجہ یہ ہے کہ (بلاشبہ وہ تحمل والا اور بخشنے والا ہے)۔

ربط: مشرکین کی گستاخی، حق دشمنی اور عقل دشمنی کو دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر انہوں نے یہ طرز عمل کیوں اختیار کر رکھا ہے اور وہ نبی ﷺ اور قرآن کی بات سے کیوں اثر نہیں لیتے۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ
بَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٤٥﴾ وَجَعَلْنَا
عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا
ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿٤٦﴾

ترجمہ: اور جب تو پڑھتا ہے قرآن کر دیتے ہیں ہم تیرے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر ایک پردہ چھپا ہوا۔ اور ڈال دیتے ہیں ہم ان کے دلوں پر پردے (اس سے) کہ وہ سمجھیں اس کو اور (ڈال دیتے ہیں) ان کے کانوں میں بوجھ اور جب ذکر کرتا ہے تو اپنے رب کا قرآن میں اکیلے کا تو بھاگتے ہیں اپنی پیٹھ پر بدک کر۔

تفسیر: نبی ﷺ اور قرآن پاک کی باتوں سے مشرکین کے اثر نہ لینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور اس وجہ سے اپنے برے بھلے انجام کی کچھ فکر نہیں کرتے۔ جب ان کو

نجات کی کچھ فکر ہی نہیں ہے تو وہ نجات دلانے والے پیغمبر کی اور ان کی باتوں کی کیا ضرورت سمجھیں گے۔ لہٰذا وہ ان باتوں کی طرف نہ التفات کرتے ہیں اور نہ کانوں سے ان کو صحیح طرح سے سنتے ہیں اور نہ دل سے ان کو سمجھتے ہیں (اور) نتیجہ میں ہماری طرف سے بھی ان پر مہر کردی جاتی ہے لہٰذا (جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے) ان کی بے التفاتی کا (چھپا ہوا پردہ ڈال دیتے ہیں اور ان کے دلوں پر) بھی بہت سے (پردے ڈال دیتے ہیں اس سے کہ وہ کہیں قرآن کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ) ڈال دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو قرآن میں توحید (اور) حق کی بات کو سننا انتہائی ناگوار ہوتا ہے جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ (جب آپ قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہیں تو یہ بدک کر پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھتے ہیں)۔

ربط: یہ مشرک تو قرآن کو صحیح طریقے سے نہیں سنتے اور جتنی دیر بھی سنتے نظر آتے ہیں اس میں ان کی غرض فاسد ہوتی ہے لیکن ہم ان کی باتوں کو خوب سنتے ہیں جو وہ آپس میں استہزاء کے طور پر کہتے ہیں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾

ترجمہ: ہم خوب جانتے ہیں اس کو کان لگاتے ہیں وہ جس کی وجہ سے جب وہ کان لگاتے ہیں تیری طرف اور جب وہ سرگوشیاں کرتے ہیں جب کہتے ہیں ظالم لوگ کہ نہیں پیروی

کرتے تم مگر ایک شخص سحر زدہ کی۔ تو دیکھ کیسے بیان کرتے ہیں یہ تیرے لئے القاب اور بھکتے ہیں تو نہیں طاقت رکھتے راہ (پانے) کی۔ اور کہتے ہیں کیا جب ہو جائیں گے ہم ہڈیاں اور چورا چورا کیا ہم اٹھائے جائیں گے نئی پیدائش میں۔ کہہ دے ہو جاؤ تم پتھر یا لوہا یا کوئی خلقت اس میں سے جو بڑی ہو تمہارے دلوں میں۔ پھر کہیں گے کون اعادہ کرے گا ہمارا۔ کہہ دے جس نے پیدا کیا تم کو پہلی مرتبہ۔ پھر ہلائیں گے تیری طرف اپنے سر اور کہیں گے کب ہو گا یہ۔ تو کہہ دے شاید کہ ہو وہ نزدیک۔ جس دن پکارے گا تم کو تو تم تعمیل حکم کرو گے اس کی حمد کے ساتھ اور تم خیال کرو گے کہ نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑا۔

تفسیر: یہ مشرک لوگ قرآن کی طرف اور آپ کی باتوں کی طرف بظاہر کان لگاتے ہیں لیکن وہ اپنے کانوں سے صحیح طور سے نہیں سنتے لیکن (ہم خوب) سنتے ہیں اور (خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں)۔ ان کی غرض محض استہزاء اور توہین ہوتی ہے (اور) نیز (جس وقت یہ لوگ) آپ سے قرآن سننے کے بعد آپس میں (سرگوشیاں کرتے ہیں) ہم ان کو بھی خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ اس بارے میں ہوتی ہیں کہ نبی ﷺ کے بارے میں لوگوں میں کیا مشہور کیا جائے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں (جب) آخر میں (یہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ) ان کی پیروی کرنے والوں سے کہا جائے کہ تمہارے یہ صاحب تو سحر زدہ ہیں اور تم (تو محض ایک سحر زدہ) مجنون (کی پیروی کرتے ہو۔ آپ دیکھئے کہ یہ آپ کے لئے کیا کیا القاب ذکر کرتے ہیں کبھی ساحر و جادوگر کہتے ہیں، کبھی سحر زدہ کہتے ہیں اور کبھی مجنون و دیوانہ کہتے ہیں۔ غرض یہ تو خود بہک گئے ہیں (اور) بہکی (بہکی باتیں کرتے ہیں) کسی ایک بات اور (راہ) پر جماؤ (کی طاقت نہیں رکھتے) جس وقت جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں۔ (اور) سحر زدہ ثابت کرنے کے لئے (وہ) دلیل کے طور پر یہ (کہتے ہیں کہ) یہ بات تو کوئی سحر زدہ دیوانہ ہی کہہ سکتا ہے عقلمند تو بالکل نہیں کہہ سکتا کہ (جب ہم) مرکر (ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو ہم نئے بن کر اٹھائے جائیں گے) کیونکہ یہ تو بالکل ناممکن بات ہے۔ اس کے جواب میں (آپ) ان سے یہ (کہئے کہ) میں کہتا ہوں کہ (تم) ہڈیوں کے چورے کے بجائے (پتھر بن جاؤ یا لوہا بن جاؤ) جن کا حیات سے کچھ تعلق نہیں (یا کوئی ایسی خلقت) بن جاؤ (جو تمہارے دلوں میں) لوہے سے بھی (بڑی) سخت (ہو) تب بھی تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے کیونکہ یہ بات فی ذاتہ ممکنات میں سے ہے ناممکنات یا محالات میں سے نہیں ہے۔ اس جواب سے عاجز ہو کر (پھر وہ پوچھتے ہیں کہ) اچھا یہ بتائیے کہ وہ (کون) ہے جس میں یہ قدرت ہے کہ وہ (ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا۔ آپ) جواب میں (فرما دیجئے کہ) تمہیں دوبارہ وہی ذات پیدا کرے گی (جس نے تم کو پہلی مرتبہ) عدم سے (پیدا کیا) ہے۔ اس

سے بھی لاجواب ہو کر (پھر) تمسخر سے (اپنے سر ہلا ہلا کر پوچھتے ہیں کہ) ہاں صاحب یہ بھی تو بتائیے کہ یہ قصہ کہ ہڈیوں کے ریزوں میں جان پڑے گی اور مردے قبروں سے حساب کے لئے اٹھائے جائیں گے (یہ کب ہوگا)۔ اس کے جواب میں (آپ فرما دیجئے کہ) قیامت کا ٹھیک وقت اللہ نے کسی کو نہیں بتایا اس لئے (ہوسکتا ہے کہ وہ قریب ہی آ پہنچا ہو) لہٰذا تم اس کی فکر کرو کیونکہ (اس دن) اللہ تعالیٰ (تم کو) زندہ کرنے کے لئے اور تمہارے میدان حشر میں جمع ہونے کے لئے فرشتے کے ذریعے سے (پکارے گا تو تم) میں سے کسی کو اس حکم سے سرتابی کی مجال نہ ہوگی اور تم (اللہ کی) اضطراری (حمد) وثنا (کرتے ہوئے تعمیل حکم کرو گے) کہ زندہ ہو کر میدان حشر میں حاضر ہو جاؤ گے (اور) اس دن کی ہولنا کی اور طوالت کو دیکھ کر (تم) یہ (خیال کرو گے کہ تم) دنیا میں اور قبر میں تو بہت ہی (تھوڑا رہے)۔

ربط: مشرکین کی جہالت اور ان کی طعن و تمسخر کو سن کر ممکن تھا کہ کوئی مسلمان نصیحت کرتے وقت تنگ دلی برتنے لگے اور سختی پر اتر آئے اس لئے آگے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ گفتگو میں کوئی سخت دلآزار رویہ اختیار نہ کریں۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ
هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ
لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿٥٣﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ
اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿٥٤﴾ وَرَبُّكَ
اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ
عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿٥٥﴾

ترجمہ: اور کہہ دے میرے بندوں سے کہ وہ کہیں وہ بات جو بہتر ہو۔ بلاشبہ شیطان لڑائی کراتا ہے ان کے درمیان۔ بے شک شیطان ہے انسان کا دشمن کھلا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے تم کو۔ اگر وہ چاہے رحم کرے تم پر یا اگر وہ چاہے عذاب دے تم کو اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو ان پر ذمہ دار۔ اور تیرا رب خوب جانتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور ہم نے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر اور دی ہم نے داؤد کو زبور۔

تفسیر: (اور آپ میرے) مسلمان (بندوں سے کہیں کہ) جب (وہ) مشرکوں کو نصیحت کریں

تو (وہ بات کہیں جو) اخلاق کے اعتبار سے (بہتر ہو) سختی اور اشتعال کے پہلو کو اختیار نہ کریں کیونکہ ایک تو اس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہوتا ہے اس لئے کہ (شیطان) مخاطب کو انگیخت کر کے (آپس میں لڑائی کروا دیتا ہے)۔ پھر مخاطب کے دل میں ایسی ضد اور عداوت قائم ہو جاتی ہے کہ سننے سمجھنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اور (شیطان) ایسا کیوں نہ کرے وہ تو (انسان کا کھلا دشمن ہے)۔ دوسرے تم لوگوں کو راہ راست پر لانے کے ذمہ دار نہیں ہو۔ کسی کو راہ راست پر لانا نہ لانا اللہ کا کام ہے اور (تمہارا رب تم سب انسانوں کے حال (کو خوب جانتا ہے) کہ کون اس قابل ہے کہ اس کو راہ ہدایت پر چلائے اور کون اس قابل نہیں ہے۔ اور اللہ اپنے علم کے موافق معاملہ کرتا ہے ورنہ اللہ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ (وہ اگر چاہے تو تم) سب کو ہدایت دے کر تم (پر رحم کرے) اور تم کو جنت و راحت دے (یا اگر وہ چاہے تو تم) سب (کو) کفر پر موت دے کر جہنم کا (عذاب دے)۔ غرض ہدایت دینا نہ دینا اللہ کا کام ہے (اور) یہ آپ کے امتی تو کیا (ہم نے) تو (آپ کو) بھی (ان) مشرکوں کی ہدایت (کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا)۔ اور صرف ہدایت کا معاملہ ہی نہیں بلکہ (آپ کا رب تو آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے ہر ایک سے خوب باخبر ہے) اور اپنے علم کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرتا ہے جس کو مناسب جانتا ہے رسول بناتا ہے اور جس رسول کو چاہتا ہے دوسرے رسولوں پر کلی یا جزوی فضیلت عطا فرماتا ہے لہٰذا فرماتا ہے کہ (ہم نے بعض نبیوں کو) دیگر (بعض پر فضیلت عطا کی) جیسا کہ بعض نبی اپنی امت کی حد سے زیادہ شرارتوں پر آخر کار جھنجھلا گئے جب کہ ہم نے آپ کو ان سے زیادہ حوصلہ دیا اور تمام انبیاء پر آپ کو فضیلت دی لہٰذا آپ کی خوش اخلاقی آپ کے بلند مرتبہ کے موافق ہونی چاہئے (اور) ہمارا یہ حکم ہمیشہ سے ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ (ہم نے داؤد) علیہ السلام (کو) جو صاحب جہاد رسول بھی تھے (زبور دی) تھی جس میں بھی یہی حکم موجود تھا۔

ربط: گفتگو مشرکوں کے بارے میں چل رہی ہے۔ آگے دو تنبیہیں ذکر کرتے ہیں۔

پہلی تنبیہ

اوپر یہ بیان ہوا کہ اللہ کی قدرت کامل ہے اور اس کا علم محیط ہے۔ آگے مشرکوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ صرف اللہ جیسی ذات ہی معبود بننے کے لائق ہے وہ ہستیاں نہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ
وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ
مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ
أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٥٨﴾

ترجمہ: کہہ دے پکارو جن کا تم دعویٰ کرتے ہو اللہ کے سوا۔ تو نہیں اختیار رکھتے کھول دینے کا تکلیف کو تم سے اور بدلنے کا۔ یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ (خود) ڈھونڈتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ کہ کون سا بندہ زیادہ قریب ہے اور امید رکھتے ہیں اس کی رحمت کی اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے۔ بلاشبہ تیرے رب کا عذاب ہے ڈرنے کی چیز۔ اور نہیں ہے کوئی بستی مگر یہ کہ ہلاک کریں گے اس کو پہلے قیامت کے دن سے یا عذاب دیں گے اس کو عذاب سخت۔ ہے یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی۔

تفسیر: چونکہ خدا تو وہ ہوتا ہے جس کا علم محیط ہو اور جس کی قدرت کامل ہو کہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے مہربانی فرمائے اور جس کو جس قدر چاہے دوسروں پر فضیلت دے اس لئے (آپ) ان مشرکوں سے (کہئے کہ) اس کے مقابلہ میں وہ (جن کا تم خدا کے سوا) معبود ہونے کا (دعویٰ کرتے ہو) تو وہ بالکل عاجز اور ضعیف ہستیاں ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر تم ان کو پکارو کہ وہ تم سے تکلیف دور کر دیں (تو) تم دیکھو گے کہ (وہ تم سے تکلیف کو کھولنے کا یا) تم سے (بدل) کر کسی اور پر ڈالنے کا اختیار نہیں رکھتے)۔ علاوہ ازیں (یہ) تمہارے بنائے ہوئے بہت سے معبود (جن کو تم پکارتے ہو) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے اور دیگر نیک مسلمان جن و انس تو یہ وہ لوگ ہیں جو خود خدا کے مقرب بندے ہیں اور (اپنے رب کی طرف) مزید قرب حاصل کرنے کے لئے بندوں کی دعاؤں کا (وسیلہ ڈھونڈتے ہیں) اور اس کے لئے دیکھتے ہیں (کہ ان میں سے کون زیادہ قرب والا ہے اور) اللہ کے ہاں اپنے انتہائی قرب کے باوجود (وہ) محض (اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں) اور (واقعی آپ کے رب کا عذاب ڈرنے ہی کی چیز ہے)۔ کیونکہ اس کی سختی بھی بہت ہے اور اس کا وقوع بھی یقینی ہے اس لئے کہ کافروں کی (کوئی بھی بستی نہیں ہے مگر یہ کہ قیامت کے دن سے پہلے ہم اس کو) کبھی نہ کبھی (ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب دینے والے اور (یہ) ہماری طرف سے (لوح محفوظ میں) پہلے سے (لکھی ہوئی ہے)۔

دوسری تنبیہ

کفار مشرکین کی طرف سے غیر معمولی نشانیوں کا مطالبہ مستقل طور پر رہتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ کوہ صفا کو سونا بنا دیجئے یا پہاڑوں کو ہمارے گرد و پیش سے ہٹا کر زراعت کے قابل زمین ہموار کر دیجئے۔ اگر آپ ایسا کر دیں تو ہم آپ کو رسول مان لیں گے۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنۡ كَذَّبَ بِهَا الۡاَوَّلُوۡنَ ؕ وَاٰتَيۡنَا ثَمُوۡدَ النَّاقَةَ مُبۡصِرَةً فَظَلَمُوۡا بِهَا ؕ وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذۡ قُلۡنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡيَا الَّتِىۡۤ اَرَيۡنٰكَ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الۡمَلۡعُوۡنَةَ فِى الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمۡ ۙ فَمَا يَزِيۡدُهُمۡ اِلَّا طُغۡيَانًا كَبِيۡرًا ﴿۶۰﴾ ع

ترجمہ: اور نہیں مانع ہوئی ہم کو اس سے کہ ہم بھیجیں نشانیاں مگر یہ بات کہ جھٹلایا ان کو پہلوں نے۔ اور دی ہم نے ثمود کو اونٹنی بصیرت کے ذریعہ کے طور پر پھر ظلم کیا انہوں نے اس پر۔ اور نہیں ہم بھیجتے نشانیاں مگر ڈرانے کے لئے۔ اور جب کہا ہم نے تجھ سے کہ تیرے رب نے گھیر لیا ہے لوگوں کو۔ اور نہیں بنایا ہم نے نظارے کو جو دکھایا ہم نے تجھ کو مگر آزمائش لوگوں کے لئے اور اس درخت کو جو مذمت کیا گیا ہے قرآن میں۔ اور ہم ڈراتے ہیں ان کو تو نہیں بڑھاتا ان کو مگر بڑی سرکشی میں۔

تفسیر: ایسے فرمائشی نشان دکھانا اگرچہ ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں لیکن پھر ان (نشانیوں کے بھیجنے سے ہمیں صرف یہ بات مانع ہوئی کہ پہلے لوگوں) کو ان کے فرمائشی نشان دکھائے گئے مگر وہ نہ مانے اور انہوں نے (ان نشانیوں کو جھٹلایا اور) اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ (ہم نے) حضرت صالح علیہ السلام کی قوم (ثمود) کی فرمائش پر ان (کو) ایک پہاڑ کی چٹان سے (ایک اونٹنی) ان کے لئے سمجھ و (بصیرت کے ذریعہ کے طور پر) نکال کر (دی) لیکن (پھر) انہوں نے اس سے بصیرت تو کچھ حاصل نہ کی البتہ (اس پر ظلم کیا) کہ اس کو مار ڈالا۔ اور تمہارے احوال سے بھی یہی بات ظاہر ہے کہ اگر تمہاری سب فرمائشیں پوری کر دی جائیں پھر بھی تم ماننے والے نہیں جبکہ معاملہ یہ ہے کہ (ہم) ایسی

فرمائشی (نشانیاں صرف) اس بات سے (ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں) کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو ابھی ہلاک کردیئے جاؤ گے۔ (اور) اے نبی ہم جو کہتے ہیں کہ یہ ایمان نہ لائیں گے تو ایک وجہ یہ ہے کہ ہم کو اپنی صفت علم سے یہ بات پہلے سے معلوم ہے اور اس کے قبل ہم آپ کو اپنے اس علم کی اطلاع بھی دے چکے ہیں چنانچہ آپ وہ وقت یاد کیجئے (جب ہم نے آپ سے) غیر کتابی وحی کے ذریعہ سے (کہا تھا کہ آپ کے رب نے) اپنے علم سے (تمام لوگوں) کے موجودہ اور آئندہ احوال (کا احاطہ کر رکھا ہے اور) ان کے آئندہ کے احوال میں سے یہ ہے کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ان کے بعض واقعات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ (ہم نے آپ کو) معراج کے موقع پر (جو نظارہ کرایا تھا اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے) یعنی زقوم اور تھور کے درخت کی کہ جو جہنم میں کافروں کا طعام ہوگا ہم نے (ان) دونوں چیزوں (کو لوگوں کی آزمائش بنایا) تو انہوں نے ان کی بھی تکذیب کی۔ غرض ان کی تو عادت ہی جھٹلانے کی اور نہ ماننے کی ہے۔ ایسی حالت میں اگر فرمائشی نشانیاں دے دی جائیں اور یہ نہ مانیں تو ان کو نیست و نابود کردیا جائے لیکن اس آخری امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ ایسا نہ کیا جائے اس لئے فرمائشی نشانیوں سے ڈرانے کے بجائے (ہم ان کو) قرآن کی آیتوں کے ذریعہ آخرت کے عذاب سے (ڈراتے رہتے ہیں لیکن یہ) اپنی (بڑی سرکشی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں)۔

ربط: آگے آدم و ابلیس کے قصہ سے اس پر متنبہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بے چون و چرا ماننا فرشتوں کا کام ہے اور اس میں شبہے پیدا کرنا اور اعتراض نکالنا شیطان کا کام ہے۔ یہ کافر بھی بات بات میں کج بحثی کر کے شیطان کی راہ پر چل رہے ہیں اور ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو شیطان کا ہوا۔

وَاِذْ قُلْنَا

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ

خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ (۶۱) قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ

اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا (۶۲) قَالَ

اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا (۶۳)

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ

بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ
وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
سُلْطٰنٌ ۚ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾

ترجمہ: اور جب کہا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کیا انہوں نے سوائے ابلیس کے۔ کہا کیا میں سجدہ کروں جس کو پیدا کیا تو نے مٹی سے۔ کہا دیکھ تو سہی یہ جس کو فضیلت دی تو نے مجھ پر اگر مہلت دے تو مجھ کو قیامت کے دن تک تو میں ضرور قابو کر لوں گا اس کی اولاد کو مگر تھوڑے سے۔ فرمایا تو جا پھر جو کوئی پیروی کرے گا تیری ان میں سے تو جہنم تمہاری سزا ہے سزا پوری۔ اور اکھیڑ دے جس پر تو طاقت رکھے ان میں سے اپنی آواز کے ساتھ اور چڑھا لا ان پر اپنے سوار اور اپنے پیادے اور شریک ہو جا ان کے ساتھ اموال میں اور اولاد میں اور وعدہ دے ان کو اور نہیں وعدہ دیتا ان کو شیطان مگر دھوکے کا۔ بے شک جو میرے بندے ہیں نہیں ہے تیرا ان پر کچھ زور اور کافی ہے تیرا رب کارساز۔

تفسیر: (اور) وہ وقت یاد کرو (جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے) ہی (سجدہ کیا) ابلیس نے نہیں کیا اور (کہا کہ کیا میں ایسے) شخص (کو سجدہ کروں جس کو آپ نے مٹی سے پیدا کیا ہے)۔ اس اعتراض اور تکبر کی وجہ سے جب وہ مردود ہوا تو اس نے کہا (آپ دیکھئے تو سہی یہ) شخص (جس کو آپ نے مجھ پر فضیلت دی ہے) اس میں تو فضیلت و فوقیت کی کوئی بات نہیں ہے اور (اگر آپ مجھے قیامت کے دن تک کی مہلت دیں تو) آپ دیکھیں گے کہ (قدرے قلیل لوگوں کے علاوہ اس کی) ساری (اولاد کو میں ضرور اپنے قابو میں کر لوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا) تو جتنا زور لگا سکتا ہے لگا لے (آدم کی اولاد میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو تیری) اور ان کی یعنی (تم سب کی سزا جہنم ہے پوری پوری سزا۔ اور ان میں سے جس پر تجھے طاقت ہو اسے) اپنے وسوسہ اور ہر برائی کی آواز پر مشتمل (اپنی آواز سے راہ حق سے اکھیڑ دے اور ان پر اپنے سوار اور اپنے پیادے) یعنی جن وانس پر مشتمل اپنے لشکر کو (چڑھا لا) تاکہ سب مل کر گمراہ کرنے میں پورا زور لگائیں (اور تو) اپنے دل میں ارمان نہ رکھ بلکہ لوگوں میں ہر طرح سے اپنی باتوں کی عقیدت بٹھا کر (اموال و اولاد میں ان کا شریک ہو جا اور) ان سے اموال و اولاد کے ذریعہ گمراہی کے کام کروا اور (ان سے) جھوٹے (جھوٹے وعدے کر) کہ نہ کوئی حساب کتاب ہو گا (اور) نہ کوئی قیامت ہو گی۔ جنت تو محض دل خوش کرنے کی

بات ہے اور جہنم کا ڈراوا اس لئے ہے کہ مذہبی طبقہ اپنی اجارہ داری قائم رکھنا چاہتا ہے۔ آگے جملہ معترضہ کے طور پر بتاتے ہیں کہ (شیطان) کے کسی وعدے کو بھی سچا نہ سمجھو وہ (تو) لوگوں سے (محض دھوکہ کا وعدہ کرتا ہے)۔ جملہ معترضہ کے بعد ابلیس کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (جو میرے بندے ہیں) کہ مجھ پر اعتماد و توکل کرتے ہیں (ان پر تیرا کچھ زور نہیں ہوگا اور) ہو بھی کیونکر جب کہ اے نبی (آپ کا رب ان کا کافی کارساز ہے)۔

ربط: اوپر آخر میں خدا کے کارساز ہونے کا ذکر ہوا تو آگے اس کی کارسازی کا نمونہ پیش کرتے ہیں جس میں ایک مشرک کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے سوا کوئی کارساز نہیں ہے۔ اور کارسازی قدرت سے ہوتی ہے اس لئے نہ ماننے والوں کو پھر دھمکی دیتے ہیں کہ ہمیں ہر طرح کی قدرت ہے جہاں چاہیں اور جیسے چاہیں پکڑ لیں۔

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ
فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۶۶ وَاِذَا
مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ
اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝۶۷ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ
بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ
وَكِيْلًا ۝۶۸ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ
عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا
لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ۝۶۹ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ
خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝۷۰ ع

ترجمہ: تمہارا رب وہ ہے جو چلاتا ہے تمہارے لئے کشتی کو دریا میں تاکہ تم تلاش کرو اس کے فضل کو۔ بے شک وہ ہے تم پر مہربان۔ اور جب چھوتی ہے تم کو تکلیف دریا میں تو غائب

ہو جاتے ہیں جن کو تم پکارتے ہو سوائے اس (اللہ) کے۔ پھر جب وہ نجات دیتا ہے تم کو خشکی کی طرف تو تم اعراض کرتے ہو اور ہے انسان بڑا ناشکرا۔ کیا پس با امن ہو گئے تم (اس سے) کہ دھنسا دے تم کو خشکی کی جانب یا بھیج دے تم پر پتھر برسانے والی تند ہوا پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے کارساز۔ یا با امن ہو گئے تم (اس سے) کہ لوٹا دے تم کو دریا میں دوسری مرتبہ پھر بھیجے تم پر ایک سخت طوفان ہوا کا پھر غرق کر دے تم کو بدلے میں تمہارے کفر کے پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے ہم پر اس کا باز پرس کرنے والا۔ اور عزت دی ہم نے اولاد آدم کو اور سواری دی ہم نے ان کو خشکی میں اور دریا میں اور روزی دی ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے اور فوقیت دی ہم نے ان کو بہت سوں پر ان میں سے جن کو پیدا کیا ہم نے۔

تفسیر: اور اپنے رب کی کارسازی کو جاننا ہے تو دیکھو (تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے) نفع کے (لئے کشتی کو دریا میں چلاتا ہے تاکہ تم) تجارت کے لئے دوسرے علاقوں میں جا سکو اور یوں (اس کا فضل) اور رزق (تلاش کرو۔ بے شک وہ تم پر) اور تمہارے حال پر (بہت مہربان ہے) کہ تمہارے نفع کے کیسے کیسے طریقے بنا دیئے۔ (اور جب تم کو دریا میں کوئی ضرر) مثلاً طوفان (پہنچتا ہے) اور غرق ہونے کا ڈر ہوتا ہے (تو) اس وقت (اللہ کے علاوہ اور جن کو تم پکارا کرتے ہو) اور جن کی تم عبادت کرتے ہو (وہ سب) تمہارے دلوں سے (غائب ہو جاتے ہیں) اور تم صرف اللہ ہی کو اپنے بچاؤ کے لئے پکارنے لگتے ہو۔ لیکن (پھر جب اللہ) اپنی کارسازی سے (تمہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم) دوبارہ اللہ کی توحید سے (روگردانی کرنے لگتے ہو اور انسان) تو واقعی (بڑا ناشکرا ہے) کہ مصیبت سے نکلتے ہی حقیقی محسن کو بھول جاتا ہے۔ لیکن کیا تم بھول گئے ہو کہ کارسازی قدرت سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے کام بنانے کی بھی اور کام بگاڑنے کی بھی۔

ہمارے کام بگاڑنے کو بھولنے کی وجہ سے (کیا تم اس بات سے) مطمئن اور (با امن ہو گئے ہو کہ) خشکی کی جانب میں مثلاً اللہ کے حکم سے زلزلہ آ جائے اور زمین شق ہو جائے اور (اللہ تم کو زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے پھر تم اپنے لئے کوئی کارساز نہ پاؤ۔ یا تم اس بات سے مطمئن ہو گئے ہو کہ اللہ) تمہاری کوئی اور ضرورت بنا کر (تم کو دریا میں ایک مرتبہ اور لے جائے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیجے اور پھر تمہارے کفر کے سبب تم کو غرق کر دے۔ پھر) اس غرق کر دینے پر (تم اپنے لئے ہمارے خلاف اس کا باز پرس کرنے والا نہ پاؤ) جو ہم سے تمہارا بدلہ یا خون بہا وصول کر سکے۔

(اور) ہمارے کام بنانے کو بھولنے کی وجہ سے تمہاری اس طرف توجہ نہیں کہ (ہم نے اولاد آدم کو ہر طرح سے عزت دی) مثلاً یہ کہ اس کو اچھی صورت دی اور اس کو تدبیر و عقل اور حواس عطا فرمائے جن

سے وہ اپنے دنیوی اور اخروی نفع ونقصان کو سمجھتی ہے اور ترقی کی راہ پر چلتی ہے۔ اور اس کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا اور اس کے آخری پیغمبر علیہ السلام کو کل مخلوقات کا سردار بنایا۔ (اور) اس کے علاوہ (ہم نے ان کو خشکی میں اور سمندر میں) سفر طے کرنے کے لئے (سواری دی) کہ خشکی میں جانوروں کی پشت پر بیٹھ کر یا دوسری طرح طرح کی گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں اور سمندروں اور دریاؤں کو کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ عبور کرتے ہیں اور خشکی اور سمندر دونوں کو ہوائی جہاز کے ذریعہ قطع کرتے ہیں (اور ہم نے ان کو روزی میں پاکیزہ چیزیں دیں اور) اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ (ہم نے) کئی حیثیت سے (ان کو بہت سی مخلوق پر جس کو ہم نے پیدا کیا فضیلت دی)۔

ربط: اوپر اللہ کی قدرت کا اور اس بات کا ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اولاد آدم کو کئی حیثیت سے عزت دی۔ آگے بتاتے ہیں کہ جیسے دنیا میں اللہ اپنی قدرت سے کام بناتے ہیں اور بگاڑتے ہیں اسی طرح جو دنیا اللہ نے اپنی قدرت سے بنائی ہے ایک دن آئے گا کہ اللہ اپنی قدرت سے اس کو بگاڑ دیں گے اور سب انسانوں کو حساب کتاب کے لئے اٹھائیں گے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کس نے انسانی

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾

عزت کو قائم رکھا اور کس نے اس کو ضائع کیا۔

ترجمہ: جس دن ہم بلائیں گے ہر جماعت کو اس کے سردار کے ساتھ۔ تو جو دیا جائے گا اپنا نامہ اعمال اپنے دائیں ہاتھ میں تو یہ لوگ پڑھیں گے اپنے نامہ اعمال کو اور نہ ظلم کئے جائیں گے ایک دھاگے برابر۔ اور جو رہا اس جہان میں اندھا تو وہ آخرت میں اندھا ہوگا اور بہت دور ہوگا رستہ کے اعتبار سے۔

تفسیر: پھر ایک دن آئے گا جب ہم اس دنیا کو ختم کر دیں گے اور پھر سب لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھائیں گے اور حساب لیں گے کہ کس نے اپنی فطری عزت کو قائم رکھا اور کس نے اس کو ضائع کیا۔ اور یہ اس دن ہوگا (جس دن ہم ہر ایک جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے)۔ مومنوں کے امام نبی، کتاب الٰہی اور علماء حق ہوں گے جب کہ کافروں کے امام ان کے مذہبی سردار،

جھوٹے معبود اور بڑے شیطان ہوں گے۔ اس وقت تمام آدمیوں کے اعمال نامے ان کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے۔ کسی کا نامہ اعمال سامنے سے دائیں ہاتھ میں اور کسی کا پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پہنچے گا (جن لوگوں کو ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے) وہ وہ ہوں گے جنہوں نے اللہ کی فرمانبرداری کر کے اس کی دی ہوئی عزت کو برقرار رکھا (تو یہ لوگ) خوشی خوشی (اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے) بلکہ دوسروں کو بھی پڑھنے کو کہیں گے (اور) کھجور کی گٹھلی کے درمیان موجود ایک باریک (دھاگے کے بقدر بھی وہ ظلم نہ کئے جائیں گے) اور ان کو ان کی محنت کا پورا بلکہ پورے سے بھی زیادہ اجر ملے گا۔ (اور) جس کو اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ وہ ہوگا (جو اس دنیا میں) راہ ہدایت سے (اندھا رہا) اور اس نے اللہ کی نافرمانی کر کے اپنی فطری عزت کو ضائع کر دیا (تو آخرت میں وہ) جنت کے راستہ سے (اندھا ہوگا اور) دنیا کی بنسبت وہ (زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا) کیونکہ دنیا میں تو تلافی کا امکان تھا کہ کسی وقت راہ ہدایت پر لگ جاتا جب کہ آخرت میں ہدایت کے اندھوں کیلئے جنت کے راستہ پر لگنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہوگا۔

ربط: اوپر ایسے اندھوں کا ذکر ہوا جو خود راہ ہدایت سے دور ہیں۔ آگے بتاتے ہیں کہ بعض اندھے ایسے شریر ہیں کہ خود تو راہ پر کیا آتے دوسرے سمجھداروں کو راہ ہدایت سے ورغلاتے ہیں یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ سے یہ تقاضا کیا کہ آپ ہماری خاطر خدا کے بھیجے ہوئے احکام میں سے کچھ ترک کر دیجئے یا بدل دیجئے۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَآ
اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿٧٤﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ
ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾
وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا
لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ
مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿٧٧﴾

ترجمہ: اور وہ چاہتے ہیں کہ پھسلائیں تجھ کو اس سے جو وحی کی ہم نے تیری طرف

تا کہ تو گھڑلے ہم پر اس (وحی) کے سوا۔ اور تب وہ بنالیں گے تجھ کو دوست۔ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ ثابت قدم رکھا ہم نے تجھ کو تو قریب تھا تو کہ مائل ہونے لگے ان کی طرف تھوڑا سا۔ تب ضرور چکھاتے ہم تجھ کو دوگنا مزہ زندگی میں اور دوگنا مرنے میں۔ پھر نہ پاتا تو اپنے لئے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار۔ اور چاہتے ہیں کہ گھبرا دیں تجھ کو زمین سے تا کہ نکالیں تجھ کو اس سے اور تب نہ ٹھہریں گے وہ تیرے پیچھے مگر تھوڑا مثل ان کے طریقے کے جن کو بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے رسولوں میں سے اور نہیں پائے گا تو ہمارے طریقے میں کوئی تفاوت۔

تفسیر: (اور) بعض اندھے ایسے شریر ہیں کہ خود تو راہ پر کیا آتے الٹا (وہ چاہتے ہیں کہ آپ کو) بھی (اس) چیز (سے پھسلا دیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی) یعنی وہ اس کوشش میں لگے ہیں کہ آپ کو مال، ملک اور حسین عورتوں کا لالچ دیتے ہیں (تا کہ آپ) کو ہماری کی ہوئی وحی سے ہٹا دیں جس کی صورت یہ ہو کہ آپ شرک و بت پرستی کے رد پر مشتمل حصہ کو قرآن سے نکال دیں اور اس کی جگہ (اس کے سوا) آپ (ہم پر کچھ گھڑ لیں)۔ اگر العیاذ باللہ آپ بفرض محال ایسا کر گزریں تو (تب وہ آپ کو) گہرا (دوست بنالیں گے)۔ لیکن ان کافروں کے جواب میں آپ نے جو یہ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر تم چاند اتار کر میری ایک مٹھی میں اور سورج اتار کر دوسری مٹھی میں رکھ دو تب بھی میں اس چیز کو چھوڑنے والا نہیں جس کیلئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے یہاں تک کہ وہ کام پورا کروں یا اس راستہ سے گزر جاؤں تو یہ اس وجہ سے کہ ہم نے اپنی قدرت سے آپ کو حق پر ثابت قدم رکھا۔ (اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ کچھ تھوڑا سا ان کی طرف مائل ہونے لگتے اور اس صورت میں ہم آپ کو اس کا) دنیا کی (زندگی میں بھی دوگنا مزہ چکھاتے اور مرنے میں) یعنی برزخ اور آخرت (میں بھی دوگنا مزہ چکھاتے)۔ دوگنا اس لئے کہ آپ ہمارے مقربین میں سے ہیں اور مقربین کو جہاں ہم بڑے بڑے انعامات دیتے ہیں وہاں ان کی غلطی پر گرفت بھی دوگنی ہوتی ہے۔ (پھر آپ ہمارے مقابلہ پر اپنے لئے کوئی مددگار نہ پاتے)۔

(اور وہ) یہ بھی (چاہتے ہیں کہ آپ کو) تنگ کر کے اور (گھبرا کر سرزمین) مکہ (سے نکال دیں) تا کہ آپ کا کام کوئی ٹھکانا نہ پا کر اپنی موت آپ مر جائے (اور) وہ اپنے عقائد اور رسومات پر با امن رہیں۔ لیکن یہ لوگ یہ یاد رکھیں کہ یہ بات ان کو کچھ مفید نہ ہوگی اور (اس صورت میں آپ کے پیچھے یہ تھوڑا عرصہ ہی یہاں رہ سکیں گے کیونکہ یہ ہمارا دستور ان رسولوں میں بھی رہا ہے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا) کہ جب کسی بستی میں خدا کے پیغمبر کو نہ رہنے دیا تو بستی والے خود بھی نہ رہے (اور آپ ہمارے دستور میں کچھ تفاوت نہ پائیں گے)۔ چنانچہ اسی طرح ہوا۔ ان کے ظلم و ستم رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا سبب بنے۔ آپ کا مکہ سے نکلنا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد مکہ کے بڑے بڑے نامور سردار گھروں سے

نکل کر میدان بدر میں نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے اور اس کے چھ سات سال بعد مکہ پر اسلام کا قبضہ ہوگیا، کفار کی حکومت تباہ ہوگئی اور بہت قلیل مدت گزرنے پر مکہ بلکہ پورے جزیرہ عرب میں رسول اللہ ﷺ کا ایک بھی مخالف باقی نہ رہا۔

ربط: اوپر شریروں کے دو منصوبے ذکر ہوئے تو آگے آپ ﷺ کی تسلی کیلئے چند ہدایات اور چند بشارتیں دیتے ہیں۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ
الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ
مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖق عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ
رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ
اَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾
وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ
نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَــُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى
شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع

ترجمہ: قائم رکھ نماز کو سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور (قائم رکھ) قرآن پڑھنا فجر کا۔ بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے حاضری دیا ہوا۔ اور کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ۔ یہ زائد (حکم) ہے تیرے لئے۔ شاید کہ کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب مقام محمود میں۔ اور تو کہہ اے میرے رب داخل کر مجھ کو داخل کرنا سچائی کا اور نکال مجھ کو نکالنا سچائی کا اور بنا دے میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ مددگار۔ اور کہہ آگیا حق اور بھاگ گیا باطل۔ بے شک باطل ہے بھاگنے والا۔ اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے وہ جو شفا ہے اور رحمت ہے مومنوں

کے لئے اور نہیں بڑھاتا (قرآن) ظالم لوگوں کو مگر نقصان میں۔ اور جب نعمت بھیجتے ہیں ہم انسان پر (تو) وہ اعراض کرتا ہے اور پھیرتا ہے اپنا پہلو۔ اور جب چھوتی ہے اس کو تکلیف تو ہو جاتا ہے مایوس۔ کہہ دے ہر کوئی عمل کرتا ہے اپنے طریقہ پر سو تمہارا رب خوب جانتا ہے اس کو جو خوب پانے والا ہو راستے کو۔

تفسیر: اے نبی آپ ان شریروں کے منصوبوں کی کچھ فکر نہ کیجئے اور پوری تسلی رکھئے۔ اس کے لئے ہم آپ کو کچھ ہدایات دیتے ہیں ان پر عمل کیجئے اور کچھ بشارتیں دیتے ہیں۔

پہلی ہدایت: فرض نمازوں کو قائم رکھئے

(سورج کے ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے) ہونے (تک نمازوں) میں سے جو فرض ہیں یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء آپ ان (کو) ٹھیک ٹھیک (قائم کیجئے (اور) اسی طرح (فجر) کی نماز میں (قرآن پڑھئے کو قائم کیجئے۔ فجر) کی نماز (میں قرآن) پڑھنے کو علیحدہ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ وقت اور وہ (پڑھنا) فرشتوں کی جانب سے (حاضری دیا ہوا) ہوتا (ہے) اور ان کی حاضری اور موجودگی مزید برکت وسکینت کا موجب ہوتی ہے۔

دوسری ہدایت: تہجد کی نماز کا اہتمام کیجئے

(اور آپ رات کا کچھ حصہ جاگتے رہئے قرآن) پڑھنے (کے ساتھ) یعنی تہجد پڑھئے اور اس میں قرآن پاک کی تلاوت کیجئے (یہ) اور لوگوں کے مقابلہ میں (آپ کے لئے زائد حکم ہے)۔ ان دو باتوں کی ہدایت اس لئے کی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا تعلق مضبوط ہو اور تعلق مع اللہ وہ چیز ہے جو انسان کو تمام مشکلات پر غالب کرتی ہے۔

پہلی بشارت: مقام محمود پر سرفرازی کا وعدہ

شاہی انداز میں وعدہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (شاید کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا فرمائے) جو شفاعت کبریٰ کا مقام ومرتبہ ہے۔ جب کوئی پیغمبر نہ بول سکے گا اس وقت آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے حساب کتاب شروع کرنے کی درخواست کر کے خلقت کو انتظار کی تکلیف سے چھڑائیں گے۔ اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ ﷺ کی حمد وتعریف ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف کریں گے۔

تیسری ہدایت: اللہ تعالیٰ سے مخصوص حالات کے موافق دعا کیجئے

(اور) ان مخصوص حالات میں اللہ تعالیٰ سے یوں (دعا کیجئے کہ اے میرے رب) جہاں آپ نے

مجھے پہنچانا اور داخل کرنا ہے مثلاً مدینہ میں تو اس میں (مجھ کو داخل کیجئے سچائی کا داخل کرنا) یعنی آبرو اور خوش اسلوبی سے داخل کیجئے کہ اس میں حق کا بول بالا رہے (اور) جہاں سے (آپ) نے مجھے نکالنا ہے مثلاً مکہ سے تو وہاں سے (نکالئے مجھ کو سچائی کا نکالنا) یعنی جو آبرو اور خوش اسلوبی سے ہو کہ اس میں دشمن کی ذلت اور خواری ہو (اور میرے لئے اپنے پاس سے ایسا غلبہ بنا دیجئے جو) آپ کی مدد و نصرت سے (مددگار رہو)۔

دوسری بشارت: حق غالب ہوگا اور باطل مغلوب ہوگا

(اور آپ کہہ دیجئے کہ حق آ گیا اور) وہ غالب ہونے کو ہے جب کہ (باطل) اور کفر و شرک (بھاگنے) کو اور مغلوب ہونے کو (ہے اور باطل کو تو بھاگنا ہی ہے) اور اگر چہ یہ پیش گوئی مکہ مکرمہ میں کی گئی لیکن چند سالوں میں ہی یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور نہ صرف مکہ مکرمہ سے بلکہ پورے عرب سے قرب قیامت تک کے لئے کفر نکل گیا۔

نقد تسلی: اعطائے قرآن

آئندہ کی ان مذکورہ بالا بشارتوں کے علاوہ آپ کی تسلی کے لئے ایک نقد چیز یہ ہے کہ (ہم آپ پر قرآن کی آیتیں اتارتے ہیں جو مومنوں کے حق میں شفا ہیں) کہ ان سے عقائد باطلہ، اخلاق ذمیمہ اور شکوک وشبہات کی بیماریاں دور ہوتی ہیں جب کہ بسا اوقات اس کی مبارک تاثیر سے بدنی صحت بھی حاصل کی جاتی ہے کیونکہ اصل تاثیر اللہ کے نام اور اس کے کلام میں ہوتی ہے۔ (اور) پھر یہ آیتیں مومنوں کے حق میں (رحمت) بھی (ہیں) کیونکہ وہ اس نسخہ شفا کو استعمال کرتے ہیں اور تمام قلبی و روحانی بیماریوں سے نجات پاکر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بنتے ہیں۔ اور جیسے جو مریض اپنی جان کا دشمن ہو اور وہ طبیب سے اور علاج سے دشمنی کرنے کی ٹھان ہی لے تو ظاہر ہے کہ وہ جس قدر علاج و دوا سے نفرت کر کے دور بھاگے گا اسی قدر نقصان اٹھائے گا کیونکہ زیادہ عرصہ علاج نہ کرنے سے مرض مہلک بن جاتا ہے اسی طرح قرآن نسخہ شفا ہے لیکن روحانی بیماریوں کے مریض جن کو عقائد باطلہ اور اخلاق ذمیمہ اور شکوک وشبہات کے روگ لگے ہیں وہ جب اس نسخہ کو استعمال نہیں کرتے (اور) اس سے دور بھاگتے ہیں تو اس سے ان کی بیماریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے ان کا نقصان مزید بڑھ جاتا ہے۔ تو حقیقت میں یہ نقصان قرآن کی طرف سے نہیں ہے خود ان ظالموں کی اپنی وجہ سے ہے لیکن چونکہ ایسا قرآن سے دوری اختیار کرنے کی وجہ سے ہے اس لئے مجازاً قرآن کی طرف نسبت کر کے کہا جا سکتا ہے کہ (قرآن ان ظالموں کے نقصان کو بڑھاتا ہے)۔

(اور) ایسے ظالم انسان کا یہ حال ہوتا ہے کہ کسی حالت میں اس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق نہیں ہوتا (ہم جب اس انسان پر نعمت بھیجتے ہیں تو وہ) ہماری شکر گزاری سے غفلت و (اعراض کرتا ہے اور) ہماری بندگی کے فریضہ سے (اپنا پہلو بچاتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو) ایک دم (ناامید ہو کر رہ جاتا ہے)۔ ایسے لوگوں سے (آپ کہہ دیجئے کہ) دنیا میں (ہر شخص) خواہ وہ کافر ہو یا مومن ہو اور وہ قرآن سے فائدہ اٹھانے والا ہو یا اعراض کرنے والا ہو (اپنے) مذہب اور (طریقے پر عمل کرتا ہے) اور اسی میں مگن رہتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے مذہب اور طریقے میں مگن ہو لیکن یہ یاد رکھو کہ کسی شخص کا کوئی بھی عمل اللہ کے علم محیط سے باہر نہیں ہو سکتا۔ (اور تمہارا رب بخوبی جانتا ہے کہ کون راہ حق کو خوب پانے والا ہے) اور کون اس سے کتنا بھٹکا ہوا ہے اور ہر ایک کے ساتھ اسی کے موافق برتاؤ کرے گا۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ کافر و ظالم لوگ قرآن جیسے نسخہ کیمیا سے اعراض کرتے ہیں۔ آگے بتاتے ہیں کہ قرآن سے تو اعراض کرتے ہیں لیکن محض سرکشی و عداوت کی وجہ سے غیر ضروری مسائل میں جھگڑتے رہتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہود کے مشورہ سے کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے ہوئے کہ ہمیں روح کی حقیقت و ماہیت بتائیے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ
الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

ترجمہ: اور یہ سوال کرتے ہیں تجھ سے روح کے بارے میں۔ تو کہہ دے روح ہے میرے رب کے حکم سے اور (اے مشرکو) نہیں دیئے گئے تم علم مگر تھوڑا۔

تفسیر: (اور یہ) ظالم لوگ قرآن جیسے نسخہ کیمیا سے تو اعراض کرتے ہیں لیکن غیر ضروری باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اپنی اس روش کے تحت وہ (آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں) کہ اس کی حقیقت و ماہیت کیا ہے حالانکہ اس کے جاننے کے ساتھ کوئی دنیوی یا اخروی فائدہ متعلق نہیں ہے۔

(آپ) جواب میں (فرمائیے کہ روح) کے متعلق جس قدر علم سے تمہیں فائدہ ہو سکتا ہے وہ ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں وہ یہ کہ روح ایسی چیز ہے جو (میرے رب) کی مخلوق ہے اور اس (کے حکم سے) بنی (ہے)۔ رہا اس کی ماہیت و حقیقت کا علم تو تم اس کو رہنے دو کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم تو بدیہی باتوں کو ماننے پر تیار نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تم علم کے دشمن ہو طالب نہیں ہو (اور) دوسری بات یہ

ہے کہ اس کو سمجھنا بہت سے علم پر موقوف ہے جب کہ (تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے)۔

انسانی روح کی حقیقت اور اس کے معاملات

قرآن پاک میں ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ (سورہ بنی اسرائیل: 85)

یہ (یہودی) لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ جواب میں یہ فرما دیجئے کہ روح (کے متعلق اس وقت اجمالی طور پر بس اتنا جان لو کہ وہ) ایک چیز ہے جو میرے رب کے حکم سے بنی ہے۔

کائنات کی ہر ہر چیز میں اس کے مناسب شان روح ہوتی ہے

قرآن پاک میں ہے

وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ. (سورہ بنی اسرائیل: 44)

ہر ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ تسبیح حالی نہیں ہے بلکہ قولی ہے کیونکہ تسبیح حالی کو تو لوگ سمجھ ہی لیتے ہیں۔ اور جو تسبیح و تحمید قولی ہو اس کے لئے تسبیح و تحمید کرنے والے میں کسی قدر شعور کا ہونا ناگزیر ہے اور ذی شعور حقیقت روح ہوتی ہے۔ تو اس آیت کی رو سے عالم کی ہر شے میں روح ہوتی ہے خواہ وہ شے ظاہری اعتبار سے ذی حیات ہو یا نہ ہو۔

انسانوں کی ارواح پہلے سے موجود ہیں

قرآن پاک میں ہے

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِىْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى (سورہ اعراف: 172)

اور جب آپ کے رب نے (عالم ارواح میں آدم علیہ السلام کی پشت سے تو خود ان کی اولاد کو اور اولاد آدم کی پشت سے (سلسلہ بسلسلہ) ان کی اولاد (کی ارواح) کو (چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کے قالب میں) نکالا اور چونکہ ارواح شعور رکھتی ہیں اس لئے ان کو سمجھ عطا کر کے) ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے (اس عقل خداداد سے اصل حقیقت کو سمجھ کر) جواب دیا کہ کیوں نہیں (واقعی آپ ہی ہمارے رب ہیں)۔

ارواح کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیدا کردہ نور سے بنایا ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِأَبِیْ أَنْتَ وَ أُمِّیْ أَخْبِرْنِیْ عَنْ أَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْأَشْیَاءِ قَالَ یَا جَابِرُ إِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ فَجَعَلَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَدُوْرُ بِالْقُدْرَۃِ حَیْثُ شَاءَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا جَنَّۃٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَکٌ وَلَا سَمَاءٌ وَلَا أَرْضٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جِنِّیٌّ وَلَا إِنْسِیٌّ فَلَمَّا أَرَادَ اللّٰہُ أَنْ یَخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَّمَ ذٰلِکَ النُّوْرَ أَرْبَعَۃَ أَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ الْقَلَمَ وَمِنَ الثَّانِی اللَّوْحَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْعَرْشَ ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ أَرْبَعَۃَ أَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْأَوَّلِ حَمَلَۃَ الْعَرْشِ وَمِنَ الثَّانِی الْکُرْسِیَّ وَمِنَ الثَّالِثِ بَقِیَّۃَ الْمَلَائِکَۃِ ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ أَرْبَعَۃَ أَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْأَوَّلِ السَّمَاوَاتِ وَ مِنَ الثَّانِی الْأَرْضِیْنَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ...... (عبدالرزاق)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر اشیاء کی تخلیق سے پہلے سب سے پہلی چیز کیا پیدا کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے دیگر اشیاء کی تخلیق سے پہلے اپنے (علم میں موجود خزانہ) نور سے تمہارے نبی (کی روح اور تمام مخلوقات کی ارواح) کا (مادہ ایک) نور پیدا کیا (اور چونکہ وہ جزو جس سے رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ کی تخلیق کی گئی اس مادہ میں مرکزہ کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے پورے مادہ نور کی نسبت شرافت کے طور پر آپ ﷺ کی طرف کی گئی۔) وہ (مادہ) نور اللہ کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا گردش کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح محفوظ تھی۔ نہ قلم تھا نہ جنت تھی نہ دوزخ تھی نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ سورج تھا نہ چاند تھا اور نہ کوئی جن تھا نہ کوئی انسان تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق (کی ارواح) کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا (یعنی جب اللہ تعالیٰ کے ازلی علم و ارادہ میں ارواح کی پیدائش کا جو وقت تھا وہ ہوا) تو اس نور کے چار حصے کئے۔ پہلے حصہ سے قلم (کی روح) کو دوسرے سے لوح (محفوظ کی روح) کو اور تیسرے سے عرش (کی روح) کو پیدا کیا اور چوتھے حصہ کے آگے چار جزو کئے۔ ان میں سے پہلے جزو سے حاملین عرش (کی ارواح) کو دوسرے سے کرسی (کی روح) کو تیسرے سے باقی فرشتوں (کی ارواح) کو پیدا کیا اور چوتھے جزو کے پھر چار ٹکڑے کئے۔ ان میں سے پہلے ٹکڑے سے آسمانوں (کی ارواح) کو دوسرے سے زمینوں (کی ارواح) کو تیسرے سے جنت و دوزخ کی ارواح کو پیدا کیا......

انسانی روح جسمانی حیات (Life) سے علیحدہ چیز ہے

جب جنین کی عمر ایک سو بیس دن یعنی چار ماہ کی ہو جاتی ہے اس وقت اس میں روح ڈالی جاتی ہے حالانکہ جنین میں حیات (Life) تو شروع دن سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں نشوونما کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ ...... يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا کہ تم میں سے ہر ایک کی ابتدائی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں کی جاتی ہے (چالیس چالیس دن کے تین مراحل میں) چالیس دن مرحلہ نطفہ میں پھر اتنی مدت مرحلہ علقہ میں اور پھر اتنی ہی مدت مرحلہ مضغہ میں پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (یہ بات معلوم رہے کہ مرحلہ نطفہ اور مرحلہ علقہ وغیرہ یہ ان کے مراحل کے نام ہیں یہ نہیں کہ اس پورے مرحلہ میں نطفہ رہتا ہے یا علقہ رہتا ہے)۔

زندگی میں بھی روح نیند اور بے ہوشی میں جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے لیکن آپس میں تعلق قائم رہتا ہے

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى إِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (سورہ زمر: 42)

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا۔ اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور چھوڑ دیتا ہے دوسروں کو ایک مقررہ وقت تک۔

اس آیت میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواح کو نیند میں کھینچ لیتے ہیں اور سوئے ہوئے آدمی کی روح اس کے جسم سے خارج ہوتی ہے لیکن جسم کے ساتھ اس کا تعلق منقطع نہیں ہوتا۔ جب کسی حادثہ یا بیماری کے سبب جسمانی حیات باقی نہیں رہ سکتی تو روح کو جسم سے نکال لیا جاتا ہے۔

نیند میں جب روح جسم سے آزاد ہوتی ہے تو دیگر زندوں اور مردوں کی روحوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے

عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنِّيْ أَسْجُدُ عَلٰى جَبْهَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّ الرُّوْحَ لَيَلْقَى الرُّوْحَ فَأَقْنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰكَذَا قَالَ عَفَّانُ بِرَأْسِهٖ إِلٰى حَلْقِهٖ فَوَضَعَ جَبْهَتَهٗ عَلٰى جَبْهَةِ النَّبِيِّ ﷺ (نسائی).

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں نبی ﷺ کے ماتھے پر سجدہ کر رہا

ہوں (یعنی آپ کے ماتھے سے میں نے اپنا ماتھا لگا رکھا ہے)۔ میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا (اس خواب کی حقیقت یہ ہے کہ نیند میں سوئے ہوئے کی) روح (جسم سے نکل کر دیگر زندوں اور فوت شدہ) کی روحوں سے ملاقات کرتی ہے۔ (اور یہ بات بھی سچے خواب کا سبب بنتی ہے۔ حدیث کے راوی) عفان کہتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ (ان کے خواب کو سچا کرنے کیلئے) اپنا سر جھکا دیا اور حضرت خزیمہ نے اپنی پیشانی رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر رکھ دی۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَدِيْنَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتّٰى مَاتَ فَرَاٰهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِيْ مَنَامِهِ فَرَاٰهُ وَ هَيْئَتُهُ حَسَنَةٌ وَرَاٰهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَلِيْ بِهِجْرَتِيْ إِلٰى نَبِيِّهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ مَالِيْ أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيْلَ لِيْ لَنْ يُصْلَحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَّ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ. (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب نبی ﷺ نے مدینہ (منورہ) کی طرف ہجرت کی تو آپ کی طرف حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ مدینہ کی آب و ہوا ان کو راس نہ آئی اور وہ شخص بیمار ہوگیا اور (بیماری سے) اتنا پریشان ہوا کہ مجبور ہو کر اس نے اپنے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کے ہاتھوں سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ (کی روح کی نیند میں اس شخص کی روح سے ملاقات ہوئی جس کی وجہ سے طفیل رضی اللہ عنہ) نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ اچھی ہیئت میں ہے اور دیکھا کہ اس نے اپنے ہاتھوں کو ڈھانپ رکھا ہے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ (تمہارے مرنے کے بعد) تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اپنے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی وجہ سے میری بخشش کر دی۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات؟ تم نے اپنے ہاتھ کیوں ڈھانپ رکھے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ جو تم نے خود کاٹ کر بگاڑے ہیں ہم ان کو درست نہ کریں گے (اور چونکہ وہ درست نہیں ہوئے اس لئے میں نے ان کو ڈھانپ رکھا ہے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ (اے اللہ) اس شخص کے ہاتھوں کو بھی بخش دیجئے۔

موت کے وقت فرشتے روح کو نکال لیتے ہیں اور روح اپنے عقائد و عمل کے موافق یا تو خوشبودار ہوتی ہے یا بدبودار ہوتی ہے

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ أَتَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِیْرَةٍ بَیْضَاءَ فَیَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِیْ رَاضِیَةً مَرْضِیًّا عَنْكِ إِلٰى رَوْحِ اللّٰهِ وَ رَیْحَانٍ وَرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَأَطْیَبِ رِیْحِ الْمِسْكِ حَتّٰى أَنَّهُ لَیُنَاوِلُهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى یَاتُوْا بِهٖ أَبْوَابَ السَّمَاءِ فَیَقُوْلُوْنَ مَا أَطْیَبَ هٰذِهِ الرِّیْحَ الَّتِیْ جَاءَ تْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ...... وَأَنَّ الْكَافِرَ إِذَا احْتُضِرَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَیَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِیْ سَاخِطَةً مَسْخُوْطاً عَلَیْكِ إِلٰى عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَتَخْرُجُ كَأَنْتَنِ رِیْحِ جِیْفَةٍ حَتّٰى یَاتُوْنَ بِهٖ إِلٰى بَابِ الْأَرْضِ فَیَقُوْلُوْنَ مَا أَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّیْحَ. (احمد و نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مومن کی موت آتی ہے تو (ملک الموت کے ساتھ) رحمت کے فرشتے (اس کے پاس) سفید ریشم لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں (اے نیک روح اللہ سے) راضی ہو کر اور اللہ کی پسندیدہ ہو کر راحت اور خوشبو کی طرف نکل......تو وہ مشک کی عمدہ ترین خوشبو کی طرح خوشبو دار ہو کر نکلتی ہے اور فرشتے ریشم میں لپیٹتے ہیں اور باری باری اس کو لے کر آسمان کے دروازوں پر پہنچتے ہیں تو وہاں کے فرشتے بھی کہتے ہیں یہ کیسی عمدہ خوشبو ہے جو تمہارے پاس زمین سے آئی ہے......اور جب کافر کی موت آتی ہے تو ملک الموت کے ساتھ عذاب کے فرشتے اس کے پاس ٹاٹ لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں اے بری روح اللہ سے ناراض ہو کر اور اللہ کی ناراضگی کے ساتھ اللہ عزوجل کے عذاب کی طرف نکل تو وہ مردار کی انتہائی سڑاند کی طرح بدبودار ہو کر نکلتی ہے۔ فرشتے اس کو ٹاٹ میں لپیٹتے ہیں اور اس کو لے کر آسمان دنیا پر آتے ہیں تو وہاں کے فرشتے بھی کہتے ہیں کہ یہ کتنی بری سڑاند ہے۔

جب روح نکالی جاتی ہے تو آنکھیں اس کا پیچھا کرتی ہیں

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى أَبِیْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ فَأَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الرُّوْحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ. (مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں (ان کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی)۔ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان کی آنکھیں بند کیں اور فرمایا کہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کا پیچھا کرتی ہیں۔

تنبیهات: 1- انسان کے اندر شعور و ادراک کرنے والی اور ارادہ رکھنے والی اور کسب کرنے والی اصل چیز روح ہوتی ہے۔ روح اپنے کام میں جسمانی اور دماغی اعضاء اور قوتوں کو اپنے آلہ کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ ان آلات میں خلل آنے سے ظاہری طور پر جسمانی اور دماغی کاموں میں فرق آتا ہے

لیکن روح کی اپنی صلاحیتیں متاثر نہیں ہوتیں۔

2- قرآن پاک میں روح کو نفس بھی کہا گیا ہے۔ پھر کہیں اس کی صفت مُطْمَئِنَّهٗ ذکر کی گئی ہے اور کہیں اَمَّارَهٗ اور کہیں لَوَّامَهٗ۔ روح اور نفس تو ایک چیز ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے اس کے تین نام ہو گئے ہیں۔ اگر نفس عالم علوی کی طرف مائل ہو اور اللہ کی عبادت و فرمانبرداری میں اس کو خوشی حاصل ہو اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کرے تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ یَـآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْـمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (سورہ الفجر) اور اگر عالم سفلی کی طرف جھک پڑے اور دنیا کی لذات و خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت ہو اور شریعت کی پیروی سے بھاگے تو اس کو نفس امارہ کہتے ہیں کیونکہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے وَ مَـآ اُبَرِّئُ نَـفْسِـیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِـالسُّوْٓءِ اِلَّا مَـا رَحِمَ رَبِّیْ (سورہ یوسف۔ رکوع 7) اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف جھکتا ہے اور شہوت و غضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالم علوی کی طرف مائل ہو کر ان چیزوں کو برا جانتا ہے اور ان سے بچتا ہے اور کوئی برائی یا کوتاہی ہو جانے پر شرمندہ ہو کر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے تو اس کو نفس لوامہ کہتے ہیں۔

ربط: آگے بتاتے ہیں کہ یہ لوگ ایسے قرآن سے اعراض کرتے ہیں جس کی خوبیوں میں سے دو خوبیاں یہ ہیں کہ ایک تو کوئی اس کی مثل نہیں بنا سکتا اور دوسرے اس میں ایک ایک بات کو طریقے طریقے سے سمجھایا گیا ہے۔ ایسے قرآن سے اعراض کی وجہ محض ناقدری ہے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ثُمَّ لَا تَجِدُ
لَکَ بِهٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ کَانَ
عَلَیْکَ کَبِیْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا
بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ
فَاَبٰٓی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

ترجمہ: اور اگر ہم چاہیں تو ہم لے جائیں اس کو جو وحی کی ہم نے تیری طرف پھر نہیں پائے گا تو اپنے لئے اس کے لانے کو ہم پر کوئی حمایتی مگر رحمت سے تیرے رب کی۔ بے شک اس کا فضل ہے تجھ پر بڑا۔ کہہ دے اگر جمع ہو جائیں انسان اور جن اس پر کہ لائیں مثل اس

قرآن کے نہیں لائیں گے اس کی مثل اگر چہ ہوان کا بعض دوسرے کا مددگار۔اور پھیری ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر مثال سے۔سوانکار کیا اکثر لوگوں نے مگر ناشکری کا۔

تفسیر: (اور اگر ہم چاہیں تو جو) کچھ (ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اس سب کو) چھین (لے جائیں) اور وہ کہیں نہ رہے نہ خارج میں کسی چیز پر لکھا رہے اور نہ ذہن میں رہے (پھر اس) وحی اور قرآن (کے) واپس لانے (کے لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے مگر یہ آپ کے رب ہی کی رحمت ہے) کہ ایسا نہیں کیا۔(بے شک آپ پر اس کی بڑی رحمت) وعنایت (ہے) اور چھیننے کی کوئی وجہ نہیں۔صرف اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ اللہ کی بڑی قدرت ہے، ہر کمال اور ہر نعمت سب اسی کی عطا کردہ ہے۔اور (آپ کہہ دیجئے کہ) پھر قرآن جیسی نعمت جس کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ وہ بے مثال ہے یہاں تک کہ (اگر تمام انسان اور جن سب اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل بنا لائیں تب بھی اس کی مثل نہ لا سکیں گے اگر چہ ان کے بعض دوسرے کے) یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار ہو) جائیں (اور) دوسری خوبی یہ ہے کہ (ہم نے لوگوں) کو سمجھانے (کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کا مضمون پھیر پھیر کر) طرح طرح سے بیان کیا ہے۔(سو اکثر) لوگوں (نے) جو کہ ایسے قرآن سے اعراض کرتے ہیں گویا (سوائے ناشکری کے اور سب باتوں کا انکار کیا) ہے یعنی قدردانی اور شکر کو چھوڑ کر ناقدری اور ناشکری کو اختیار کیا ہے۔

ربط: اوپر بتایا کہ کسی کے بس کی بات نہیں کہ قرآن کی مثل بنا سکے جس کا مطلب ہے کہ وہ معجزہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر دلیل ہے۔اس معجزے اور دلیل نبوت کو نظر انداز کر کے کفار دوسرے معجزے طلب کرتے ہیں جس کی وجہ محض سرکشی ہے۔

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ
لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ
عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا
زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ
لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ
حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا

بَشَرًا رَّسُوْلًا ع (۹۳)

ترجمہ: اور کہتے ہیں ہرگز ہم ایمان نہ لائیں گے تجھ پر یہاں تک کہ تو جاری کردے ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جائے تیرے لئے ایک باغ کھجور کا اور انگور کا پھر تو بہائے نہریں اس کے بیچ میں چلا کر یا تو گرائے آسمان کو جیسا کہ تو دعوی کرتا ہے ہم پر ٹکڑے ٹکڑے یا تو لے آئے اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے یا ہو تیرے لئے ایک گھر سونے کا یا تو چڑھ جائے آسمان میں اور (اس پر بھی) ہرگز ہم ایمان نہ لائیں گے تیرے چڑھنے پر یہاں تک کہ تو اتار لائے ہم پر ایک کتاب پڑھیں ہم جس کو۔ تو کہہ پاک ہے میرا رب۔ نہیں ہوں میں مگر بشر بھیجا ہوا۔

تفسیر: (اور یہ لوگ) قرآن جیسے معجزہ کا انکار کرتے ہیں اور آپ کی نبوت کے ثبوت میں دوسرے معجزے طلب کرتے ہوئے یوں (کہتے ہیں کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لئے) مکہ کی (زمین میں چشمہ جاری کردو یا) خاص (تمہارے لئے کھجور اور انگور کا کوئی باغ ہو پھر اس باغ کے بیچ) بیچ (میں) جگہ جگہ بہت سی (نہریں جاری کردو یا جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو تم آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دو یا تم اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کرو) کہ ہم کھلا کھلا دیکھ لیں اور وہ ہمارے سامنے گواہی دیں کہ تم سچے ہو (یا تمہارے پاس سونے کا) بنا ہوا (گھر ہو یا تم) ہمارے سامنے (آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم) تو (تمہارے آسمان پر چڑھنے کا) بھی (ہرگز یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم) وہاں سے ہمارے پاس (ایک کتاب اتار لاؤ جس کو ہم پڑھ) بھی (لیں۔ آپ) ان سب خرافات کے جواب میں (فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں تو محض بشر ہوں) خدا نہیں ہوں کہ یہ خرق عادت اور غیر مقدور العبد کام اپنی طاقت سے کرسکوں۔ اور رہی یہ بات کہ میں اللہ کے (رسول ہونے کا دعویدار (ہوں) تو رسول ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو خدائی اختیارات ملتے ہیں بلکہ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ اس کو اللہ کی طرف سے جو حکم ملے وہ اس کو کھول کرامت کو پہنچا دے۔

ربط: اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہلوایا گیا کہ میں تو فقط بشر اور رسول ہوں تو کفار نے قرآن سے اعراض کرنے کے لئے اسی کو بنیاد بنا لیا اور کہنے لگے کہ کوئی بشر بھی ہو اور رسول بھی ہو یہ نہیں ہوسکتا اگر خدا کو رسول بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو اتارتا۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى

اِلَّآ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۴﴾ قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰٓـئِكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّيۡنَ لَـنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَـكًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۵﴾

ترجمہ: اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب آئی ان کے پاس ہدایت مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا کہ کیا بھیجا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر۔ تو کہہ اگر ہوتے زمین میں فرشتے چلتے بستے تو اتارتے ہم ان پر آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر۔

تفسیر: (اور جس وقت ان لوگوں کے پاس) ہمارے رسول اور ہماری کتاب کی صورت میں (ہدایت آئی تو) انہوں نے بجائے اس کے کہ اس پر ایمان لاتے اس کا انکار کیا۔ اور (ان کے ایمان لانے سے جو) زیادہ نمایاں (بات مانع ہوئی وہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے) بشریت اور رسالت کو ایک دوسرے کی ضد سمجھا جس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے خود یہ بھی (کہا کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟) ایسا نہیں ہوسکتا۔ (آپ) ہماری طرف سے جواب میں ان کو (فرما دیجئے کہ اگر زمین میں) آدمیوں کی طرف فرشتہ کو اس کی اصل صورت میں بھیجا جائے تو آدمیوں کی آنکھیں اور دل اس کا تحمل نہ کر سکیں گے اور اگر آدمی کی صورت میں آئے تو پھر حسب سابق اپنے شبہ میں پڑے رہیں گے۔ ہاں اگر زمین میں (فرشتے چلتے بستے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے ضرور کوئی فرشتہ رسول بنا کر اتارتے) کیونکہ ان کے حق میں اتمام حجت اسی طرح ہوتی۔

ربط: ان سب شبہات کے جواب کے باوجود اگر وہ انکار کئے جائیں تو آپ ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیجئے۔

قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًۢا بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ‌ۚ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِهٖ‌ؕ

ترجمہ: تو کہہ دے کافی ہے اللہ گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان۔ بلاشبہ وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور جس کو ہدایت دے اللہ تو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو گمراہ کرے تو ہرگز نہ پائے گا تو ان کے لئے مددگار اس (اللہ) کے سوا۔

تفسیر: جب دلائل دیئے جانے اور شبہات دور کئے جانے کے باوجود یہ لوگ نہیں مانتے تو

(آپ) ان کے معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دیجئے اور ان سے (کہہ دیجئے کہ) اچھا اب (میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہیں) کیونکہ (وہ بلاشبہ اپنے بندوں کو خوب جاننے والے) اور ان کے تمام اعمال و احوال کو (دیکھنے والے ہیں اور) جس طرح ماننے نہ ماننے کے بارے میں تمہارے کسب کا بھی اعتبار ہے اسی طرح کسب سے بھی بڑھ کر مؤثر حقیقی کا اعتبار ہے جو اللہ تعالیٰ ہے وہ (جس کو ہدایت دے) بس (وہی ہدایت یافتہ ہے اور) آخرت میں اللہ کی رحمت کا مستحق ہے اور (جس کو گمراہ کردے تو) وہ آخرت کے عذاب کا مستحق ہے اور (ان) جیسے (لوگوں کے لئے اللہ کے علاوہ) جتنے ہیں جن کی مدد کا ان کو بھروسہ ہے آپ ان میں سے (کوئی مددگار نہ پائیں گے)۔

ربط: اوپر کے مضامین سے معلوم ہوا کہ یہ کفار عرب رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اور قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کے منکر تھے۔ آگے بتاتے ہیں کہ یہ آخرت کے بھی منکر ہیں اور پھر ان کے انکار کا جواب دیتے ہیں۔

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى
وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ
سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا
عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ
اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ
وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

ترجمہ: اور ہم اکٹھا کریں گے ان کو قیامت کے دن ان کے چہروں کے بل اندھے بہرے اور گونگے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب بھی وہ دھیمی ہونے لگے گی بڑھا دیں گے ہم ان پر آگ کو۔ یہ ان کی سزا ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور کہا کہ کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں اور چورا کیا ہم اٹھائے جائیں گے نئے بنا کر۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ اللہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو (وہ) قادر ہے اس پر کہ پیدا کردے ان کی مثل اور اس نے مقرر کر رکھی ہے ان کے لئے ایک میعاد۔ نہیں ہے کوئی شک اس میں۔ تو انکار کیا ظالم لوگوں نے مگر کفر کا۔

تفسیر: گمراہ رہنے کی صورت میں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا (اور) وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے جس کی صورت یہ ہوگی کہ (ہم ان کو قیامت کے دن) اس حال میں (اکٹھا کریں گے) کہ ایک تو وہ اپنے (منہ کے بل) چلیں گے اور دوسرے وہ (اندھے، بہرے اور گونگے) ہوں گے۔ پھر (ان کا ٹھکانا جہنم ہے) جس کی آگ کی یہ کیفیت ہوگی کہ (جب بھی وہ) ذرا (دھیمی ہونے لگے گی تو ہم اس) آگ (کو ان پر مزید) بھڑکا کر (بڑھا دیں گے) اور اگر بدن جل کر تکلیف کم ہونے لگے گی تو ہم پھر نئی کھال چڑھا دیں گے۔ غرض عذاب کو معین مقدار سے کم نہ ہونے دیں گے۔ (یہ ان کی سزا ہے) ایک (اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری) تکوینی اور قرآنی (آیتوں کا انکار کیا اور) دوسرے اس وجہ سے کہ آخرت کا انکار کرتے ہوئے (انہوں نے کہا کہ جب ہم ہڈیاں اور) ان کا بھی (چورا) اور ریزہ ریزہ (ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے بنا کر اٹھائے جائیں گے؟) یہ ناممکن بات ہے اور ایسا کبھی نہ ہوگا۔ (کیا ان لوگوں کو اتنا علم نہیں کہ جس اللہ نے) اتنے بڑے بڑے (آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ) اس پر بطریق اولی (قادر ہے کہ ان جیسے آدمیوں کو) نئے سرے سے (پیدا کر دے۔ اور) اس پر ممکن ہے کہ یہ لوگ کہیں کہ آخر اتنے آدمی مر چکے ہیں وہ اب تک کیوں نہیں اٹھائے گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے ان کے) دوبارہ زندہ ہونے کے (لئے ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے جس) کے آنے (میں کچھ شک نہیں ہے۔ تو) یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی (یہ ظالم لوگ) اس میعاد کا (کفر کئے بغیر) یعنی انکار کئے بغیر (نہ رہے)۔

ربط: اوپر قرآن جیسی نعمت کی عطا اور ظالموں کے اس سے اعراض کا مضمون ذکر ہوا۔ آگے بتاتے ہیں کہ قرآن جیسی نعمت عطا کرنے والی ذات تو اللہ کی ہے جس کے خزانے غیر متناہی ہیں اور جو جواد حقیقی ہیں۔

قُلْ

لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۟ (۱۰۰) ع

ترجمہ: تو کہہ دے کہ اگر تم مالک ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے تو اس وقت ضرور روک رکھتے خرچ ہو جانے کے خوف سے اور ہے انسان دل کا تنگ۔

تفسیر: (اور آپ کہہ دیجئے کہ) قرآن جیسی نعمت تو اللہ کا بڑا فضل و احسان ہے اور اس جواد حقیقی کے علاوہ اور کون ایسا احسان کر سکتا ہے۔ اس کی رحمت کے خزانے غیر متناہی ہیں۔ کسی مستحق کو زیادہ

سے زیادہ دینے میں نہ اس کو تہی دست رہ جانے کا خوف ہو اور نہ یہ اندیشہ ہو کہ دوسرا ہم سے لے کر کہیں ہمارا مد مقابل نہ بن جائے۔ جب کہ انسان اس مذکورہ خوف اور اندیشہ سے تنگ دل ہو جاتا ہے۔ غرض انسان کی طبعی تنگ دلی کی بنیاد پر میں یہ کہتا ہوں کہ (اگر) بالفرض (تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے خوف سے) کہ کہیں سارا خرچ نہ ہو جائے اور میں خالی ہاتھ رہ جاؤں یا کل کلاں کو یہ میری برابری کرنے لگے (تم) ان خزانوں کو (روکے رکھتے) اور کسی کو کچھ دینے سے گھبراتے۔

ربط: اور اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ ہی سے فضل واحسان کرنے والے ہیں اس لئے جیسے آپ کو قرآن جیسا معجزہ اور نشانی دی اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ نے اپنے فضل سے بہت سی نشانیاں دیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ
بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ
اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ
اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ
مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ
مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا
الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ: اور دیں ہم نے موسیٰ کو نو نشانیاں کھلی۔ سو پوچھ بنی اسرائیل سے جب وہ آیا ان کے پاس تو کہا اس سے فرعون نے کہ میں خیال کرتا ہوں تجھ کو اے موسیٰ سحر زدہ۔ (موسیٰ نے) کہا تو جان چکا ہے کہ نہیں نازل کیں (یہ نشانیاں) مگر آسمانوں اور زمین کے رب نے سمجھانے کو اور میں خیال کرتا ہوں تجھ کو اے فرعون برباد شدہ۔ پھر ارادہ کیا (فرعون نے) کہ اکھاڑ دے ان (بنی اسرائیل) کو زمین سے تو غرق کیا ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے ان سب کو۔ اور کہا ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہ رہو زمین میں پھر جب آئے وعدہ آخرت کا لائیں گے ہم تم کو اکٹھا کیا ہوا۔

تفسیر: (اور) جیسے (ہم نے) آپ کو اپنے فضل و احسان سے قرآن اور دوسری بہت سی نشانیاں دیں اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے (موسیٰ) علیہ السلام (کو) اپنے فضل و احسان سے (نو کھلی نشانیاں دیں جب وہ بنی اسرائیل کے پاس) ان کو فرعون کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے (آئے تھے)۔ وہ نشانیاں یہ تھیں ید، عصا، قحط کے سال، غلہ میں کمی و نقصان، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون۔ (سو) اگر آپ چاہیں تو (بنی اسرائیل کے باخبر اور منصف مزاج علماء (سے پوچھ لیں) کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور فرعون اور آل فرعون کی وجہ سے وہ معجزے دکھائے گئے تھے لیکن کفار مکہ کی طرح (فرعون) وغیرہ نے بھی انکار کیا اور (موسیٰ) علیہ السلام پر الزام دھرنے (کو کہنے لگا کہ اے موسیٰ میں تو تمہیں سحر زدہ خیال کرتا ہوں) جس کی وجہ سے تمہاری عقل خراب ہوگئی ہے اور تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔ (موسی) علیہ السلام (نے) اس سے (فرمایا کہ اے فرعون تو) دل سے (خوب جانتا ہے کہ یہ) عظیم الشان (نشانیاں خاص آسمانوں اور زمین کے رب ہی نے) تیرے (سمجھانے کے لئے اتاری ہیں لیکن پھر بھی تو محض ظلم (اور) تکبر کی راہ سے حق کا انکار کرتا ہے جس کی وجہ سے (اے فرعون میں یہ خیال کرتا ہوں کہ) تیری کمبختی کے دن آ گئے ہیں اور (تو برباد ہونے والا ہے)۔ جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا اثر بڑھتا جاتا ہے تو اس کو ڈر ہوا کہ بنی اسرائیل کہیں زور نہ پکڑ لیں اس لئے (پھر اس نے ارادہ کیا کہ ان کو سرزمین) مصر (سے اکھاڑ رکھے) اور چین نہ لینے دے۔ (سو) آخر (ہم نے) اسی کو نہ رہنے دیا اور بحر قلزم میں (اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا اور اس کے) غرق کر دینے کے (بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہا کہ) ہم نے ظالم کی جڑ کاٹ دی اور تم کو غلامی سے نجات دی سو اب (تم) مصر و شام کی (سرزمین میں) جہاں چاہو آزادی سے (رہو۔ پھر جب) قیامت ہوگی اور (آخرت کا وعدہ آئے گا تو) پھر ایک مرتبہ (تم) سب (کو) اور تمہارے تباہ شدہ دشمنوں کو (اکٹھا کر کے لائیں گے) اور نیک بخت و بد بخت کے درمیان فیصلہ دیں گے۔

ربط: آگے قرآن کی یہ خوبی بتاتے ہیں کہ یہ حق و حکمت کے ساتھ نازل ہوا ہے اور علم و انصاف والے اس کو مانتے ہیں۔

وَبِالْحَقِّ

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۗ وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ﴿١٠٥﴾
وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿١٠٦﴾

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا
يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ
اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ
يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة

ترجمہ: اور حق کے ساتھ اتارا ہم نے اس کو اور حق کے ساتھ یہ اترا ہے۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور قرآن جدا جدا کیا ہم نے اس کو تا کہ تو پڑھے اس کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور اتارا ہم نے اس کو بتدریج۔ تو کہہ تم مانو اس کو یا نہ مانو وہ لوگ جو دیئے گئے علم اس سے پہلے جب یہ پڑھا جاتا ہے ان پر تو گرتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب۔ بے شک ہے ہمارے رب کا وعدہ (پورا) ہونے والا۔ اور گرتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے اور یہ (قرآن) بڑھاتا ہے ان کو خشوع میں۔

تفسیر: (اور ہم نے اس) قرآن (کو) عین حکمت کے موافق اور اعلیٰ درجہ کی (سچائی کے ساتھ اتارا اور) ٹھیک اسی (سچائی کے ساتھ وہ) آپ تک (اتر گیا)۔ درمیان میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ (اور ہم نے آپ کو) رسول بنا کر اور آپ کو قرآن دے کر اس لئے نہیں بھیجا کہ آپ لوگوں کو زبردستی ہدایت پر لائیں بلکہ (صرف) اس لئے (بھیجا) کہ آپ اس کے مضامین لوگوں تک پہنچا دیں اور کھول کر سمجھا دیں۔ پھر جو ہدایت قبول کریں ان کو آپ جنت کی اور ہماری رضا مندی کی (خوشخبری دینے والے) ہیں (اور) قبول نہ کرنے والوں کو ہمارے عذاب سے (ڈرانے والے) ہیں۔

(اور) پھر (قرآن کو) اتارنے میں (ہم نے اس کے جدا جدا حصے کئے اور اس کو بتدریج اتارا تا کہ آپ اس کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر) پیش آمدہ حالات کے مناسب (پڑھیں)۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ صحابہ کی جماعت جس نے آگے چل کر تمام دنیا کا معلم بننا ہے ہر آیت وحکم کے موقع محل کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر کے یاد رکھ سکے اور آنے والی نسلوں کے لئے کسی آیت کے بے موقع استعمال کی گنجائش نہ چھوڑے۔

قرآن پاک کی مذکورہ بالا خوبیاں سن کر بھی اگر ظالم لوگ انکار پر جمے رہیں تو (آپ فرما دیجئے کہ تم اس کو مانو یا نہ مانو) تمہاری مرضی۔ تمہارے نہ ماننے سے قرآن کی حقانیت اور رسول کی صداقت پر کچھ اثر نہیں پڑتا جب کہ یہ بھی امر واقع ہے کہ (وہ) انصاف پسند اور حق پرست (لوگ جن کو قرآن سے پہلے)

کی سابقہ کتب کی بشارتوں کا (علم دیا گیا ہے جب ان پر یہ) قرآن (پڑھا جاتا ہے تو وہ) اس کو سن کر (سجدہ میں گر جاتے ہیں) اور اپنے چہرے کو اس حد تک زمین سے لگا لیتے ہیں کہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل) سجدہ کرتے معلوم ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ سبحان اللہ) کیا عجیب کلام ہے۔ (بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا) جو موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تورات کی کتاب استثناء میں کیا گیا تھا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے بھائیوں بنی اسماعیل میں سے ایک نبی اٹھاؤں گا جس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا۔ بلاشبہ وہ یہی کلام ہے جو محمد ﷺ کے دہن مبارک میں ڈالا گیا۔ (اور) یہ منصف مزاج اہل علم (ٹھوڑیوں کے بل) جو (گرتے ہیں) تو (روتے ہوئے) گرتے ہیں (اور) اس (قرآن کا سننا ان کے) دل کے (خشوع) اور عاجزی (کو اور بڑھا دیتا ہے) کیونکہ ظاہر و باطن کی موافقت سے کیفیت کی قوت بڑھ جاتی ہے۔

ربط: آگے قرآن پاک سے متعلق دو باتیں ذکر کرتے ہیں۔

پہلی بات: اعتراض کا جواب

مشرکین عرب کے یہاں لفظ اللہ کا استعمال زیادہ تھا اور رحمٰن کے نام سے وہ بالکل ناواقف تھے۔ انہوں نے جب قرآن میں رحمٰن کا نام سنا تو اس کو بہانہ بنا کر اعتراض کرنے لگے کہ محمد (ﷺ) ہم کو تو دو خداؤں کو پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود اللہ کے سوا دوسرے خدا رحمٰن کو پکارتے ہیں۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

ترجمہ: تو کہہ دے کہ پکارو اللہ کو یا پکارو رحمٰن کو۔ جس (نام) کو پکارو گے تو اس کے لئے اچھے نام ہیں۔

تفسیر: (آپ فرما دیجئے کہ) تمہارا اعتراض غلط ہے اور (تم اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو ان میں سے جس نام کو پکارو گے تو) وہ صحیح ہے شرک نہیں ہے کیونکہ (اللہ) اور رحمٰن ایک جامع کمالات ذات کے دو نام ہیں اور صرف ان دو ناموں پر کیا موقوف اس (کے تو بہت سے) اچھے (اچھے نام ہیں)۔ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ذکر ہیں۔

دوسری بات: نماز میں قرآن کو درمیانی آواز سے پڑھنا

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١١٠﴾

ترجمہ: مت زیادہ کر آواز کو اپنی نماز میں اور نہ پست کر لے آواز کو اس میں اور ڈھونڈ اس کے درمیان کی راہ۔

تفسیر: (آپ اپنی نماز میں) قرآن پڑھتے ہوئے ضرورت سے (زیادہ آواز مت کیجئے) تا کہ کسی کو تشویش نہ ہو اور کسی کو تکلیف نہ ہو اور مشرک جو اونچی آواز سے قرآن پڑھے جانے پر بدزبانی کرتے تھے اس سے بچاؤ رہے (اور نہ نماز میں اس کو) اتنا (پست کیجئے) کہ خود آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے بھی نہ سن سکیں بلکہ افراط (اور) تفریط سے بچتے ہوئے آپ (ان کے درمیان کی راہ اختیار کیجئے۔ اس سے دل بھی متاثر ہوگا اور کافروں کی بدزبانی کی تشویش بھی نہ ہوگی۔

ربط: قرآن سے متعلق مضمون کو ختم کر کے سورت کو بھی ختم کرتے ہیں اور اس کے خاتمہ پر ابتدائے سورت کی طرح توحید کا مضمون لاتے ہیں۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴿١١١﴾

ترجمہ: اور کہہ دے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے نہیں اختیار کی اولاد اور نہیں ہے اس کا شریک بادشاہت میں اور نہیں ہے اس کا کوئی مددگار ذلت کے وقت میں۔ اور بڑائی کر و اس کی بڑا جان کر۔

تفسیر: (آپ) اس سورت کے ختم پر علی الاعلان (کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو) ہر قسم کے عیب اور نقص و فتور سے پاک ہے اور اس کی ذات میں کسی طرح کی کمزوری نہیں ہے جس کی تلافی کے لئے دوسرے کی ضرورت پڑے نہ اپنے چھوٹے کی جیسا کہ باپ اولاد سے مدد لیتا ہے اس لئے وہ (کوئی اولاد نہیں رکھتا اور) نہ اپنے مساوی کی جیسے ایک شریک کو دوسرے شریک کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے (اس کا بادشاہت میں کوئی شریک نہیں ہے اور) نہ اپنے سے کسی بڑے کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ کمزور آدمی ذلت و مصیبت کے وقت بڑے آدمی سے مدد لیتا ہے اس لئے فرمایا کہ (ذلت کے وقت میں اس کا کوئی مددگار) ہو یہ بھی (نہیں ہے) کیونکہ اس کو ذلت و کمزوری لاحق ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ تو بڑی عظمت والا ہے (اور تم اس کو بڑا) عظیم الشان (جان کر اس کی بڑائی کرو)۔

سورہ کہف

ربط: پچھلی سورت کے آخر میں قرآن پاک سے متعلق بحث ذکر ہوئی تھی۔ اس سورت کی ابتدا قرآن پاک ہی کے کچھ مزید اوصاف کے ذکر سے کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۱۰ - رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ
عِوَجًا ۜ ﴿۱﴾ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴿۲﴾ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ
اَبَدًا ﴿۳﴾ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿۴﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ
عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ
يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اتاری اپنے بندے پر کتاب اور نہیں رکھی اس میں کچھ کجی (اور وہ اتاری) قائم رکھنے والی تاکہ وہ ڈراوا دے سخت عذاب کا اس (اللہ) کی طرف سے اور وہ خوشخبری دے مومنوں کو جو عمل کرتے ہیں نیک کہ ان کے لئے ہے اجر اچھا۔ رہیں گے اس میں ہمیشہ کے لئے۔ اور ڈرائے ان لوگوں کو جنہوں نے کہا کہ بنالی ہے اللہ نے اولاد۔ نہیں ہے ان کو اس کی کچھ تحقیق اور نہ ان کے باپ دادوں کو۔ بڑی ہے بات جو نکلتی ہے ان کے منہ سے۔ نہیں وہ کہتے مگر جھوٹ۔

تفسیر: (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے) خاص اور مقرب ترین (بندے) محمد رسول اللہ ﷺ (پر) سب سے اعلیٰ و اکمل (کتاب اتاری اور اس میں کوئی) بات بھی (کجی) اور ٹیڑھ (نہیں رکھی)۔ عبارت انتہائی سلیس و فصیح، اسلوب بیان نہایت مؤثر و شگفتہ، تعلیم متوسط و معتدل جو

ہر زمانہ اور ہر طبیعت کے مناسب اور عقل سلیم کے مطابق اور جو کسی بھی قسم کے افراط وتفریط سے خالی ہے۔غرض قَیِّم کے مختلف معانی کے اعتبار سے (1) بالکل سیدھی کجی سے پاک ہے اور (2) تمام کتب سماویہ کی صحت وتصدیق پر مہر کرنے والی، ان کی اصولی تعلیمات کو (قائم رکھنے والی) ہے اور (3) بندوں کی تمام مصلحتوں کی کفیل اور ان کی دنیا وآخرت کو درست کرنے والی ہے۔

اور اس کو اس لئے نازل کیا (کہ یہ) تمام کافروں کو عمومی طور پر (سخت عذاب سے) ڈرائے جو (اللہ کی طرف سے) ان کے لئے آخرت میں ہوگا (اور) ان (اہل ایمان کو جو نیک عمل کرتے ہیں یہ خوشخبری دے کہ ان کو) آخرت میں (اچھا اجر ملے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور) پھر کفار میں سے (ان لوگوں کو) خاص طور پر (ڈرائے جو) یوں (کہتے ہیں کہ) معاذ اللہ (اللہ) تعالیٰ (نے) اپنے لئے (اولاد بنالی ہے)۔ یہ بات کہنے والوں میں اصل عیسائی تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، پھر یہود کے کچھ فرقے تھے جو حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور بعض مشرکین تھے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے (اس) بات (کی کوئی تحقیق) اور کوئی دلیل (نہ) تو (ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھی) لیکن اس کے باوجود ان کو کوئی فکر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کی کیسی (بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے) اور ان کو اس پر کچھ شرم و حیا نہیں کہ (یہ) جو کچھ کہہ رہے ہیں (محض جھوٹ کہہ رہے ہیں) اور جب ثبوت مانگو تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ مذہب کا ایک راز ہے جس کے ادراک تک عقل انسانی کی رسائی نہیں۔

ربط: آگے فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اتنی عظیم صفات والے قرآن کو نہیں مانتے تو آپ غم نہ کیجئے۔ ہم نے یہ دنیا اسی لئے بنائی ہے کہ لوگوں کو اختیار دے کر ان کا امتحان کیا جائے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝٦ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝٨

ترجمہ: سو شاید کہ تو گھونٹنے والا ہے اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر نہ ایمان لائے یہ اس بات پر غم سے۔ بلاشبہ بنایا ہم نے جو کچھ ہے زمین پر زینت اس کے لئے تاکہ ہم آزمائیں ان کو کہ ان میں سے کون اچھا ہے عمل میں اور بلاشبہ ہم بنانے والے ہیں جو کچھ اس پر ہے

میدان کاٹ چھانٹ کر۔

تفسیر: مذکورہ بالا حرکتوں کے مرتکب (یہ لوگ اگر) اس قرآن کی (بات پر ایمان نہیں لاتے تو) آپ ان پر اتنا غم کیوں کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ (شاید آپ ان کے) ایمان کے (پیچھے غم سے اپنی جان کو گھونٹ دیں گے)۔ آپ کا کام تو صرف تبلیغ ہے ہدایت پر لانا نہیں۔ ہم نے انسان کو آزمائش کے لئے پیدا کیا ہے اور اس کو حق و باطل کے درمیان اختیار دیا ہے کہ جس کو چاہے قبول کر لے۔ لہٰذا زبردستی ہدایت پر لے آنا ہماری حکمت کے خلاف ہے۔ پھر آزمائش کو مکمل کرنے کی خاطر (ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اس کو زمین کی زینت) اور رونق (بنایا تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون) ایسا ہے کہ دنیا کی رونق کے پیچھے بھاگنے کے بجائے وہ عقائد، عبادات اور اخلاق و معاملات کے اعتبار سے (اچھے عمل والا) بنتا (ہے۔ اور) پھر ایک دن اس آزمائش کا نتیجہ دکھانے کو (ہم اس زمین پر جو کچھ ہے) مثلاً درخت اور عمارتیں وغیرہ ان سب کو (کاٹ چھانٹ کر کے ایک چٹیل میدان بنا دیں گے) پھر اس نتیجہ میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو آسمانی ہدایت سے چمٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دنیا کی ہر خوشی کو قربان کرتے ہیں اور اس راہ میں ہر قسم کے ڈراوے اور تکلیف کو برداشت کرتے ہیں۔

ربط: اوپر اچھے عمل والوں کا ذکر ہوا تو آگے اصحاب کہف کو ان کی مثال کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ
كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ
اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى
اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ
الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿١٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ
بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾ وَّرَبَطْنَا
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا

اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً ۖ لَّوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ ۖ
فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ
وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن
رَّحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا
طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ
ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن
يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا
مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ
الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ
لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾
وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ
لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا
لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ
أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ
بِكُمْ أَحَدًا ﴿۱۹﴾ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ
فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ
لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ إِذْ
يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ ۖ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ

اَعۡلَمُ بِهِمۡ ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰٓى اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ
مَّسۡجِدًا ۝٢١ سَيَقُوۡلُوۡنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ‌ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ خَمۡسَةٌ سَادِسُهُمۡ
كَلۡبُهُمۡ رَجۡمًاۢ بِالۡغَيۡبِ‌ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ سَبۡعَةٌ وَّثَامِنُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ‌ ؕ قُلْ رَّبِّىۡۤ
اَعۡلَمُ بِعِدَّتِهِمۡ مَّا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلٌ ۙ فَلَا تُمَارِ فِيۡهِمۡ اِلَّا مِرَآءً
ظَاهِرًا ۖ وَّلَا تَسۡتَفۡتِ فِيۡهِمۡ مِّنۡهُمۡ اَحَدًا ۝٢٢

ترجمہ: کیا تو خیال کرتا ہے کہ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم تھے ہماری نشانیوں میں سے عجیب۔ جب پناہ پکڑی چند جوانوں نے غار کی طرف تو کہا اے ہمارے رب دے ہم کو اپنے پاس سے رحمت اور مہیا کر ہمارے لئے ہمارے کام میں درستی۔ پھر تھپک دیا ہم نے ان کے کانوں پر غار میں چند سال گنتی کے۔ پھر اٹھایا ہم نے ان کو تا کہ ہم جان لیں کہ دو جماعتوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے اس کو جو وہ ٹھہرے مدت۔ ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کی خبر تحقیق کے ساتھ۔ وہ چند جوان تھے جو ایمان لائے اپنے رب پر اور بڑھایا ہم نے ان کو ہدایت میں اور مضبوطی باندھ دی ہم نے ان کے دلوں پر جب وہ کھڑے ہوئے اور کہا ہمارا رب ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا ہرگز ہم نہ پکاریں گے اس کے سوا اور معبود کو ورنہ تو ہم کہیں گے بات اس وقت دور کی۔ یہ ہماری قوم ہے ٹھہرائے انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود۔ کیوں نہیں لاتے وہ ان معبودوں پر کوئی دلیل کھلی۔ سو کون بڑا ظالم ہے اس سے جو گھڑے اللہ پر جھوٹ۔ اور جب علیحدہ ہو گئے تم ان سے اور (ان معبودوں سے) جن کی وہ عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے سو پناہ لو غار میں پھیلائے گا تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت میں سے اور مہیا کرے گا تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی کو۔ اور تو دیکھتا دھوپ کو جب طلوع ہوتی تو بچتی تھی ان کے غار سے دائیں طرف کو اور جب غروب ہوتی تو کتراتی تھی بائیں طرف کو اور وہ تھے میدان میں اس غار کے۔ یہ تھی اللہ کی نشانیوں میں سے۔ جس کو ہدایت دیتا ہے اللہ تو وہی ہے ہدایت یافتہ اور جس کو بے راہ کر دے تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کے لئے مددگار راہ پر لانے والا۔ اور تو خیال کرے گا ان کو کہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم کروٹ پر بدلتے ہیں ان کو دائیں طرف اور بائیں طرف اور ان کا کتا پھیلائے ہوئے ہے اپنے بازو چوکھٹ پر۔ اگر

جھانکے تو ان پر تو پیٹھ پھیر دے ان سے بھاگتے ہوئے اور بھر جائے تو ان سے دہشت میں۔ اور اسی طرح اٹھایا ہم نے ان کو تاکہ سوال کریں آپس میں۔ کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے کتنی دیر تم رہے بولے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ بولے تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنی دیر تم رہے۔ تو بھیجو اپنے میں سے ایک کو اپنے اس روپیہ کے ساتھ شہر کی طرف پھر وہ دیکھے کونسی چیز حلال ہے کھانے میں، سولائے تمہارے پاس کھانا اس میں سے اور خوش تدبیری اختیار کرے اور خبر نہ ہونے دے تمہارے بارے میں کسی کو۔ بلاشبہ اگر وہ واقف ہو گئے تم پر تو سنگسار کر دیں گے تم کو یا لوٹا لیں گے تم کو اپنے دین میں اور ہرگز نہ فلاح پاؤ گے اس صورت میں کبھی بھی۔ اور اسی طرح مطلع کر دیا ہم نے ان پر تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت (کا وقوع ایسی چیز ہے کہ) کوئی شبہ نہیں ہے اس میں۔ جب جھگڑتے تھے (لوگ) آپس میں ان کے معاملہ میں سو کہا کہ بناؤ ان پر ایک عمارت۔ ان کا رب خوب واقف ہے ان سے۔ کہا ان لوگوں نے جو غالب آئے ان کے معاملہ میں ہم ضرور بنائیں گے ان (کی جگہ) پر ایک مسجد۔ کہیں گے کہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور کہیں گے کہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔ (یہ تو) پتھر چلانا ہے بغیر دیکھے اور کہیں گے کہ سات ہیں اور ان کا آٹھواں ان کا کتا ہے۔ تو کہہ دے میرا رب خوب جانتا ہے ان کی تعداد کو۔ نہیں جانتے ان کو مگر تھوڑے۔ سو تو جھگڑا مت کر ان کے بارے میں مگر جھگڑا سرسری سا اور مت پوچھ ان کے بارے میں کسی ایک سے۔

تفسیر: کہف غار کو کہتے ہیں اور رقیم اس تختی کو کہتے ہیں جس پر اصحاب کہف کے نام لکھ کر ان کو محفوظ کر لیا گیا تھا۔ اس طرح سے اصحاب کہف اور اصحاب رقیم سے ایک ہی لوگ مراد ہیں۔ فرمایا کہ (کیا آپ) یہ (خیال کرتے ہیں کہ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ہماری) قدرت کی (نشانیوں میں) کچھ (تعجب کی) خاص (چیز تھے) حالانکہ ہماری قدرت کا تو ہر کام ہی لوگوں کو تعجب و حیرت میں ڈالنے والا ہے۔ ان لوگوں کا قصہ یہ ہوا کہ چند جوان حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ سے غالباً پہلے کے تھے۔ ان کے علاقہ میں ایک سخت غالی بت پرست بادشاہ تھا جو جبر و اکراہ کے ساتھ بت پرستی کی اشاعت و تبلیغ کرتا تھا۔ ان چند نوجوانوں کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ یہ انسانوں کے بنائے ہوئے بت عبادت کے لائق نہیں ہو سکتے بلکہ عبادت کے لائق تو صرف ایک اللہ ہی ہے جو ہم انسانوں کو اور کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ ان کی توحید پرستی کی شہرت ہوئی تو بادشاہ کے ہاں ان کی طلبی ہوئی۔ بادشاہ کے روبرو جا کر بھی انہوں نے کلمہ توحید کا اعلان کیا۔ بعض وجوہات سے بادشاہ نے ان کو سوچنے کی مہلت دی۔ انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جب کہ جبر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہر حال

خطرہ ہے مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں اور واپسی کے لئے کسی مناسب موقع کا انتظار کریں۔

تو آپ وہ وقت یاد کیجئے (جب چندنوجوانوں نے) پہاڑ کے (غار میں پناہ لی اور دعا کی کہ اے ہمارے رب آپ ہم کو اپنے پاس سے رحمت) کا سامان (عطا فرمائیے اور ہمارے لئے ہمارے کام میں درستی) کا سامان (مہیا کر دیجئے۔ سو ہم نے) ان کی دعا قبول کی اور ان کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے تفکرات وتشویشات کو اس طرح دور کیا کہ ہم نے اس غار میں (ان کے کانوں پر سالہا سال تک) گہری نیند کو (تھپک دیا) اور وہ ایسے غرق ہو کر سوئے کہ کوئی آواز ان کے کانوں تک نہیں پہنچتی تھی۔ (پھر) سالہا سال کے بعد (ہم نے ان کو) نیند سے (اٹھایا تاکہ ہم) ظاہری طور پر بھی (معلوم کر لیں کہ) خودسونے والوں کے (دوگروہوں میں سے کون) غار میں (ٹھہرنے) اورسونے (کی مدت کو زیادہ یادرکھنے والا ہے)۔

اس اجمال کے بعد اب (ہم آپ سے ان کا قصہ پوری تحقیق کے ساتھ) تفصیل سے (بیان کرتے ہیں۔ وہ چندنوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور) ان کے ایمان لانے کے بعد (ہم نے ان کو ہدایت میں بڑھایا اور) ترقی دی کہ ان کو استقامت، صبر اور توکل کی صفات بھی عطا کیں اور ان کے علاوہ (ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا جب وہ) بادشاہ کے دربار میں (کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہمارا رب) تو صرف (وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ہم اس کے علاوہ کسی اور کو نہ پکاریں گے) اور نہ کسی اور کی عبادت کریں گے۔ بعد میں دیگر لوگوں کے سامنے یہ وضاحت کی کہ اگر بالفرض ایسا کریں یعنی بتوں کو پکاریں (تو اس صورت میں ہم بڑی ہی بے جا بات کہیں گے) جبکہ (یہ) جو (ہماری قوم) کے لوگ ہیں انہوں (نے اللہ کے سوا اور معبود ٹھہرا لئے ہیں) اور جب ہم توحید پر صاف صاف دلیلیں پیش کرتے ہیں تو (یہ لوگ اپنے معبودوں) کے معبود ہونے (پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے) اس کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ ان کے پاس اپنے دعوے پر کوئی دلیل ہی نہیں اور یہ اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں (اور جو اللہ پر جھوٹ گھڑے اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا)۔

اصحاب کہف کے مذکورہ بالا اعلان اور وضاحت پر حکومت (اور) عوام دونوں ہی مخالف ہو گئے البتہ بادشاہ نے بعض وجوہات سے ان کو کچھ سوچنے کی مہلت دے دی۔ حکومت اور قوم کی مخالفت دیکھ کر انہوں نے آپس میں کہا کہ (جب مشرکوں) کے دین (سے اور جن کی یہ عبادت کرتے ہیں ان سے تم نے کنارہ کشی کر لی ہے تو) اب اس قوم والوں میں ٹھہرنا خطرناک ہے لہٰذا اب چل کر اس (فلاں غار میں

پناہ لو) اور اس میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرو (تاکہ تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت) کے سامان (کو پھیلا دے اور تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی مہیا کرے)۔ یہ لوگ بالآخر غار میں پہنچ گئے اور وہاں جا کر بھی انہوں نے باقاعدہ اللہ کی رحمت اور آسانی کی دعا کی جو شروع قصہ میں ذکر ہوئی۔ غار اندر سے کشادہ اور ہوا دار تھا اور شمال کے رخ پر ہونے کی وجہ سے اس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی (اور) تکلیف دیئے بغیر نکل جاتی تھی جس کی صورت یہ تھی کہ (تم دھوپ کو دیکھتے جب وہ طلوع ہوتی کہ وہ ان کے غار کے دہانے سے دائیں جانب کو بچ کر رہتی تھی اور جب غروب ہوتی تو غار کے دہانے سے بائیں جانب کو کتراتی تھی) تاکہ اصحاب کہف کو ایذاء نہ دے (اور وہ خود غار کے ایک کشادہ میدان میں تھے) تاکہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے طبیعت نہ گھبرائے اور ہوا بھی لگتی رہے۔

ان جوانوں کا ہدایت پانا اور ان کا اس پر قائم رہنا اور ان کو بت پرست حکومت وقوم سے بچا کر غار میں لے آنا (یہ اللہ کی) قدرت کی (نشانیوں میں سے ہے) اور جب سب قدرت اللہ ہی کو حاصل ہے تو معلوم ہوا کہ (جس کو اللہ ہدایت دیں بس وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو) اللہ (بے راہ کر دیں تو تم اس) کو راہ پر لگانے (کے لئے کوئی) مددگار اور (راہ بتانے والا نہ پاؤ گے)۔ پھر جب سونے کا وقت ہوا اور یہ لوگ غار میں سوئے تو ہم نے ان کو سالہا سال کی گہری نیند میں مبتلا کر دیا (اور) وہ بھی اس کیفیت سے کہ نیند کے آثار مثلاً بدن کا ڈھیلا ہونا اور سانس میں فرق پڑنا ایسی کوئی بات نہ تھی اس لئے اگر (تم ان کو) اس حالت میں دیکھتے تو (سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور) نیند کے اس طویل زمانہ میں (ہم ان کو) کبھی (دائیں طرف اور) کبھی (بائیں طرف کروٹ دیتے تھے اور ان کا کتا بھی غار کی دہلیز میں اپنے بازو پھیلائے ہوئے) سو رہا (تھا)۔ پھر دشمنوں اور مخالفوں سے ان کی حفاظت کے لئے ہم نے یہ مزید انتظام کیا کہ غار کے اندر اتنی دہشت پیدا کر دی کہ (اگر تم ان کی طرف) غار میں (جھانک کر دیکھتے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور تم ان کی دہشت سے بھر جاتے)۔ دوسری طرف سرکاری کارندوں نے ان کو بہت تلاش کیا لیکن کچھ پتہ نہ لگا۔ تھک ہار کر بیٹھ گئے اور بادشاہ کی رائے سے ایک [illegible] کی تختہ پر ان جوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر خزانے میں رکھ دیئے گئے تاکہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقے سے لاپتہ ہوگئی ہے۔ ممکن ہے کہ آگے چل کر اس کا کچھ سراغ ملے۔ (اور) جس طرح ہم نے ان کو اپنی قدرت سے تین سو نو سال تک سلایا (اسی طرح) اس طویل نیند کے بعد (ہم نے) اپنی قدرت سے (ان کو اٹھایا تاکہ وہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں) کہ وہ کتنی دیر سوئے۔ اس سے ان کو بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی پتہ چلے گا کہ قیامت کے دن

بھی جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو اس وقت یہی خیال کریں گے کہ بس دن کا کچھ حصہ ہی سوئے ہیں۔ اس پوچھ گچھ میں (ان میں سے ایک کہنے والے نے پوچھا کہ تم کتنی دیر ٹھہرے) سوئے (رہے۔ بعضوں نے کہا کہ ہم) غالبًا (ایک دن یا ایک دن کا) بھی (کچھ حصہ رہے ہوں گے دوسرے بعضوں نے کہا) کہ اس بات کی تفتیش کی کیا ضرورت ہے۔ اس بات کو اپنے رب کے سپرد کر دو کیونکہ (تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنی دیر تم رہے۔ لہٰذا) اس قصہ کو چھوڑ اور ضرورت کا کام کرو جو یہ ہے کہ (اپنے میں سے کسی ایک کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ وہاں دیکھے کہ کونسا کھانا) حلال و (پاکیزہ ہے سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آئے اور) سب (کام خوش تدبیری سے کرے کہ) ایسی ہیئت اور وضع سے جائے کہ کوئی اس کو پہچان نہ سکے اور نہ ہی کسی کو یہ معلوم ہو کہ یہ بت کے ذبیحہ کی اس لئے تحقیق کرتا ہے کہ یہ اس کو حرام سمجھتا ہے اور (کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے) کیونکہ (تمہاری قوم والے اگر تمہاری خبر پا جائیں تو تم کو یا تو پتھروں سے مار ڈالیں گے یا زبردستی تم کو اپنے دین میں واپس پھیر لیں گے اور) ایسا ہوا تو (تم کو ہرگز کبھی فلاح و کامیابی حاصل نہ ہوگی)۔

غرض ان میں سے ایک روپیہ لے کر شہر میں داخل ہوا۔ اس کو بھی شہر اور اس کی چیزیں بدلی بدلی سی معلوم ہوئیں لیکن چونکہ کھانے کے لئے کچھ سامان لینا ضروری تھا اس لئے اس نے ایک جگہ کچھ سودا خرید کر روپیہ کا سکہ دیا۔ دکاندار اور آس پاس کے لوگ روپیہ کا وہ سکہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ کس بادشاہ کا نام ہے اور کس زمانے کا ہے۔ ان کو خیال ہوا کہ اس شخص کو کہیں سے دفن شدہ خزانہ ہاتھ لگا ہے جب کہ یہ شخص یہ کہتا تھا کہ ابھی کل ہی کی تو بات ہے کہ ان سکوں سے سامان خریدا تھا۔ چلتے چلتے یہ بات بادشاہ تک پہنچی۔ اس کو اصحاب کہف کا خیال آیا اور اس نے خزانے سے وہ پرانی تختی نکلوائی جس پر اصحاب کہف کے نام اور پتے لکھے تھے۔ تحقیق کرنے پر ثابت ہوا کہ یہ وہی غائب ہو جانے والے نوجوان ہیں۔ اس زمانے میں اس شہر والوں میں بعث بعد الموت کے متعلق بڑا اختلاف تھا۔ کوئی اس کو مانتا تھا اور کوئی نہ مانتا تھا۔ موجودہ بادشاہ حق پرست اور منصف تھا اور لوگوں کی اصلاح چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام بھی اسی واقعہ کے ضمن میں کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے اپنی قدرت سے اصحاب کہف کو سلایا (اور) جگایا (اسی طرح ہم نے) اپنی قدرت و حکمت سے اس زمانہ کے لوگوں کو (ان کے حال پر مطلع کر دیا تا کہ) دیگر فوائد کی طرح یہ فائدہ بھی ہو کہ شہر کے (لوگ) اس واقعہ سے استدلال کر کے اس بات کا (یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور) وہ وعدہ یہ ہے کہ (قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے)۔ اور یقین کرنے کی صورت یہ ہوئی کہ وہ بعث کا انکار اس وجہ سے کرتے تھے کہ وہ

ان کو عادت کے خلاف اور عقل سے بعید معلوم ہوتا تھا۔ چونکہ نیند اور بیداری کو موت اور بعث بعد الموت کے ساتھ مشابہت ہے لہٰذا اس خلاف عادت واقعہ کو اپنے سامنے دیکھ کر ان کا استبعاد جاتا رہا اور اب ان کو بعث بعد الموت پر یقین کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔

یہ پتہ نہیں کہ اس کے بعد اصحاب کہف زندہ رہے یا انتقال کر گئے۔ انتقال ہوا تو کب ہوا اور زندہ رہے تو کب تک رہے۔ بہر حال شہر والوں نے ان کے عجیب وغریب احوال دیکھ کر فرط عقیدت سے چاہا کہ ان کی کوئی یادگار تعمیر کی جائے۔ اب کیا تعمیر کریں اس بارے میں وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے (جب وہ آپس میں اپنی بات پر جھگڑا کر رہے تھے۔ بعض نے کہا کہ ان) کے غار (پر) یعنی اس کے پاس (کوئی مکان تعمیر کر دو) جس سے زائرین کو سہولت ہو اور بعض نے کچھ اور تجویزیں دیں۔ (ان کا رب ان) جھگڑنے والوں (سے) اور ان کی نیتوں سے (خوب باخبر تھا۔ اور جو لوگ اپنے کام پر غلبہ) و قدرت (رکھتے تھے) یعنی اہل حکومت تھے (انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس ضرور ایک مسجد بنائیں گے) جس کا ثواب ان کو ملتا رہے گا۔

مذکورہ تنازعہ سے بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود لوگوں کے تنازعہ کی طرف پھر گئی جو یہ ہے کہ اصحاب کہف کا سن کر (بعض) لوگ تو (کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ بن دیکھے پتھر چلانا ہے) یعنی یہ محض اٹکل کی باتیں ہیں (اور بعض کہیں گے کہ سات ہیں اور ان کا آٹھواں ان کا کتا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کی گنتی کو خوب جانتا ہے) اور (ان) کی صحیح تعداد (کو) لوگوں میں سے بس (کچھ قلیل ہی جانتے ہیں)۔ اور چونکہ ان کی تعداد کے معلوم ہونے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں ہے اس لئے تمہارا ان باتوں میں جھگڑنا بے فائدہ ہے (سو آپ) بھی (اصحاب کہف کے بارے میں مت جھگڑئے سوائے سرسری جھگڑے کے) جو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جتنی بات بتائی ہے اس کو بیان کر دیجئے اور اس سے زیادہ تحقیق کے درپے نہ ہوں (اور ان کے بارے میں کسی سے) بھی کچھ نہ پوچھئے اور نہ ہی ان کے بارے میں کسی سے (استفسار کیجئے)۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ان قلیل لوگوں میں سے ہوں (جنہوں نے سیاق قرآنی سے معلوم کر لیا کہ) اصحاب کہف سات ہی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو قول کو رَجْمًا بِالْغَيْبِ فرمایا تیسرے قول کے ساتھ نہیں فرمایا۔

اصحاب کہف کے قصہ سے وابستہ چند ہدایات

1- آئندہ کے کسی کام پر انشاء اللہ کہنا چاہئے

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ
فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ
عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اور مت کہہ کسی کام کو کہ میں کروں گا اس کو کل مگر یہ کہ چاہے اللہ۔ اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے اور کہہ امید ہے کہ دکھائے مجھ کو میرا رب اس سے بھی نزدیک تر درجہ میں۔

تفسیر: یہود کے سکھانے پر مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو آزمانے کے لئے اصحاب کہف کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ ﷺ نے اس بھروسہ پر کہ جبرئیل علیہ السلام آئیں گے تو ان سے دریافت کر لوں گا ان سے وعدہ کیا کہ کل بتا دوں گا اور انشاء اللہ کہنا یاد نہ رہا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام پندرہ دن تک نہ آئے۔ آپ ﷺ نہایت غمگین ہوئے اور مشرکوں نے بھی ہنسنا شروع کر دیا۔ آخر حضرت جبرئیل علیہ السلام اصحاب کہف کے قصہ اور اس ہدایت پر مشتمل آیتیں لے کر آئے۔ اصحاب کہف کا قصہ اوپر ذکر ہوا (اور) ہدایت یہ تھی کہ (آپ کسی کام کو یوں نہ کہیں کہ میں اس کو کل کر دوں گا مگر) جب کہ ساتھ میں (یہ) کہیں (کہ اللہ چاہے) یعنی ساتھ میں انشاء اللہ کہہ لیا کریں۔ (اور جب) اتفاق سے (آپ انشاء اللہ کہنا (بھول جائیں) اور بعد میں یاد آئے (تو) اس وقت انشاء اللہ کہہ کر (اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے اور) آپ ان مشرکوں سے یہ بھی (کہہ دیجئے کہ) دیکھ لو وحی کی تاخیر کا وہ مطلب نہیں تھا جو تم لے رہے تھے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھلا دیا یا وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے بلکہ اس نے مجھے یاد رکھا ہے اور (مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے اس) موجودہ درجہ (سے بھی زیادہ قریب درجہ دکھائے گا) اور اس پر قائم کرے گا اور مجھے اور بھی زیادہ یاد رکھے گا۔

2- مختار کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَيْكَ مِنْ
كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَبۡصِرۡ بِهٖ وَاَسۡمِعۡ ؕ مَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ
مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا يُشۡرِكُ فِىۡ حُكۡمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

ترجمہ: اور وہ رہے اپنے غار میں تین سو سال اور زائد کیئے انہوں نے نو سال۔ کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی مدت وہ رہے۔ اس کے لئے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔ کیا ہی دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔ نہیں ہے ان کے لئے اس کے سوا کوئی مختار اور نہیں شریک کرتا وہ اپنے حکم میں کسی کو۔

تفسیر: (اور اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو سال) سوتے (رہے اور ان پر نو سال اور زائد کیئے) یعنی کل تین سو نو سال تک سوتے رہے۔ (اور) اگر اس کو سن کر مخالفین یہ کہیں کہ تاریخ دان تو مختلف مدت بتاتے ہیں تو (آپ) جواب میں (کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے غار میں رہنے کی مدت کو خوب) اور بالکل صحیح صحیح (جانتا ہے) لہٰذا جو اس نے بتا دیا بس وہی صحیح ہے۔ اور اس کی بات صحیح کیوں نہ ہوگی اس کی تو شان یہ ہے کہ (تمام آسمانوں کا اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیا ہی دیکھنے والا اور کیا ہی سننے والا ہے)۔ اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی اور عظیم الشان صفات بھی ہیں مثلاً لوگوں کے لئے (بس وہی اختیار) وقدرت والا (ہے اور) تنہا وہی حاکم ہے اور (وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا)۔

3- اصحاب کہف کے قصہ میں لوگوں سے نہ الجھئے بلکہ اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں ضروری آداب کے ساتھ مشغول رہیے۔

وَاتۡلُ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ مِنۡ
كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا ﴿۲۷﴾
وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ
يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ ۚ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ
وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ
فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ

فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ
يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاۗءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَ
سَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا ۲۹ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ
مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۳۰ ۚ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ
الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا
خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـــِٕيْنَ فِيْهَا عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ ۭ نِعْمَ
الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۳۱ ۧ

ترجمہ: اور پڑھ جو وحی کی گئی تیری طرف تیرے رب کی کتاب سے۔ نہیں ہے کوئی بدلنے والا اس کی باتوں کو اور ہرگز نہ پائے گا تو اس کے سوا کوئی پناہ۔ اور روکے رکھ اپنے آپ کو ساتھ ان لوگوں کے جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے ہیں اس کی رضا مندی۔ اور نہ تجاوز کریں تیری آنکھیں ان سے چاہتے ہوئے زینت حیات دنیوی کی۔ اور نہ اطاعت کر اس کی غافل کر دیا ہم نے جس کا دل اپنے ذکر سے اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی اور ہے اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا۔ اور کہہ حق بات ہے تمہارے رب کی جانب سے۔ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ بے شک تیار کی ہم نے ظالموں کے لئے آگ۔ گھیر رہی ہیں ان کو اس (آگ) کی قناتیں۔ اور اگر وہ فریاد کریں گے تو دیئے جائیں گے پانی پیپ جیسا بھون دیتا ہے چہروں کو۔ برا ہے مشروب اور بری ہے آرام کی جگہ۔ بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک ہم نہیں ضائع کرتے اجر اس شخص کا جس نے اچھا کیا (اپنے) عمل کو۔ یہ لوگ ہیں کہ ان کے لئے باغ ہیں ہمیشہ رہنے کو بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ پہنائے جائیں گے ان (باغوں) میں کنگن سونے کے اور پہنیں گے کپڑے سبز باریک اور موٹے ریشم کے۔ ٹیک لگائے ہوں گے ان میں مسہریوں پر۔ اچھا ہے بدلہ اور اچھی ہے آرام کی جگہ۔

تفسیر: اصحاب کہف کے قصہ کی غیر متعلقہ باتوں میں الجھنے کے بجائے آپ اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں مشغول رہئے یعنی (آپ کے رب کی جو) جامع اور کافی وشافی (کتاب آپ کی طرف

وحی کی گئی ہے اس کو پڑھ) کر سنا (تے رہئے) اور اپنے کام میں مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھئے:۔

1- (خدا کی باتوں) اور خدا کے وعدوں (کو کوئی بدلنے والا) یا ٹالنے والا (نہیں) یعنی یہ تبدیل نہیں ہوسکتیں اور نہ ٹل سکتی ہیں لیکن اگر آپ ان باتوں کو بدلنے کے درپے ہوں گے یا ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کریں گے تو یہ سمجھ لیجئے کہ اس پر اللہ کی طرف سے پکڑ ہوگی (اور) پھر (آپ اللہ کے سوا ہرگز کوئی پناہ نہ پائیں گے)۔

2- (اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں میں روکے رکھئے جو صبح اور شام) یعنی ہمیشگی کے ساتھ (اپنے رب کو پکارتے ہیں) اور اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس میں محض (اس کی رضا مندی کو چاہتے ہیں)۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے مخلص مومنوں کو اگرچہ وہ غریب ہوں اپنی صحبت سے مستفید کرتے رہئے اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔

3- (اور آپ کی نظریں) بڑے بڑے متکبر دنیا داروں کے اسلام قبول کرنے سے ہونے والی (دنیوی زندگی کی رونق کی چاہت میں ان) غریب شکستہ حال مخلص مسلمانوں (سے متجاوز نہ ہوں) کیونکہ اسلام کی اصلی عزت و رونق مادی خوشحالی اور سونے چاندی کے سکوں سے نہیں ہوتی بلکہ مضبوط ایمان و تقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہوتی ہے۔

4- (اور ایسے شخص) کے ایمان لانے کی طمع میں اس (کی پیروی نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ) دین حق کی پیروی کرنے کے بجائے (اپنی) نفسانی (خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا) نفسانی خواہش کی پیروی کا (معاملہ حد سے گزر گیا ہے)۔

4- (اور آپ) ان منکروں پر واضح کر دیجئے کہ آپ تو دین کو پہنچانے والے اور اس کو بیان کرنے والے ہیں اور ماننے والوں کو خوشخبری دینے والے اور نہ ماننے والوں کو ڈرانے والے ہیں اور آپ کو خدائی اختیارات نہیں دیئے گئے۔ اس وضاحت کے بعد ان سے (فرما دیجئے کہ) یہ دین (حق تمہارے رب کی طرف سے) آیا (ہے) میرا گھڑا ہوا نہیں اور تم اسی کے آگے جوابدہ ہو (لہٰذا جس کا دل چاہے مانے اور جس کا دل چاہے نہ مانے) وہ خود تم سے نمٹ لے گا جس کی کچھ تفصیل اللہ تعالیٰ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ (ہم نے ظالم لوگوں کے لئے) یعنی نہ ماننے والوں کے لئے جہنم کی (آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں) جو خود آگ کی ہوں گی (جہنمیوں کو گھیریں گی اور اگر وہ) وہاں شدت پیاس کی وجہ سے پانی کی (فریاد کریں گے تو ان کو ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو) بدصورتی میں (تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا) اور تیز اور گرم اس قدر ہوگا کہ پاس لاتے ہی (چہروں کو بھون ڈالے گا) اور جیسا کہ ایک حدیث میں ہے چہرے کی کھال اتر کر گر پڑے گی۔ وہ (کیا ہی برا مشروب ہوگا اور وہ) جہنم بھی (آرام

کی کیا ہی بری جگہ ہے) اور ان کے مقابلہ میں (جن لوگوں نے بات کو مانا اور انہوں نے نیک عمل کئے تو) ان کے بارے میں ہمارا ضابطہ یہ ہے کہ (جو عمل کو اچھا کرے ہم اس کے اجر کو ضائع نہیں کرتے)۔ سو (ان لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں۔ ان کے) گھروں کے (نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے پہنیں گے اور وہاں مسہریوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور) جنت (کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے)۔

ربط: اوپر جنت والوں اور جہنم والوں کا ذکر ہوا۔ جہنم والوں کا وہ انجام اس وجہ سے ہے کہ ان کا بھروسہ دنیوی مال و دولت اور باطل معبودوں پر ہوتا ہے حالانکہ یہ چیزیں بھروسہ کے قابل نہیں۔ آگے دو مثالوں سے ان چیزوں کی بے ثباتی کو اور ان کے ناقابل بھروسہ ہونے کو بتاتے ہیں۔

پہلی مثال

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا
لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا
بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا وَّ
فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ
اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ
قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ
لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ
وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ
ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ
اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا
اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ اَوْ
يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿٤١﴾ وَاُحِيطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ
يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوشِهَا وَيَقُولُ
يٰلَيْتَنِي لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْ اَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُونَهٗ مِنْ
دُونِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ
ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ ع

ترجمہ: اور بیان کر ان کے لئے حال دو آدمیوں کا۔ بنائے ہم نے ان میں سے ایک کے لئے دو باغ انگوروں کے اور گھیراؤ کیا ہم نے ان دونوں کا کھجور کے درختوں سے اور بنائی ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتی۔ دونوں باغ دیتے اپنا پھل اور نہ کمی کرتے اس میں سے کچھ بھی۔ اور چلائی ہم نے ان دونوں کے درمیان نہر۔ اور ہوا اس کے لئے پھل تو کہا اس نے اپنے ساتھی سے جب کہ وہ گفتگو کر رہا تھا اس سے کہ میں کثیر تر ہوں تجھ سے مال میں اور غالب تر ہوں نفری میں۔ اور داخل ہوا وہ اپنے باغ میں اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والا تھا اپنے لئے۔ بولا نہیں میں خیال کرتا کہ برباد ہوگا یہ کبھی بھی اور نہیں میں گمان کرتا قیامت کو قائم ہونے والی۔ اور اگر لوٹایا گیا میں اپنے رب کی طرف تو میں ضرور پاؤں گا بہتر اس (باغ) سے پلٹنے کی جگہ۔ کہا اس کو اس کے ساتھی نے جب کہ وہ گفتگو کر رہا تھا اس سے کہ کیا تو انکار کرتا ہے اس ذات کا جس نے پیدا کیا تجھ کو مٹی سے پھر نطفہ سے پھر پورا سالم بنایا تجھ کو مرد۔ لیکن وہ اللہ میرا رب ہے اور نہیں میں شریک کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔ اور کیوں نہیں جب تو داخل ہوا اپنے باغ میں کہا تو نے ماشاء اللہ (جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے) اور لا قوۃ الا باللہ (جو بھی قوت ہے وہ اللہ کے دینے سے ہوتی ہے)۔ اگر تو دیکھتا ہے مجھ کو کہ میں قلیل تر ہوں تجھ سے مال اور اولاد میں تو ہو سکتا ہے کہ میرا رب دے مجھ کو بہتر تیرے باغ سے اور بھیجے اس پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے تو ہو جائے وہ (باغ) میدان چٹیل یا ہو جائے اس کا پانی اترا ہوا پھر تو طاقت نہ رکھے اس کو طلب کرنے کی۔ اور (آفت سے) گھیراؤ کیا گیا اس کے تمام پھل کا تو ہو گیا وہ کہ پلٹتا تھا اپنی ہتھیلیوں کو اس پر جو خرچ کیا تھا اس نے اس (باغ) میں اور وہ باغ گرا ہوا تھا اپنی ٹٹیوں پر اور

کہتا تھا اے کاش نہ میں شریک کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔ اور نہ ہوئی اس کے لئے جماعت کہ (اس کے لوگ) مدد کرتے اس کی اللہ کے سوائے اور نہ تھا وہ (خود) بدلہ لینے والا۔ وہاں سارا اختیار ہوگا سچے اللہ کے لئے۔ وہ بہتر ہے ثواب کے اعتبار سے اور بہتر ہے بدلہ کے اعتبار سے۔

تفسیر: (اور آپ) دنیا کے مال واسباب کی بے ثباتی اور معبودان باطل کے نا قابل بھروسہ ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے ان منکروں سے (دو شخصوں کا حال بیان کیجئے)۔ سو (ان دو) شخصوں (میں سے ایک کے لئے) جو بد دین تھا (ہم نے انگور کے دو باغ بنائے اور ان دونوں باغوں کا کھجور کے درختوں کی باڑ کے ساتھ گھیراؤ کیا اور دونوں باغوں کے درمیان) جو چھوڑی ہوئی زمین تھی وہاں بھی (ہم نے کھیتی پیدا کی) تا کہ غلہ اور پھل سب تیار ملیں۔ (دونوں باغ اپنا) پورا (پھل دیتے اور پھل دینے میں کچھ کمی نہ کرتے تھے۔ اور ان دونوں باغوں کے درمیان ہم نے ایک نہر چلا رکھی تھی) تا کہ منظر فرحت بخش ہو (اور) اگر بارش نہ تب بھی باغ خشکی سے خراب نہ ہوں۔ ایک دفعہ حسب معمول (اس کے یہاں) خوب (پھل ہوا تو) اترانے لگا اور (اپنے ایک ساتھی سے) جس کی مالی حیثیت اس سے کہیں کم تھی لیکن پکا موحد اور خدا ترس تھا اور اس کو شرک سے تائب ہونے کی تلقین کر رہا تھا (گفتگو کرتے ہوئے کہنے لگا کہ) دیکھو (میں تم سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور) تم سے (نفری) یعنی اولاد (میں بھی غالب ہوں)۔ یہ بات میرے حق پر ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر میرا مذہب باطل ہوتا تو میرے یہاں اس قدر فراوانی نہ ہوتی اور تمہارا مذہب حق ہوتا تو تمہاری مالی حالت اتنی کمزور نہ ہوتی کیونکہ دشمن کو کوئی نہیں نوازتا اور دوست کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ (اور) اسی دوران یعنی (جب کہ وہ) ایسی باتیں کر کے (اپنے آپ سے ظلم کر رہا تھا وہ اپنے باغ میں داخل ہوا تو) باغ کو پھلتا پھولتا دیکھ کر (کہنے لگا کہ) میں نے باغوں کی نشو ونما اور بقاء کے سب اسباب اکٹھے کر لئے ہیں اور (میں خیال نہیں کرتا کہ) میری زندگی میں (یہ کبھی بھی تباہ ہوں گے اور) رہا موت کے بعد کا قصہ سو اول تو (میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال نہیں کرتا) کیونکہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ زندگی ملے (اور) ہم خدا کے سامنے پیش ہوں یہ دور از کار باتیں ہیں۔ لیکن (اگر) ایسا ہوا اور (میں اپنے رب کی طرف لوٹایا) بھی (گیا تو پلٹنے کی جگہ اس باغ سے یقیناً زیادہ بہتر پاؤں گا)۔ آخر جب خدا ہم سے دنیا میں خوش ہے تو آخرت میں کیوں خوش نہ ہوگا۔ اس کی یہ باتیں سن کر (اس کے ساتھی نے جوابی گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم اس) پاک (ذات) کی توحید (کا انکار کرتے ہو جس نے تم کو) اس طرح سے پیدا کیا کہ اول تمہاری اصل یعنی آدم علیہ السلام کو (مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے) ان کی نسل چلائی اور تمہیں ان کی نسل میں سے کیا

(پھر تم کو صحیح و سالم آدمی بنا دیا)۔ پھر بھی تم اگر کفر و شرک کرتے ہو تو تم جانو (لیکن) میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ تنہا (وہ اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے) بجائے اترانے کے (یہ کیوں نہ کہا کہ ماشاء اللہ) یعنی جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور (لاقوۃ الا باللہ) یعنی ہم میں جو بھی قوت و طاقت ہے وہ اللہ ہی کی امداد سے ہوتی ہے۔ اور (اگر تم مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتے ہو تو) یہ جان لو کہ حق و باطل کا دارومدار ان چیزوں کے کم و زیادہ ہونے پر نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے لوگوں کے درمیان الٹ پھیر کرتے رہتے ہیں اس لئے (ہوسکتا ہے میرا رب) ہمارے حالات کو بدل دے اور (مجھے تمہارے باغ سے بہتر) مال (عطا فرمادے اور تمہارے باغ پر آسمان سے ایک تقدیری آفت بھیج دے اور وہ صرف ایک چٹیل میدان رہ جائے یا اس باغ کا پانی گہرائی میں اتر جائے پھر) اس کا ملنا تو دور کی بات ہے (تم اس کو طلب بھی نہ کرسکو)۔ آخر اس باغ میں وہی ہوا جو اس نیک مرد نے کہا تھا۔ آسمان سے کوئی آفت نازل ہوئی (اور اس کے) باغوں کے (تمام پھل کا، اس آفت کے ذریعہ (گھیراؤ کیا گیا) اور اس کو برباد کر دیا گیا (تو وہ) حسرت سے (اپنی ہتھیلیاں پلٹتا رہ گیا اس سرمایہ پر جو اس نے باغ میں لگایا تھا) کہ وہ اصل بھی گیا (اور وہ) باغ (اپنی ٹٹیوں پر گرا پڑا تھا اور وہ) ندامت سے یہ (کہتا تھا کہ اے کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا)۔ غرض مال جاتا رہا اس کو ثبات نہ ہوا (اور نہ اس کے لئے کوئی جماعت ہوئی) نہ اس کی اولاد کی اور نہ باطل معبودوں کی (جس کے افراد اللہ کے سوائے اس کی مدد کرتے اور نہ خود) اس میں اتنی طاقت تھی کہ ہم سے (بدلہ لے سکتا)۔ اور (وہاں) یعنی آخرت میں تو (سارا اختیار صرف سچے اللہ کے لئے ہوگا اور ثواب کے اعتبار سے) بھی (اور بدلہ کے اعتبار سے) بھی (وہی بہتر ہے)۔

دوسری مثال

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ
اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا
تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ
زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا
وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ: اور بیان کر ان کے لئے مثال حیات دنیوی کی جیسے پانی اتارا ہم نے اس کو آسمان سے پھر گنجان ہوگئی اس کے ذریعے سے نباتات زمین کی۔ پھر ہوگئی ریزہ ریزہ اڑاتی ہیں جس کو ہوائیں اور ہے اللہ ہر چیز پر قدرت والا۔ مال اور بیٹے زینت ہیں حیات دنیوی کے اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کے پاس ثواب کے اعتبار سے اور بہتر ہیں امید کے اعتبار سے۔

تفسیر: (اور آپ ان) لوگوں (سے دنیوی زندگی کی) حالت کی (مثال بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے) خشک و مردہ زمین پر (پانی جس کو ہم نے آسمان سے برسایا ہو پھر اس) پانی (کے ذریعہ زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی پھر وہ) نباتات جو سرسبز اور تروتازہ تھی خشک ہوکر (ریزہ ریزہ ہوگئی کہ اس کو ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں)۔ یہی حال دنیوی زندگی اور اس کے ساز و سامان کا ہے کہ آج اس سے بھری ہوئی نظر آتی ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔ (اور) یہ سب کچھ (اللہ تعالیٰ) کے کرنے سے ہے کیونکہ وہ (ہر چیز پر قدرت والا ہے) جب چاہے کسی چیز کو ایجاد کرے اور ترقی دے اور جب چاہے اس کو فنا کردے۔ دنیوی زندگی باقی نہیں رہتی تو (مال اور بیٹے) جو (دنیوی زندگی کی زینت) و رونق (ہیں) وہ بھی جلد ختم ہو جاتے ہیں۔ غرض کچھ باقی نہیں رہتا (اور) خود دنیا بھی فنا ہو جائے گی (باقی رہنے والی) چیزیں تو بس (نیکیاں) ہیں جو (آپ کے رب کے نزدیک) آخرت میں اس دنیا سے (ثواب کے اعتبار سے) بھی ہزار درجہ (بہتر ہیں اور) آخرت میں پوری ہونے والی (امید کے اعتبار سے) بھی (بہتر ہیں) جب کہ دنیا اور اس کی چیزوں سے وابستہ امیدوں کے پورا ہونے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔

ربط: اوپر دنیا کے فنا ہونے اور آخرت کے ہونے کا ذکر ہوا تو آگے ان کے کچھ احوال بتاتے ہیں جن سے دنیا کی بے ثباتی اور باطل معبودوں کے ناقابل بھروسہ ہونے کی تاکید ہوتی ہے۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ
حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ
لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ
لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا
فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا

كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾

ترجمہ: اور جس دن ہم ہٹا دیں گے پہاڑوں کو اور تو دیکھے گا زمین کو کھلی ہوئی اور اکٹھا کریں گے ہم ان کو پھر نہ ہم چھوڑیں گے ان میں سے کسی ایک کو۔ اور وہ پیش کئے جائیں گے تیرے رب پر صفیں باندھے ہوئے۔ آ پہنچے تم ہمارے پاس جیسا پیدا کیا ہم نے تم کو پہلی مرتبہ بلکہ دعویٰ کرتے تھے تم کہ ہرگز نہ ہم کریں گے تمہارے لئے وعدہ کا وقت۔ اور رکھا جائے گا نامہ اعمال تو تو دیکھے گا مجرموں کو خوفزدہ اس سے جو اس میں (لکھا) ہے اور کہیں گے ہائے ہماری کمبختی کیا ہوا اس نامہ اعمال کو کہ نہیں چھوڑتا صغیرہ گناہ کو اور نہ کبیرہ گناہ کو مگر یہ کہ اس نے شمار کر لیا ہے اس کو اور وہ پائیں گے جو انہوں نے عمل کئے حاضر اور نہیں ظلم کرے گا تیرا رب کسی ایک پر۔

تفسیر: اور اس دن کو یاد کرنا چاہئے (جس دن ہم پہاڑوں کو) اول ان کی جگہ سے (ہٹا دیں گے) پھر ان کو ریزہ ریزہ کر دیں گے (اور) اس وجہ سے کہ پہاڑ اور درخت اور عمارتیں نہ رہیں گی (آپ زمین کو کھلا) میدان (دیکھیں گے اور ہم ان) سب (کو) قبروں سے اٹھا کر میدان حساب میں (اکٹھا کر دیں گے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے) کہ وہ وہاں نہ لایا جائے۔ (اور سب) کے سب (آپ کے رب کے سامنے صفیں باندھے پیش کئے جائیں گے) اور ان میں سے جو قیامت کو جھٹلاتے تھے ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو (جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی بار) دنیا میں (پیدا کیا تھا اسی طرح) آخر (تم) دوبارہ پیدا ہو کر (ہمارے پاس آ پہنچے ہو) مگر تم اول مرتبہ کی تخلیق کو دیکھنے کے باوجود دوسری مرتبہ کی تخلیق کے قائل نہ ہوئے (بلکہ تم دعویٰ کرتے رہے کہ ہم تمہارے) دوبارہ پیدا کرنے کے (لئے ہرگز کوئی وقت موعود نہ بنائیں گے۔ اور نامہ اعمال) ان کے سامنے کھلا ہوا (رکھ دیا جائے گا اور آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ) لکھا (ہوگا اس سے خوفزدہ ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کمبختی اس نامہ اعمال کو کیا ہوا کہ نہ صغیرہ گناہ کو چھوڑتا ہے اور نہ کبیرہ گناہ کو چھوڑتا ہے مگر یہ کہ اس کو شمار کیا ہوا ہے اور انہوں نے) دنیا میں (جو کچھ عمل کیا وہ سب) لکھا ہوا (موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا) کہ نہ کئے ہوئے گناہ کو لکھ لے یا پوری شرائط کے ساتھ کی ہوئی نیکی کو نہ لکھے۔

ربط: دنیا کے ساز و سامان کے پیچھے لگنا اور باطل معبودوں پر بھروسہ کرنا دراصل شیطان کی پیروی کرنا ہے جو کہ انسانوں کا ازلی دشمن ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ
كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ
مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝٥٠ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ
خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ
الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝٥١ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ
فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝٥٢ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ
النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝٥٣

ترجمہ: اور جب کہا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کیا انہوں نے سوائے ابلیس کے۔ تھا وہ جنوں میں سے تو نافرمانی کی اس نے حکم کی اپنے رب کے۔ کیا پس تم بناتے ہو اس کو اور اس کی اولاد کو دوست میرے سوائے حالانکہ وہ ہیں تمہارے دشمن۔ برا ہے ظالموں کے لئے بدل۔ نہیں دکھایا میں نے ان کو بنانا آسمانوں کا اور زمین کا اور نہ (ہی) بنانا خود ان کا اور نہیں ہوں میں بنانے والا بہکانے والوں کو (اپنا) مددگار۔ اور جس دن وہ کہے گا کہ پکارو میرے شریکوں کو جن کا تم دعویٰ کرتے تھے سو وہ پکاریں گے ان کو تو وہ نہ جواب دیں گے ان کو اور بنا دیں گے ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ۔ اور دیکھیں گے مجرم لوگ آگ کو تو یقین کر لیں گے کہ وہ گرنے والے ہیں اس میں اور نہیں پائیں گے اس سے پھرنے کی راہ۔

تفسیر: (اور) وہ وقت یاد کرو (جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم) علیہ السلام (کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ جنوں میں سے تھا) اور عبادت میں ترقی کر کے فرشتوں کے گروہ میں شامل ہو گیا تھا اس لئے فرشتوں کو جو سجدہ کا حکم ہوا (تو) اس کو بھی ہوا۔ اس وقت اس کی اصلی طبیعت رنگ لائی اور اس نے تکبر کر کے (اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی)۔ سو جب ابلیس ایسا ہے (تو کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی اولاد) اور اس کے پیروکاروں (کو) اپنا (دوست) اور خیر خواہ و مددگار (بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے) ازلی (دشمن ہیں۔ یہ تو بڑے ظلم کی بات ہے اور تم جیسے (ظالم لوگوں کے لئے) میرے بجائے شیطان کا دوست ہونا (برا بدل ہے)۔ اور تمہارا ان کو میرا شریک ٹھہرانا تو بالکل

باطل ہے کیونکہ میں نے عالم کی ایجاد وتکوین میں ان سے کچھ مشورہ نہیں لیا (نہ) تو (میں نے آسمانوں اور زمین کا بنانا ان کو) بلا کر (دکھایا) کہ اگر کچھ اونچ نیچ رہ گئی ہو تو نشاندہی کر دیں اور مشورہ دے دیں (اور) نہ (خود ان کو بنانا) بھی ان کو دکھلایا یعنی ان سے نہیں پوچھا کہ تم کو کیسا بنایا جائے۔ (اور) بفرض محال میں کسی سے مدد بھی لیتا تو (میں) اپنی راہ سے (بہکانے والوں کو) تو بالکل بھی اپنا (مددگار بنانے والا نہیں۔اور) ان کو میرا شریک ٹھہرانے اور ان کو دوست بنانے کی حقیقت بھی اس دن کھل جائے گی (جس دن اللہ تعالیٰ) مشرکوں سے (کہے گا کہ میرے ان شریکوں کو) اپنی مدد کے لئے (پکارو جن کا تم دعویٰ کرتے تھے) کہ وہ خدائی میں میرے ساتھ شریک ہیں (سو وہ ان کو پکاریں گے تو وہ ان کو جواب ہی نہ دیں گے) جس سے دوستی کی ساری قلعی کھل جائے گی (اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ) یعنی آگ کی خندق (بنا دیں گے) تا کہ وہ ایک دوسرے کے نزدیک بھی نہ جا سکیں اور اس طرح سے مدد کی توقع ہی نہ رہے (اور) یہ (مجرم) پہلے تو معافی کی کچھ امید رکھتے ہوں گے لیکن (جب) یہ جہنم کی (آگ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ) اب (وہ اس میں گرنے) ہی (والے ہیں اور وہ اس سے پھرنے) اور فرار ہونے (کی کوئی جگہ بھی نہ پائیں گے)۔

ربط: اوپر سے جہنم والوں کا ذکر آ رہا ہے۔ آگے ان کی کچھ اور خصلتیں ذکر کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ

صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ
شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا
رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾
وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا
هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ
مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ
اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ
الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ۝۵۸ وَتِلْكَ
الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹ ع

ترجمہ: طرح طرح سے بیان کیا ہے ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر مضمون سے اور ہے انسان سب چیز سے زیادہ جھگڑنے میں۔ اور نہیں روکا لوگوں کو کہ ایمان لائیں جب آئی ان کے پاس ہدایت اور بخشش طلب کریں اپنے رب سے مگر اس بات نے کہ آئے ان کے پاس طریقہ پہلوں کا یا آئے ان کے پاس عذاب سامنے کا۔ اور نہیں بھیجا ہم نے رسولوں کو مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے۔ اور جھگڑتے ہیں کافر باطل کے ساتھ (مسلح ہو کر) تا کہ ٹلا دیں اس (باطل) سے حق بات کو اور انہوں نے بنا لیا میری آیتوں کو اور جو وہ ڈراوا دیئے گئے (اس کو) مذاق۔ اور کون زیادہ ظالم ہوگا جو نصیحت کیا گیا اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ تو اس نے ان سے اعراض کیا اور بھول گیا جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے۔ بے شک کر دیئے ہم نے ان کے دلوں پر پردے اس سے کہ وہ سمجھیں اس کو اور ان کے کانوں میں بوجھ (کر دیا)۔ اور اگر تو بلائے ان کو ہدایت کی طرف تو ہرگز ہدایت نہ پائیں اس حالت میں کبھی بھی۔ اور تیرا رب بخشنے والا رحمت والا ہے۔ اگر مواخذہ کرے ان کا اس پر جو انہوں نے کیا تو جلد لے آئے ان کے لئے عذاب کو۔ بلکہ ان کے لئے وعدہ کا وقت ہے کہ ہرگز نہیں پائیں گے اس سے ورے کھسکنے کی جگہ۔ اور یہ بستیاں ہیں ہلاک کیا ہم نے ان کے لوگوں کو جب انہوں نے ظلم کیا اور کیا ہم نے ان کی ہلاکت کے لئے وعدہ کا وقت۔

تفسیر: پہلی خصلت: کٹ حجتی کرتے ہیں۔

(اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں) کی ہدایت (کے واسطے ہر قسم کے) ضروری عمدہ (مضمون طرح طرح سے بیان فرمائے اور) اس کے باوجود منکر (انسان) کا یہ حال ہے کہ وہ ناحق (جھگڑنے میں سب سے زیادہ ہے) کہ کٹ حجتی کرتا ہے اور جب دلائل کا جواب نہیں بنتا تو فضول فرمائشیں شروع کر دیتا ہے کہ فلاں چیز دکھاؤ تب مانوں گا۔

دوسری خصلت: انتہائی ضد وعناد میں مبتلا ہیں

(اور) ان (لوگوں کے پاس) قرآن جیسی عظیم الشان (ہدایت آ جانے کے بعد ان) کو چاہئے تھا

کہ وہ اس کے کہے پر عمل کرتے لیکن اپنی ضد اور عناد کی وجہ سے انہوں نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس (کے) کہے پر عمل کرنے سے یعنی (ایمان لانے سے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے ان کو اس بات) کے انتظار (نے روک دیا ہے کہ پہلے لوگوں) کی ہلاکت (کا معاملہ ان کے ساتھ پیش آئے یا عذاب) الٰہی (ان کے سامنے آ کھڑا ہو) یعنی جب یہ باتیں ہوں گی اس وقت ایمان لائیں گے لیکن اس وقت ایمان لانا کچھ مفید نہ ہوگا۔

تیسری خصلت: حق کی مخالفت اور اس کا استہزاء کرتے ہیں

(اور رسولوں کو ہم صرف اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ) لوگوں کو ہمارا دین پہنچا کر ماننے پر (خوشخبری دیں اور) نہ ماننے پر (ڈرائیں)۔ وہ تو صرف ذریعہ ہیں اصل بھیجنے والے ہم ہیں تو ان سے جھگڑنے کا کیا فائدہ۔ لیکن (یہ کافر لوگ) پھر بھی (باطل) دلائل (کے سہارے) ہمارے رسولوں سے (جھگڑتے ہیں تاکہ) اس (باطل) اور جھوٹ (سے حق کو) پست کر دیں اور اس کو (ٹلا دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس) عذاب (کا وہ ڈراوا دیئے گئے ہیں اس کو ہنسی مذاق بنا لیا ہے)۔

چوتھی خصلت: عقل و حواس سے کچھ کام نہیں لیتے

(اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے روگردانی کرے اور) تکذیب حق اور استہزاء و تمسخر کا (جو) ذخیرہ (اپنے ہاتھوں آگے بھیجا ہے اس) کی سزا (کو) بالکلیہ (بھلائے رکھے) اور اس کو کبھی نہ سوچے۔ ان کے ان ہی اعمال کی وجہ سے (ہم نے اس سے کہ) مبادا (یہ حق بات کو سمجھ سکیں ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور) اس سے کہ مبادا حق بات کو سنجیدگی سے سن سکیں (ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے) یعنی ڈاٹ دے دی ہے۔ اب نہ حق کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بالکل مسخ ہو گئے ہیں پھر حق کی طرف کیسے متوجہ ہوں گے۔ (اگر) اس حالت میں (ان) لوگوں (کو آپ ہدایت کی طرف بلائیں تو یہ) اپنی (اس حالت میں کبھی بھی راہ ہدایت پر نہیں آئیں گے)۔

حاصل کلام

یہ ہے کہ ان کی یہ خصلتیں (اور) حرکتیں ایسی ہیں کہ ان پر عذاب آنے میں کچھ بھی تاخیر نہ ہو مگر (آپ کا مغفرت والا رب رحمت والا حکمت والا ہے۔ اس کی حکمت اور رحمت خاصہ فوراً تباہ کرنے سے مانع ہے اور وہ موقع دیتا ہے کہ آدمی توبہ کر لے ورنہ وہ کمال قدرت والا بھی ہے کہ (اگر وہ ان کے کئے پر ان کی گرفت کرے تو ان کے لئے جلد عذاب لے آئے)۔ اور اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ پھر ان پر

عذاب ہوگا ہی نہیں (بلکہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے وعدہ کا ایک وقت مقرر ہے کہ اس سے ورے وہ کھسکنے کی ہرگز کوئی جگہ نہ پائیں گے) یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ اس وقت کے آنے سے پہلے کسی جگہ جا کر پناہ لے سکیں۔ (اور) ہمارے اس دعوے پر (یہ بستیاں) گواہ ہیں کہ (ہم نے ان کے لوگوں کو جب انہوں نے ظلم کیا) اپنی قدرت سے ہلاک کر دیا (اور ہم نے ان کی ہلاکت کا بھی ایک وقت مقرر کر رکھا تھا)۔

ربط: اوپر کے مضمون کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت کا ذکر ہوا تو آگے اس قدرت وحکمت کا مزید اظہار فرماتے ہوئے دو قصے ذکر کرتے ہیں ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر کا اور دوسرا ذوالقرنین کا۔

پہلا قصہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا قصہ

وَإِذْ قَالَ
مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾
فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ
سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا
هَٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ
وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ ۖ
عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾
فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا
عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ
رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا
لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي
لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ

لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ
اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ
اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَ
لَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ
قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ
سَاَلْتُكَ عَنْ شَىْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِىْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ
لَّدُنِّىْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ۣاسْتَطْعَمَآ
اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ
يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ
هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ
عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ
فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ
غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا
طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ
اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ
وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ
يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا

فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ؕ۸۲ ع

ترجمہ: اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان سے کہ نہ ہٹوں گا میں یہاں تک کہ پہنچ جاؤں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ تک یا چلتا رہوں زمانوں تک۔ پھر جب دونوں پہنچے ان دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ تو وہ بھول گئے اپنے مچھلی کو اور اس مچھلی نے پکڑی اپنی راہ دریا میں سرنگ بنا کر۔ پھر جب وہ دونوں آگے چلے تو کہا موسیٰ نے اپنے جوان سے لاؤ ہمارے پاس ہمارا کھانا، پائی ہے ہم نے اپنے اس سفر سے مشقت۔ کہا دیکھئے جب ٹھہرے تھے ہم اس پتھر کے پاس تو میں بھول گیا تھا مچھلی کو اور نہیں بھلوائی مجھ کو وہ (مچھلی) مگر شیطان نے اس سے کہ میں تذکرہ کروں اس کا اور پکڑی اس نے اپنی راہ دریا میں عجیب طرح۔ کہا وہی تو ہے جو ہم تلاش کرتے تھے۔ تو وہ دونوں الٹے پھرے اپنے نقش پا پر پہچانتے ہوئے۔ پھر پایا انہوں نے ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے دی ہم نے اس کو رحمت اپنے پاس سے اور سکھایا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم۔ کہا اس سے موسیٰ نے کیا میں پیچھے لگوں تمہارے اس شرط پر کہ تم سکھاؤ گے مجھ کو اس میں سے جو سکھائے گئے تم مفید علم۔ بولا کہ تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے میرے ساتھ صبر کرنے کی۔ اور کیسے تم صبر کرو گے اس چیز پر نہیں احاطہ کیا تم نے جس کا واقفیت سے۔ کہا تم پاؤ گے مجھے اگر چاہا اللہ نے صبر کرنے والا اور نہیں نافرمانی کروں گا تمہارے کسی حکم کی۔ بولا پھر اگر پیچھے لگو تم میرے تو مت سوال کرنا مجھ سے کسی شے کے بارے میں یہاں تک کہ میں خود شروع نہ کروں تمہارے لئے اس کا تذکرہ۔ وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب وہ سوار ہوئے ایک کشتی میں تو پھاڑ ڈالا اس کو۔ کہا کیا پھاڑ دیا تم نے اس کو تاکہ تم غرق کرو اس کے لوگوں کو۔ یقیناً تم نے کیا ہے کام انوکھا۔ بولا کیا نہیں کہا تھا میں نے کہ تم ہرگز طاقت نہیں رکھو گے میرے ساتھ صبر کرنے کی۔ کہا مت گرفت کرو میری میرے بھولنے پر اور مت ڈالو مجھ پر میرے معاملہ میں تنگی۔ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ وہ ملے ایک لڑکے سے تو اس نے قتل کر دیا اس (لڑکے) کو۔ کہا کیا قتل کیا تم نے ایک نفس پاکیزہ کو بغیر کسی جان کے۔ یقیناً کیا ہے تم نے کام برا۔ بولا کیا نہیں کہا تھا میں نے تم کو کہ تم ہرگز طاقت نہ رکھو گے میرے ساتھ صبر کرنے کی۔ کہا اگر سوال کروں میں تم سے کسی چیز کے بارے میں اس کے بعد تو مت ساتھ رکھنا مجھ کو۔ تم پہنچ چکے ہو میری طرف سے عذر کو۔ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب وہ آئے ایک بستی والوں کے پاس کھانا مانگا ان دونوں نے بستی کے لوگوں سے تو انہوں نے انکار کیا کہ مہمانی کریں ان دونوں کی۔ پھر پائی ان

دونوں نے ایک دیوار جو ٹوٹنا ہی چاہتی تھی تو اس نے سیدھا کر دیا اس کو۔ کہا اگر تم چاہتے تو تم لیتے اس پر اجرت۔ بولا یہ جدائی ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان۔ میں بتاتا ہوں تم کو حقیقت اس بات کی نہیں طاقت رکھی تم نے جس پر صبر کرنے کی۔ رہی کشتی تو وہ تھی چند مسکینوں کی جو کام کرتے تھے دریا میں۔ سو میں نے ارادہ کیا کہ میں عیب دار کر دوں اس کو اور تھا ان کے آگے بادشاہ جو لیتا تھا ہر کشتی کو چھین کر۔ اور رہا لڑکا تو تھے اس کے والدین ایمان والے۔ سو خوف کیا ہم نے کہ وہ عاجز کر دے ان کو سرکشی اور کفر سے۔ تو ارادہ کیا ہم نے کہ بدل دے ان کو ان کا رب بہتر اس سے پاکیزگی میں اور قریب تر شفقت میں۔ اور رہی دیوار تو وہ تھی دو یتیم لڑکوں کی جو تھے شہر میں اور تھا اس کے نیچے خزانہ ان دونوں کا اور تھا ان کا باپ نیک۔ تو چاہا تیرے رب نے کہ وہ پہنچیں اپنی جوانی کو اور وہ نکالیں اپنے خزانے کو مہربانی سے تیرے رب کی جانب سے۔ اور نہیں کیا میں نے اس کو اپنی رائے سے۔ یہ حقیقت ہے اس بات کی کہ نہیں طاقت رکھی تم نے جس پر صبر کرنے کی۔

تفسیر: (اور) وہ وقت یاد کرو (جب) اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قدرت وحکمت کے کچھ اسرار دکھلائیں تو ان کو حکم دیا کہ وہ مجمع البحرین یعنی دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ جائیں جہاں ان کو ایک صاحب ملیں گے ان سے استفادہ کریں۔ ان صاحب کے نشان و پتہ کے لئے بتایا کہ ایک مچھلی ساتھ رکھ لو جہاں مچھلی گم ہو سمجھنا کہ اسی جگہ وہ صاحب موجود ہیں۔ گویا مجمع البحرین سے جو ایک وسیع علاقہ مراد ہوتا تھا اس کی پوری تعیین کے لئے یہ علامت مقرر فرما دی (موسیٰ) علیہ السلام (نے) اسی ہدایت کے موافق (اپنے خادم) خاص حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر سفر شروع کیا اور یوشع (کو کہا) کہ مچھلی کا خیال رکھنا (میں نہیں ہٹوں گا) اور چلتا ہی رہوں گا (یہاں تک کہ مجمع البحرین تک پہنچ جاؤں یا) اپنی منزل کو حاصل کرنے تک یونہی (زمانوں تک چلتا رہوں گا۔ جب وہ دونوں مجمع البحرین پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے اور) موسیٰ علیہ السلام ایک بڑے پتھر کے قریب سو رہے۔ اتنے میں یوشع علیہ السلام نے دیکھا کہ مچھلی اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر تھیلے سے نکلی اور (اس نے) عجیب طریقے سے (دریا میں سرنگ سی بناتے ہوئے اپنے جانے کی راہ پکڑی)۔ یوشع اس کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوں تو ان سے کہیں لیکن جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو ان کو بتانا یاد نہ رہا۔ دونوں آگے چل پڑے۔ اب (جب) منزل سے (دونوں آگے بڑھے تو) چلنے میں تھکان محسوس کی۔ آخر ایک جگہ رک کر (موسیٰ) علیہ السلام (نے اپنے جوان سے کہا کہ ہمارا کھانا تو لاؤ) عجیب بات ہے کہ ہمیں اپنے پہلے سفر سے تھکان نہیں ہوئی لیکن (ہم نے اپنے اس سفر میں تکلیف پائی ہے)۔ اس

وقت یوشع کو مچھلی کا قصہ یاد آیا (کہا کہ دیکھئے جب ہم بڑے پتھر کے قریب ٹھہرے تھے تو) وہاں مچھلی کا عجیب قصہ پیش آیا۔ تھا لیکن پھر (مچھلی کو میں بالکل ہی بھول گیا اور آپ سے اس کا تذکرہ کرنے کو شیطان نے) وسوسہ اندازی کر کے (مجھے بُھلوا دیا اور) وہ قصہ یہ ہوا کہ (مچھلی نے) زندہ ہو کر (عجیب طریقہ سے اپنا راستہ دریا میں بنا لیا تھا)۔ موسیٰ علیہ السلام نے (کہا کہ وہ ہی تو جگہ تھی جس کو ہم تلاش کر رہے تھے) ہم کو وہیں واپس چلنا ہو گا۔

(سو دونوں اپنے نقش قدم دیکھتے ہوئے واپس لوٹے پھر) وہاں (انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے) خضر علیہ السلام (کو پایا جن کو ہم نے اپنے پاس سے) خاص رحمت (عطا کی اور ہم نے اپنے پاس سے ان کو) اسرار کونیہ یعنی عالم کے واقعات وحوادث کے اسرار کا (علم سکھایا۔ ان سے موسیٰ) علیہ السلام (نے کہا کہ کیا) مجھے اجازت ہے کہ (میں آپ کے ساتھ چلوں اس بات پر کہ) اسرار کونیہ کا (جو مفید علم آپ کو) اللہ تعالیٰ کی جانب سے (سکھایا گیا ہے آپ اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیں)۔ خضر علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہ وہ خود تو اس بات کے پابند ہیں کہ عالم کے واقعات کا جزئی علم پا کر اس کے مطابق عمل کریں جب کہ موسیٰ علیہ السلام کے علوم کا تعلق تشریعی قوانین اور کلیات سے ہے اور وہی علوم ان میں رچے بسے ہوئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مخصوص اسباب وعوارض کی بنیاد پر ہونے والا جو کام بھی وہ شرعی قوانین کے خلاف ہوتا دیکھیں گے تو صبر نہ کر سکیں گے اور اعتراض کریں گے جس کی وجہ سے میرے ساتھ ان کا نباہ نہ ہو سکے گا اس لئے (کہا) کہ (آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے اور جن امور کا آپ نے اپنی واقفیت) اور اپنے علم (سے احاطہ نہیں کیا آپ ان پر صبر کیسے کر سکتے ہیں)۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس کا تصور بھی نہ تھا کہ ایسے مقرب اور مقبول بندے سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں آئے گی جو اعلانیہ ان کی شریعت بلکہ کسی بھی شریعت اور اخلاقی ضابطہ کے خلاف ہو۔ اس لئے (انہوں نے فرمایا کہ) نہیں (انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے اور میں کسی بات میں آپ کے حکم کے خلاف نہ کروں گا)۔ خضر علیہ السلام نے (کہا) اچھا (اگر آپ میرے ساتھ چلنا ہی چاہتے ہیں تو) پھر اتنا خیال رہے کہ (آپ مجھ سے) میرے (کسی کام کے بارے میں مت پوچھئے گا یہاں تک کہ میں خود آپ سے اس کا تذکرہ کروں)۔

غرض باہم قول واقرار ہو گیا (تو دونوں ایک طرف کو چلے یہاں تک کہ) چلتے چلتے ایک دریا تک پہنچے۔ آگے جانے کے لئے (جب ایک کشتی پر سوار ہوئے تو خضر) علیہ السلام نے اپنی غیر معمولی خداداد قوت سے محض انگلی کے اشارہ سے یا ہاتھ کے معمولی دباؤ سے کشتی میں سوراخ کر دیا)۔ موسیٰ علیہ السلام نے (فرمایا کہ کیا آپ نے کشتی میں اس لئے سوراخ کیا کہ اس کے لوگوں) یعنی مسافروں (کو آپ)

دریا میں (غرق کردیں۔ یہ تو آپ نے انوکھی بات کی ہے)۔ خیر کشتی میں خرق عادت کے طور پر پانی داخل نہیں ہوا۔ خضر علیہ السلام نے (کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ) میری باتوں پر (صبر نہ کرسکیں گے)۔ آخر وہی ہوا اور آپ اپنے قول پر قائم نہ رہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے (فرمایا) میں بھول گیا تھا سو (آپ میری بھول چوک پر میری گرفت نہ کیجئے اور آپ) کے ساتھ (میرے) چلنے کا جو (معاملہ) ہے اس (میں مجھ پر تنگی نہ ڈالئے) کہ بھول چوک کی بھی معافی نہ ہو۔ خیر (وہ دونوں) پھر اور آگے (چلے یہاں تک کہ ایک) آبادی میں ایک کمسن (بچے سے ملے تو خضر) علیہ السلام (نے) اپنے ہاتھ کے اشارے سے (اس کو قتل کر ڈالا)۔ موسیٰ علیہ السلام گھبرا کر (کہنے لگے کہ کیا آپ نے ایک) بے گناہ (پاکیزہ جان کو مار ڈالا اور وہ بھی (کسی جان کے) بدلے کے (بغیر۔ بے شک آپ نے تو یہ بڑی بے جا حرکت کی) کہ اول تو نابالغ کو قتل کیا جس کو قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جاتا پھر اس نے تو کوئی ایسا کام بھی نہیں کیا تھا جو بذات خود قصاص کا سبب ہوتا۔ خضر علیہ السلام نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو یاد دلاتے ہوئے (کہا کہ کیا میں نے) پہلے ہی (آپ کو نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکیں گے)۔ موسیٰ علیہ السلام نے (کہا کہ) واقعی مجھ سے صبر نہیں ہوسکا۔ بہتر ہے کہ آپ مجھے ایک موقع اور دے دیجئے۔ (اس دفعہ کے بعد بھی اگر میں کسی کام کے بارے میں آپ سے سوال کروں تو آپ بے شک مجھے ساتھ نہ رکھئے گا۔ واقعی آپ میری طرف سے عذر) کے آخری درجے (کو پہنچ گئے ہیں۔ وہ دونوں پھر) آگے (چلے یہاں تک کہ جب ایک بستی پر گزر ہوا تو بستی والوں سے کھانے کو مانگا) کہ ہم مہمان ہیں لیکن (انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کردیا)۔ خضر علیہ السلام نے ان کی بے مروتی اور تنگ دلی پر غصہ نہ کیا بلکہ الٹا ان پر یہ احسان کیا کہ جب اس بستی میں (ان دونوں کو ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی خضر) علیہ السلام (نے) ہاتھ کے اشارے سے (اس کو سیدھا کردیا)۔ موسی علیہ السلام نے (کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر اجرت ہی لے لیتے) کہ ہمارے کھانے کا بندوبست بھی ہوتا اور ان لوگوں کے اخلاق کی اصلاح بھی ہوتی ورنہ ایسے لوگوں کے ساتھ رعایت واحسان کرنے سے ان کی بد خلقی میں اضافہ ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام چونکہ اس موقع پر بھی بول اٹھے اس لئے (خضر) علیہ السلام (نے کہا) اب (یہ وقت میرے اور آپ کے درمیان علیحدگی کا ہے) لیکن جدا ہونے سے پہلے (میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت بتا دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کرسکے)۔

(وہ جو کشتی تھی سو چند) غریبوں (مسکینوں کی تھی جو) اس کے ذریعہ سے (دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے) اور اسی پر ان کی گزر اوقات ہوتی تھی۔ (سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں) جس کی وجہ یہ تھی (کہ ان لوگوں کے آگے) جس طرف کو کشتی جارہی تھی (ایک) ظالم (بادشاہ ہر)

اچھی (کشتی کو چھین لیتا) یا بیگار میں پکڑ لیتا (تھا)۔عیب دار ہونے کی وجہ سے وہ کشتی اس بادشاہ کے دستبرد سے محفوظ رہی۔

(اور رہا وہ لڑکا تو اس کے ماں باپ ایمان والے تھے) اور اس بچے سے بہت محبت کرتے تھے لیکن ماحول کے بعض اثرات سے اس بچے کے اندر برائی کی بنیاد پڑ گئی تھی جس کا علم اللہ تعالیٰ کو تھا۔ وہ بچہ بڑا ہوتا (تو) بدراہ ہوتا اور (ہمیں قوی اندیشہ تھا) جب کہ اللہ تعالیٰ کو تحقیق تھی (کہ وہ ان دونوں) ماں باپ (کو) بھی (سرکشی اور کفر سے عاجز کر دے گا اور وہ اپنی محبت کے سبب بد دینی میں اس کا ساتھ دینے لگیں گے۔ خدا کو منظور تھا کہ اس کے ماں باپ ایمان پر قائم رہیں اس لئے حکمت الٰہیہ کا یہ تقاضا ہوا کہ اس میں مخل ہونے والے کو ہی دور کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں لڑکے کو قتل کر دوں تو میں نے خدا کے حکم کو پورا کیا۔لڑکے کے مارے جانے سے والدین کا ایمان محفوظ ہو گیا اور جو صدمہ ان کو پہنچا (تو ہم کو) اللہ کے چاہنے سے یہ (منظور ہوا کہ ان کا رب اس کے بدلے میں ان کو ایسی اولاد دے جو) اخلاق (پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور ان کے ساتھ محبت) و تعظیم (کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو)۔

(اور رہی) وہ (دیوار تو) اصل میں (وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ مدفون ہے) جو ان کے باپ نے ان کے لئے دفن کیا تھا۔ اگر دیوار گر پڑتی تو یتیم بچوں کا مال کھل جاتا اور بدنیت لوگ اسے اٹھا لیتے۔لیکن (ان بچوں کا باپ نیک آدمی تھا)۔اس کی نیکی کی رعایت سے (آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا) کہ بچوں کے مال کی حفاظت کی جائے یہاں تک (کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور خود اپنے خزانے کو نکالیں) اس لئے مجھے حکم دیا کہ میں اس دیوار کو سیدھا کر دوں تو میں نے اس کو سیدھا کر دیا (اور میں نے اس کو اپنی مرضی سے نہیں کیا)۔اور جو کام خدا کے حکم سے کرنا ضروری ہو اس پر اجرت لینا مقربین کا کام نہیں ہے۔غرض (یہ ہے ان باتوں کی حقیقت جن پر آپ صبر نہ کر سکے)۔

فائدہ: قرآن اور حدیث میں صرف خضر علیہ السلام کے بارے میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تکوینیات میں کام لیا۔ کیا ان کی طرح کے اور لوگ بھی ہوتے ہیں یا ہوئے ہیں۔قرآن و حدیث میں اس کا نہ تو اثبات ہے اور نہ ہی نفی ہے۔لہٰذا اور بھی ہوتے ہوں تو اس کا امکان و احتمال ہے لیکن کسی پختہ دلیل کے بغیر کسی بھی شخص کو خضر صفت مان لینا اگرچہ وہ شریعت سے کتنا ہی دور ہو محض توہم پرستی ہے۔

دوسرا قصہ: ذوالقرنین کا قصہ

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ ﴿٨٣﴾
اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۙ ﴿٨٤﴾ فَاَتْبَعَ
سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ
عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ
اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ
فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا
مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ
مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ؕ ﴿٨٨﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ
وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۙ ﴿٩٠﴾
كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰۤى
اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ
يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ
مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ
تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ
بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى
اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ
قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ؕ ﴿٩٦﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ
مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ

وَعۡدُ رَبِّيۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعۡدُ رَبِّيۡ حَقًّا ﴿۹۸﴾

ترجمہ: اور یہ سوال کرتے ہیں تجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں ۔ کہہ دے میں پڑھتا ہوں تم پر اس کا کچھ تذکرہ۔ ہم نے حکومت دی اس کو زمین میں اور دیا ہم نے اس کو ہر قسم کا سامان۔ پھر وہ لگا ایک راہ پر یہاں تک کہ جب وہ پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ پایا اس کو کہ ڈوب رہا ہے دلدلی زمین میں اور پایا اس کے پاس لوگوں کو۔ ہم نے کہا اے ذوالقرنین یا تو تو عذاب دے ان کو اور یا تو اختیار کر ان کے بارے میں حسن سلوک کو۔ بولا رہا وہ جس نے ظلم کیا ہو گا تو ہم عذاب دیں گے اس کو پھر وہ لوٹایا جائے گا اپنے رب کی طرف پھر وہ عذاب دے گا اس کو عذاب برا۔ اور رہا وہ جو ایمان لایا اور عمل کیا نیک تو اس کے لئے ہے بدلہ بھلائی کا اور کہیں گے ہم اس کو اپنے کام کے لئے آسان بات۔ پھر وہ لگا ایک راہ پر یہاں تک کہ جب وہ پہنچا سورج نکلنے کی جگہ کو تو پایا اس کو کہ طلوع ہو رہا ہے ایسی قوم پر کہ نہیں بنایا ہم نے ان کے لئے سورج سے ورے کوئی حجاب۔ یونہی ہے۔ اور احاطہ کیا ہے ہم نے جو اس کے پاس ہے خبر کا۔ پھر وہ لگا ایک راہ پر یہاں تک کہ جب وہ پہنچا دو پہاڑوں کے درمیان پایا ان سے ورے کچھ لوگوں کو جو قریب نہ تھے کہ سمجھیں بات کو۔ انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین بلاشبہ یاجوج اور ماجوج فساد کرتے ہیں زمین میں تو کیا ہم مقرر کر دیں تیرے لئے کوئی ٹیکس اس شرط پر کہ تو بنا دے ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ایک دیوار۔ بولا جو مال کہ قدرت دی مجھ کو اس میں میرے رب نے خیر ہے۔ تو تم مدد کرو میری افرادی محنت سے میں بنا دیتا ہوں تمہارے درمیان اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار۔ لاؤ میرے پاس تختے لوہے کے یہاں تک کہ جب اس نے برابر کر دی دو چوٹیوں کے درمیان (کی جگہ) کو کہا کہ دھونکو۔ یہاں تک کہ جب کر دیا اس کو لال انگارا کہا لاؤ میرے پاس انڈیلوں میں اس پر پگھلا ہوا تانبا۔ تو نہیں طاقت رکھی انہوں نے کہ چڑھ جائیں اس پر اور نہیں طاقت رکھتے تھے اس میں سوراخ کرنے کی۔ بولا یہ رحمت ہے میرے رب کی جانب سے۔ پھر جب آئے گا وعدہ میرے رب کا تو وہ کر دے گا اس کو ڈھایا ہوا اور ہے وعدہ میرے رب کا سچا۔

تفسیر: اور یہود کے مشورہ سے (یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں ان کا کچھ تذکرہ) وحی الٰہی سے (تمہارے سامنے پڑھتا ہوں) اور بیان کرتا

ہوں۔ وہ ہمارے مقبول اور ایک دیندار بادشاہ تھے۔ (ان کو ہم نے روئے زمین پر حکومت دی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان بھی) بہت (دیا) جس سے وہ اپنے شاہی ارادوں کو پورا کر سکیں۔ وہ ایک مرتبہ فتوحات کے ارادہ سے یا سیاحت کے ارادہ سے نکلے۔ (چنانچہ ایک جانب کی راہ پر لگ گئے) اور سفر شروع کر دیا یہاں تک کہ جب سفر کرتے کرتے ایسی جگہ پہنچے جہاں حد نگاہ تک دلدلی زمین تھی اور (ان کو سورج اس دلدلی زمین میں ڈوبتا ہوا نظر آیا اور اس جگہ پر انہوں نے ایک) کافر (قوم کو پایا)۔ ہم بادشاہوں کو جو نیک و بد کی قدرت دیتے ہیں اس کو سامنے کرتے ہوئے گویا (ہم نے) یوں (کہا کہ اے ذوالقرنین تم) اپنی صوابدید سے (یا تو) ان کو عذاب دو اور یا ان کے بارے میں حسن سلوک کو اختیار کرو۔ ذوالقرنین نے) اس قوم کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہوئے یہ (کہا کہ) ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور ان کو ایمان کی دعوت بھی دیں گے۔ پھر (جو کوئی ظلم کرے گا) کہ نہ تو ایمان لائے اور نہ ہماری اطاعت قبول کرے (تو اس کو ہم سزا) میں قتل کر (دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا جو پھر (اس کو) آخرت کا (برا عذاب دے گا۔ اور جو کوئی ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لئے) آخرت میں بھی (اچھی جزا ہوگی اور) دنیا میں بھی ہم اس پر سختی نہ کریں گے بلکہ (اپنے کام کے لئے جب کوئی بات اس سے کہیں گے تو سہولت) اور نرمی (کی کہیں گے)۔

(پھر وہ ایک) دوسری (راہ پر لگ گئے یہاں تک کہ سفر کرتے کرتے وہ ایک دن طلوع آفتاب کی جگہ یعنی جہت مشرق میں انتہا پر پہنچے جہاں سورج کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے پایا کہ جن کے لئے سورج سے ورے ہم نے) چھت جیسا (کوئی حجاب نہیں بنایا تھا) اور سورج کی شعاعیں براہ راست ان پر پڑ رہی تھیں کیونکہ وہ جنگلی اور خانہ بدوش قسم کے لوگ تھے جن میں گھر بنانے اور چھت ڈالنے کا رواج نہ تھا۔

ذوالقرنین کے ان دونوں سفروں کی جو کیفیت بیان کی گئی وہ واقع میں (یونہی تھی اور ان کے پاس جو وسائل تھے) اور ان کو جو حالات پیش آئے (ہم نے ان سب کا) اپنے (علم میں احاطہ کیا ہوا ہے)۔

(پھر وہ ایک) تیسری (راہ پر چلے یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے بیچ میں پہنچے تو ان پہاڑوں سے ورے ورے انہوں نے ایک ایسی قوم کو پایا جو) زبان کے اجنبی ہونے کی وجہ سے (ان کی بات کو سمجھتی نہ تھی۔ ان لوگوں نے ذوالقرنین کے غیر معمولی اسباب و وسائل اور ان کی قوت و حشمت کو دیکھ کر خیال کیا کہ ہماری تکالیف و مصائب کا سد باب ان سے ہو سکے گا اس لئے کسی ترجمان کے واسطہ سے (انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین) ہماری قوم اور یاجوج ماجوج کی قوم کے درمیان یہ دو پہاڑ حائل ہیں جن پر ان کی چڑھائی ممکن نہیں۔ البتہ پہاڑوں کے بیچ میں یہ ایک درہ کھلا ہوا ہے اسی سے (یاجوج

ماجوج) ہماری (سرزمین میں) آتے ہیں اور (فساد) اور لوٹ مار (کرتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے اس شرط پر کچھ ٹیکس مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان یاجوج ماجوج کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ بنا دیں۔ ذوالقرنین نے) جواب میں (کہا کہ جس مال میں) تصرف کرنے کی (مجھے میرے رب نے قدرت دی ہے وہ) مقدار اور کیفیت ہر اعتبار سے (بہتر ہے اس لئے) مال کی مجھے کچھ ضرورت نہیں البتہ اپنی جسمانی (قوت سے میری مدد کرو) یعنی ہمارے آدمیوں کے ساتھ مل کر تم بھی محنت کرو (تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دیتا ہوں)۔ غرض سامان اکٹھا کر کے جب دیوار بنانے لگے تو (ذوالقرنین نے کہا کہ) اول (میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے تختے لاؤ)۔ وہ لائے گئے تو ان کی اوپر نیچے تہیں جمائیں (یہاں تک جب) ان تختوں سے (ان دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں کے بیچ کے خلا کو پہاڑوں کے برابر بھر دیا تو کہا اب اس کو دھونکو)۔ لوگوں نے دھونکنا شروع کیا یہاں تک کہ (جب) دھونکتے دھونکتے (اس) لوہے کی دیوار (کو لال انگارا کر دیا تو) اس وقت (کہا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ اس کو اس دہکتے لوہے کی دیوار پر انڈیل دوں)۔ اوپر سے انڈیلنے سے وہ تانبا تختوں کے درمیان درزوں میں گھس گیا اور سب کو ایک جان کر دیا۔ (سو) اس کی انتہائی بلندی اور ہمواریت کی وجہ سے (یاجوج ماجوج اس پر چڑھ نہیں سکتے تھے اور) اس کی مضبوطی اور موٹائی کی وجہ سے (اس میں سوراخ نہ کر سکتے تھے۔ ذوالقرنین نے) جب اس دیوار کو تیار دیکھا جس کا تیار ہونا معمولی کام نہ تھا تو شکرانے کے طور پر (کہا کہ یہ) دیوار کی تعمیر (میرے رب کی ایک رحمت ہے) مجھ پر بھی کہ میرے ہاتھ سے یہ غیر معمولی دیوار تعمیر کرائی اور اس قوم والوں پر بھی کہ یہ یاجوج ماجوج کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ پھر بہرحال یہ کتنی بھی مضبوط ہو بالآخر فانی ہے (اور جس وقت) اس کے فنا سے متعلق (میرے رب کے وعدہ کا وقت آئے گا تو وہ اس کو ڈھا) کر زمین کے برابر کر (دے گا اور میرے رب کا) ہر (وعدہ سچا ہے) اور اپنے وقت پر ضرور پورا ہوتا ہے۔

فائدہ: قرآن کا اصل مطلب سمجھنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ معلوم ہو کہ تاریخی اعتبار سے ذوالقرنین کس زمانے میں ہوئے اور کہاں ہوئے۔ اسی طرح یہ معلوم کرنا بھی ضروری نہیں کہ یاجوج ماجوج کون سی قوم تھی اور اب تک وہ کہاں محصور ہے اور اس کی دنیوی ترقی کے کیا حالات ہیں۔ ان دونوں کے بارے میں جو کچھ تحقیق کی گئی ہے وہ بہرحال حتمی اور یقینی نہیں اس لئے ہم یہاں اس کے ذکر کو چھوڑتے ہیں۔ جن کو دلچسپی ہو وہ دیگر تفاسیر کا اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی کتاب قصص القرآن کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

ربط: اوپر یاجوج ماجوج کا اوران کو روکنے والی دیوار کی تعمیر کا ذکر ہوا اور آخر میں یہ ذکر ہوا کہ جب اللہ کا حکم ہوگا یہ دیوار ٹوٹ جائے گی۔ سوال پیدا ہوا کہ دیوار کب ٹوٹے گی اور اس کے بعد کیا ہوگا۔ آگے اس کا جواب ہے۔

وَتَرَكْنَا

بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾

ترجمہ: اور چھوڑیں گے ہم ان کے بعض کو اس دن ھستے ہوں گے دوسرے بعض میں اور پھونکا جائے گا صور میں پھر جمع کرلیں گے ہم ان سب کو اور پیش کریں گے ہم جہنم کو اس دن کافروں کے سامنے وہ (کافر کہ) تھیں جن کی آنکھیں پردے میں میری یاد سے اور وہ طاقت نہ رکھتے تھے سننے کی۔

تفسیر: دیوار قرب قیامت میں دجال کا فتنہ ختم ہو جانے کے بعد ٹوٹے گی (اور ہم اس) کے ٹوٹنے کے (دن یاجوج ماجوج کو) اس حالت میں (چھوڑیں گے کہ) وہ اتنی کثیر تعداد میں ہوں گے کہ اس کا شمار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور جب وہ ایک دم نکلیں گے تو اپنی کثرت کی وجہ سے (ان کے بعض دوسروں) یعنی وہ ایک دوسرے (میں گھسے ہوئے ہوں گے) مطلب یہ ہے کہ یاجوج ماجوج سمندر کی موجوں کی طرح بے شمار تعداد میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نکلیں گے اور ہر بلندی و پستی پر چھا جائیں گے۔ جس طرف دیکھو ان ہی کا ہجوم نظر آئے گا۔ ان کا بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتاری سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی اور هُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ یعنی یہ معلوم ہوگا کہ ہر ایک ٹیلہ اور پہاڑ سے ان کی فوجیں پھسلتی چلی آ رہی ہوں گی (سورہ انبیاء: 96) (اور) پھر اللہ تعالیٰ خاص پرندوں کے ذریعہ ان پر کنکریاں پھینک کر ان کو ختم کر دیں گے اور اس کے بعد قرب قیامت کی چند بقیہ نشانیوں کے پورا ہونے کے بعد قیامت کا سامان شروع ہوگا حتیٰ کہ پہلی بار (صور میں پھونکا جائے گا) جس سے پورا عالم فنا ہو جائے گا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد صور میں دوبارہ پھونکا

جائے گا جس سے سب زندہ ہو جائیں گے۔ (پھر ہم سب کو) میدان حشر میں (جمع کریں گے اور اس روز جہنم کو کافروں کے سامنے پیش کریں گے جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے) یعنی دین حق کو دیکھنے اور سمجھنے سے (پردے پڑے ہوئے تھے اور) جس طرح وہ حق کو دیکھتے نہ تھے اسی طرح (وہ اس کو سن بھی نہ سکتے تھے)۔

ربط: اوپر یہ تذکرہ آیا کہ قیامت کے دن کافروں کے سامنے جہنم کو پیش کیا جائے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ اس وعید کے باوجود وہ اپنی خام خیالیوں میں مگن ہیں لیکن ان کو سزا بھگتنی ہی ہو گی جب کہ ان کے مقابلہ میں اہل ایمان جنت کی راحتوں میں ہوں گے۔

اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ
دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلۡ هَلۡ
نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا ﴿۱۰۳﴾ؕ اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُهُمۡ فِی
الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَهُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ
الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِیۡمُ
لَهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ وَزۡنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوۡا
وَاتَّخَذُوۡۤا اٰیٰتِیۡ وَرُسُلِیۡ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
كَانَتۡ لَهُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ۙ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا لَا یَبۡغُوۡنَ
عَنۡهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: کیا خیال کرتے ہیں کافر کہ بنائیں میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی۔ بلاشبہ ہم نے تیار کیا ہے جہنم کو کافروں کے لئے مہمانی۔ کہہ دے کیا ہم خبر دیں تم کو بہت نقصان والوں کی اعمال کے اعتبار سے۔ وہ لوگ کہ ضائع ہوئی جن کی کوشش حیات دنیوی میں اور وہ خیال کرتے رہے کہ وہ اچھا کر رہے ہیں کام کو۔ یہ لوگ ہیں جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور اس کی ملاقات کا، تو ضائع ہو گئے ان کے اعمال پھر نہ قائم کریں گے ہم ان کے

لئے قیامت کے دن تول کو۔ یہ بدلہ ہے ان کا جہنم اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا اور بنایا میری آیتوں کو اور میرے رسولوں کو مذاق۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے نیک ان کے لئے باغات ہیں فردوس کے مہمانی کے طور پر۔ ہمیشہ رہیں گے ان میں، نہ تلاش کریں گے ان سے تبدیلی کو۔

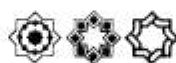
تفسیر: (کیا کافر لوگ یہ) خام (خیال کرتے ہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے) خاص (بندوں) مثلاً عیسیٰ علیہ السلام، عزیر علیہ السلام، جبرئیل علیہ السلام اور فرشتوں (کو) ان کی پرستش کر کے اپنا (حمایتی بنالیں گے)۔ خیر ایسا تو ہرگز نہ ہوگا بلکہ وہ خود تمہاری حرکتوں سے اظہار بیزاری کریں گے اور وہاں کوئی بھی تم کو نہ پوچھے گا۔ ہاں (ہم نے کافروں کے لئے جہنم کی آگ کو) اور قسم قسم کے عذاب کو (مہمانی کے طور پر تیار کیا ہے)۔ اور اگر ان کو اپنے ان اعمال پر ناز ہو جن کو وہ اپنے زعم میں نیکیاں سمجھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے وہ نجات اور کامیابی کو پالیں گے تو (آپ) ان کے اس زعم باطل کو دور کرنے کے لئے (فرما دیجئے کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ) قیامت کے دن (اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ والے کون لوگ ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے کہ دنیوی زندگی میں) نیک اعمال کی صورت میں کی گئی (ان کی محنت) وکوشش سب (ضائع ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں) جن کا اجر پائیں گے۔ اور ان کی محنت کے ضائع ہونے کی صورت یوں بنی کہ (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا اور) آخرت میں (اس سے ملاقات کا انکار کیا تو) کفر کی نحوست کی وجہ سے (ان کے عمل) معتبر نہ رہے اور (ضائع ہو گئے) اور جب ان کے پاس آخرت کے لئے کوئی عمل ہی نہ رہا جو تولا جائے (تو قیامت کے دن ہم ان کے لئے تول وترازو کو قائم ہی نہ کریں گے۔ اور ان کے کفر کرنے کا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو مذاق بنانے کا یہ ان کا بدلہ ہے جہنم) جب کہ اس کے برعکس (جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو ان کے لئے ان کی مہمانی میں فردوس کے باغات ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے ان سے اکتائیں گے نہیں کیونکہ وہاں ان کو ہر دم تازہ بتازہ اور نئی نئی نعمتیں ملیں گی جن کی وجہ سے (وہ وہاں سے منتقلی کے کبھی متلاشی) اور خواہاں (نہ ہوں گے)۔

ربط: اوپر روح سے متعلق اور اصحاب کہف اور خضر علیہ السلام اور ذوالقرنین سے متعلق علم وحکمت کی باتیں بتائیں۔ آگے رسول اللہ ﷺ سے کہلواتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ مجھ سمیت کوئی بھی مخلوق اس کا ہمسر نہیں لہٰذا اسی کی توحید کے قائل رہو۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ
قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ
رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: تو کہہ دے اگر ہو سمندر سیاہی میرے رب کی باتوں کے لئے تو ختم ہو جائے سمندر پیشتر اس کے کہ ختم ہوں باتیں میرے رب کی اگر چہ لے آئیں ہم اس کی مثل مدد کیلئے۔ کہہ دے محض میں بشر ہوں تمہاری طرح وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ تو جو کوئی امید رکھے اپنے رب کی ملاقات کی تو چاہئے کہ وہ کرے عمل نیک اور مت شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو۔

تفسیر: (آپ فرما دیجئے کہ) تمہارے پوچھنے پر اور بلا پوچھے اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں علم و حکمت کی باتیں بتائی ہیں وہ ان کے علم وحکمت کے خزانوں میں سے اتنی بھی نہیں جتنا کہ سمندر سے ایک قطرہ۔ اس سے اندازہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کی تو کوئی انتہا ہی نہیں لہذا (میرے رب کی باتوں) کو لکھنے (کے لئے اگر سمندر بھر سیاہی ہو تو میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے) سیاہی کا (سمندر ختم ہو جائے گا اگر چہ ہم اس کی مثل) سیاہی کا ایک اور سمندر (مدد کے طور پر لے آئیں۔ آپ فرما دیجئے کہ) اس سے سمجھ لو کہ مجھ سمیت کوئی بھی خدا کی ہمسری نہیں کر سکتا (میں) بھی (محض تمہاری طرح کا بشر ہوں) خدا نہیں ہوں اور جو علوم و کمالات مجھے حاصل ہیں وہ محض اللہ کے دینے سے ہیں اور ان ہی میں سے ایک یہ بات (مجھے وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود تو محض ایک معبود ہے) لہذا اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں (تو جو کوئی اپنے رب سے ملاقات کی امید) و آرزو (رکھے تو چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں) ظاہری و باطنی کسی طور پر بھی (کسی کو شریک نہ ٹھہرائے) یعنی شرک جلی کی طرح ریا وغیرہ جیسے شرک خفی سے بھی بچتا رہے کیونکہ جس عبادت میں غیر اللہ کی شرکت ہو وہ عابد کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔



سورہ مریم

ربط: پچھلی سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت کے چند واقعات بیان ہوئے۔اس سورت میں حکمت وقدرت کے چند اور واقعات ذکر کرتے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد ملنا

سورۃ مریم مکیۃ	بسم اللہ الرحمن الرحیم	آیاتہا ۹۸ - رکوعاتہا ۶

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝١ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝٢ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ
نِدَآءً خَفِيًّا ۝٣ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ
شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝٤ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ
مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝٥
يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝٦ يٰزَكَرِيَّآ
اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝٧
قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ
مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝٨ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ
خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝٩ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ
قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝١٠ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ
مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝١١ يٰيَحْيٰى

خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝١٢ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا
وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۝١٣ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝١٤ وَ
سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝١٥

ترجمہ: کھیعص. (یہ) تذکرہ ہے تیرے رب کی مہربانی کرنے کا اپنے بندے زکریا پر جب پکارا اس نے اپنے رب کو چھپی آواز سے۔ کہا اے میرے رب بلاشبہ کمزور ہوگئیں ہڈیاں میری اور شعلہ دیا سر نے بڑھاپے کا اور نہیں رہا میں تجھ سے دعا کر کے اے میرے رب محروم۔ اور میں ڈرتا ہوں اپنے رشتہ داروں سے اپنے پیچھے اور ہے میری بیوی بانجھ تو عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے ایک ولی جو وارث ہو میرا اور وارث ہو آل یعقوب کا اور بنا دے اس کو اے میرے رب پسندیدہ۔ اے زکریا ہم خوشخبری دیتے ہیں تجھ کو ایک لڑکے کی جس کا نام یحیٰی ہوگا۔ نہیں بنایا ہم نے اس کا اس سے پہلے کوئی ہم صفت۔ کہا اے میرے رب کیسے ہوگا میرے لئے لڑکا اور ہے میری بیوی بانجھ اور میں پہنچ گیا ہوں بڑھاپے سے سوکھنے کو۔ کہا یونہی ہوگا۔ کہا تیرے رب نے کہ وہ ہے مجھ پر آسان اور پیدا کر چکا ہوں میں تجھ کو اس سے پہلے اور نہ تھا تو کچھ۔ کہا اے میرے رب بنا دے میرے لئے کوئی نشانی۔ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ نہیں کلام کرے گا تو لوگوں سے تین راتیں صحت کی حالت میں۔ پھر وہ نکلا اپنی قوم پر پھر اشارہ کیا ان کی طرف کہ تسبیح کرو صبح اور شام۔ اے یحیٰی پکڑ کتاب کو قوت کے ساتھ اور دی ہم نے اس کو سمجھ بچپنے میں اور شوق دیا اپنے پاس سے اور پاکیزگی دی اور تھا وہ پرہیزگار اور فرمانبردار اپنے والدین کا اور نہیں تھا وہ زبردست و نافرمان۔ اور سلام ہے اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس دن وہ اٹھایا جائے گا زندہ کر کے۔

تفسیر: (یہ تذکرہ ہے آپ کے رب کے مہربانی فرمانے کا اپنے بندے زکریا پر) جو کہ بنی اسرائیل کے جلیل القدر انبیاء میں سے تھے اور بخاری میں ہے کہ وہ بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔ وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی بیوی بانجھ تھیں۔ (جب انہوں نے) اپنی زیر کفالت مریم علیہا السلام کو دیکھا کہ ان کے پاس خرق عادت کے طور پر بے موسم کے پھل آتے ہیں تو دل کی تمنا زبان پر آ گئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بے موسم کا پھل یعنی بڑھاپے کی عمر میں اولاد دے دیں۔ اس لئے اصلی قاعدہ کے مطابق (پوشیدہ آواز سے اپنے رب کو پکارا) اور (درخواست کی کہ اے میرے

رب بلاشبہ میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے کے شعلے دے رہا ہے) یعنی میرا سارا سر سفید ہوگیا ہے (اور اے میرے رب آپ سے دعا کر کے میں محروم نہیں رہا) ہوں بلکہ آپ نے اپنے فضل و رحمت سے ہمیشہ میری دعائیں قبول کیں اس لئے امید کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں بھی میری دعا کو رد کر کے محروم نہ کریں گے۔ (اور میں اپنے رشتہ داروں سے) ان کے کم اہل ہونے کی وجہ سے یہ (اندیشہ رکھتا ہوں) کہ (میرے مرنے کے بعد) وہ میری مرضی کے مطابق دین وشریعت کی خدمت نہ کریں گے اور یوں یعقوب علیہ السلام کے گھرانے میں ان تک منتقل ہوتی ہوئی دینی، روحانی دولت کو ضائع کر دیں گے۔ (اور میری اہلیہ بانجھ ہیں۔ لہٰذا) میری خواہش یہ ہے کہ آپ نے ہمارے گھرانے کو جو نعمت دی ہے وہ اس گھرانے میں قائم رہے لیکن گھرانے کے دیگر افراد پورے اہل نہیں اور اولاد ہونے کے ظاہری اسباب بھی نہیں کہ آپ سے عام انداز میں اولاد کی درخواست کروں۔ ان حالات میں میری آپ سے خصوصی انداز میں دعا ہے کہ (آپ) خاص اپنے پاس سے عادی اسباب و وسائل سے قطع نظر کرتے ہوئے محض اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے (مجھے ایک ولی) یعنی بیٹا (عطا فرمایئے جو) میرے خاص علوم میں (میرا وارث بنے) تاکہ دینی خدمات کو سنبھالے (اور آپ) کی مقدس امانت کا بوجھ اٹھائے اور (اس کو) اعمال واخلاق کے لحاظ سے بھی اپنا اور اچھے لوگوں کا (پسندیدہ بنایئے)۔

اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی پھر جب کہ وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے ان کو پکار کر کہا کہ (اے زکریا) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (ہم آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے) انتہائی درجہ کی رقت قلبی اور نفس کو لذتوں سے روکنے میں (ہم نے) کسی کو (ان کا ہم صفت نہیں بنایا)۔

چونکہ لڑکے کے حاصل ہونے کی کوئی کیفیت نہیں بتائی گئی اس کو جاننے کے لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے (عرض کی کہ اے میرے رب میرے یہاں لڑکا کس طرح سے ہوگا جب کہ میری اہلیہ بانجھ ہیں اور میں خود بڑھاپے سے سوکھنے) کے درجہ (کو پہنچ چکا ہوں)۔ کیا ان ہی حالات میں ہوگا یا کوئی اور صورت میں مثلاً یہ کہ مجھے کسی اور عورت سے نکاح کرنا ہوگا۔ (جواب دیا کہ یونہی) یعنی ان ہی موجودہ حالات میں (ہوگا) اور آپ اس پر تعجب نہ کریں کیونکہ (آپ کا رب فرماتا ہے کہ) آپ کے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے (یہ چیز) مشکل ہوگی لیکن (میرے یہاں) مشکل نہیں میری عظیم قدرت کے سامنے سب (آسان ہے اور) تم اپنی ہستی ہی کو دیکھ لو کہ (اس سے پہلے میں تم کو پیدا کر چکا ہوں حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے)۔ عدم محض سے وجود میں آئے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے پھر ایک اور (درخواست کی کہ اے میرے رب میرے لئے) حمل

ٹھہرنے کی (کوئی نشانی بنا دیجئے) تا کہ قرب ولادت کے آثار دیکھ کر تازہ مسرت حاصل ہو اور نعمت کے شکرانہ میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہوں۔ (فرمایا کہ تمہاری یہ نشانی ہے کہ تم لوگوں سے تین) دن اور تین (راتیں صحت) وتندرستی (کے باوجود بات نہیں کر سکو گے) البتہ اپنے ذکر واذکار میں اور اپنی عبادت میں زبان چلا سکو گے۔ جب حمل ٹھہرا تو بتائی گئی نشانی کے عین مطابق حضرت زکریا علیہ السلام لوگوں سے گفتگو کرنے سے عاجز ہو گئے۔ معمول کے مطابق جب وعظ و نصیحت کرنے کے لئے (زکریا) علیہ السلام (اپنے لوگوں کے پاس حجرہ سے باہر آئے تو ان کو اشارہ سے کہا کہ صبح وشام اللہ کی تسبیح) وغیرہ (کرتے رہو)۔

غرض یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور سن شعور کو پہنچے تو ہم نے ان کو حکم دیا کہ (اے یحییٰ کتاب) یعنی تورات (کو) جو تمہارے وقت کی کتاب شریعت ہے (مضبوطی سے پکڑے رہو) کہ اس کی تعلیمات پر خود بھی عمل کرو اور دوسروں سے بھی کراؤ۔ (اور ہم نے ان کو لڑکپن) ہی (میں دین کی سمجھ اور) خاص (اپنے پاس سے رقت قلبی اور) اخلاق کی (پاکیزگی عطا فرمائی تھی اور) یہ تو تھے باطنی اوصاف جب کہ ظاہری اعمال کے اعتبار سے (وہ) گناہوں سے بہت ہی (پرہیز گار تھے اور والدین کے خدمت گزار تھے اور سرکش و نافرمان نہ تھے اور) حدیث میں ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے نہ کبھی گناہ کیا نہ گناہ کا ارادہ کیا۔ خدا کے خوف سے روتے روتے رخساروں پر آنسوؤں کی نالیاں بن گئی تھیں۔ غرض یہ اللہ کے نزدیک ایسے مکرم تھے کہ (ان پر) اللہ تعالیٰ کی جانب سے (سلام تھا جس دن وہ پیدا ہوئے اور) سلام ہوگا (جس دن وہ فوت ہوں گے اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے)۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے ہر حال میں سلامتی ہے ان پر کسی قسم کی گرفت نہیں ہے۔

حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ

وَاذْكُرْ

فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ

مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا

سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ

اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ

وَلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ
عَلَىَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا
مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا
الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا
وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ
رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ
رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ
الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ
الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ
شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ
اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ ۖ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۗ قف قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ
صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ قف اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ ۙ
وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا
دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ ۙ

ترجمہ: اور ذکر کر کتاب میں مریم کا جب جدا ہوئی وہ اپنے گھر والوں سے ایک مشرقی جگہ میں پھر اختیار کیا ان سے ورے پردے کو تو بھیجا ہم نے اس کی طرف اپنے فرشتہ کو سو شکل اختیار کی اس نے اس کے سامنے پورے آدمی کی۔ بولی میں پناہ لیتی ہوں رحمٰن کی تجھ سے اگر ہے تو خدا ترس۔ کہا محض میں ہوں تیرے رب کا بھیجا ہوا تا کہ دوں تجھ کو ایک لڑکا پاکیزہ۔ بولی کیسے ہوگا میرے لئے لڑکا اور نہیں چھوا مجھ کو کسی آدمی نے اور نہیں ہوں میں بدکار، کہا یونہی۔ فرمایا

تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے اور تا کہ ہم بنائیں اس کو نشانی لوگوں کے لئے اور رحمت اپنی طرف سے اور ہے یہ کام طے کیا ہوا۔ پھر اٹھایا اس (کے حمل) کو پھر الگ ہوئی اس کے ساتھ ایک دور کی جگہ میں۔ پھر لے آیا اس کو دردزہ کھجور کے تنے کی طرف۔ بولی اے کاش میں مر چکی ہوتی اس سے پہلے اور ہوتی بھولی بسری۔ تو پکارا اس کو اس کے نیچے سے کہ مت غم کر۔ بنا دیا ہے تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ اور ہلا اپنی طرف کھجور کے تنے کو وہ گرائے گا تجھ پر کھجور پکی ہوئی۔ سو کھا اور پی اور ٹھنڈی رکھ آنکھ۔ پھر اگر تو دیکھے آدمیوں میں سے کسی کو تو کہہ میں نے نذر مانی ہے رحمٰن کے لئے روزے کی سو ہرگز نہ کلام کروں گی آج کسی انسان سے۔ پھر وہ لائی اس (بچے) کو اپنی قوم کے پاس اٹھائے ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ اے مریم تو نے تو کیا ہے کام عجیب۔ اے ہارون کی بہن نہ تھا تیرا باپ برا آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار۔ (مریم نے) اشارہ کیا اس (بچے) کی طرف۔ وہ بولے کیسے ہم بات کریں اس سے جو ہے گود میں بچہ۔ وہ (بچہ) بولا میں بندہ ہوں اللہ کا۔ دی اس نے مجھ کو کتاب اور بنایا مجھ کو نبی اور بنایا مجھ کو بابرکت جہاں بھی میں ہوں اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکواۃ کی جب تک میں ہوں زندہ اور (بنایا مجھ کو) فرمانبردار اپنی والدہ کا اور نہیں بنایا مجھ کو سرکش (و) بدبخت۔ اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں اٹھایا جاؤں گا زندہ کر کے۔

تفسیر: (اور ذکر کیجئے کتاب میں مریم کا جب وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ایک مشرقی جگہ میں) غسل کے لئے (گئیں پھر ان لوگوں کے ورے انہوں نے پردہ ڈال لیا) تا کہ اس کی اوٹ میں غسل کر سکیں۔ (سو) اس حالت میں (ہم نے ان کی طرف اپنے فرشتہ) جبرئیل علیہ السلام (کو بھیجا جو ان کے سامنے پورے تندرست آدمی کی شکل بنا کر آئے۔ مریم) علیہا السلام نے سمجھا کہ کوئی آدمی ہے اس لئے گھبرا کر (کہنے لگیں کہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ لیتی ہوں) اور (اگر تو) کچھ (خدا ترس ہے) تو یہاں سے چلا جا۔ فرشتہ نے (کہا) کہ گھبراؤ نہیں میں کوئی آدمی نہیں ہوں بلکہ (میں تو محض تمہارے) ہی (رب کا بھیجا ہوا) فرشتہ (ہوں) جس کی تم پناہ لیتی ہو اور میں تمہارے پاس آیا ہوں (تا کہ) خدا تعالیٰ کی طرف سے (تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں)۔

مریم کے دل میں خدا نے یقین ڈال دیا کہ بے شک یہ فرشتہ ہے اس لئے مطمئن ہو کر (پوچھا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہو گا حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا) نہ حلال طریقے سے اور نہ حرام طریقے سے کیونکہ نہ تو میرا نکاح ہوا ہے (اور نہ ہی میں بدکار ہوں)۔ فرشتہ نے (جواب دیا کہ بس) بشر کے چھوئے بغیر (یونہی) لڑکا ہو جائے گا اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ (تمہارے رب نے فرمایا

ہے کہ یہ بات) کہ اسباب عادیہ کے بغیر پیدا کروں (مجھ پر آسان ہے اور) یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم اسباب عادیہ کے بغیر اس لئے پیدا کریں گے (تاکہ ہم اس کو لوگوں کے لئے) اپنی عظیم قدرت کی (نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے) دنیا والوں کی ہدایت کے لئے (رحمت) کا بڑا سامان (بنائیں) اور یہ بے باپ کے بچے کا پیدا ہونا ایک طے شدہ بات ہے جو ضرور ہو کر رہے گی۔

اس گفتگو کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں پھونک ماردی جس سے ان کو حمل ٹھہر گیا (اور انہوں نے بچے کو) اپنے پیٹ میں (اٹھالیا۔ پھر) جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو شرم کے مارے سب سے (علیحدہ ہو کر کسی دور کے مکان میں چلی گئیں)۔ ہوسکتا ہے کہ یہ جگہ بیت اللحم ہو جو بیت المقدس سے 12.80 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔(دردزہ کی تکلیف ان کو ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آئی) تاکہ تکلیف میں اس کا سہارا لیں۔ اس وقت درد کی تکلیف، تنہائی وبیکسی، ضرورت و راحت کے سامان کا فقدان اور سب سے بڑھ کر ایک مشہور پاکباز و پاکدامن کو دینی حیثیت سے آئندہ بدنامی اور رسوائی کا تصور۔ یہ سب چیزیں ان کو سخت بے چین کئے ہوئے تھیں۔ پچھلی بشارتیں تک ان کو یاد نہ رہیں۔حتی کہ اسی بے چینی کے غلبہ میں (کہہ اٹھیں کہ اے کاش اس) وقت کے آنے (سے پہلے ہی میں مر چکی ہوتی اور بھولی بسری ہو چکی ہوتی)۔مریم علیہا السلام جس کھجور کے نیچے تھیں وہ کچھ بلند جگہ تھی۔ ان کی جگہ کے نیچے سے (پھر) اسی فرشتہ نے (ان کو پکارا کہ تم غم نہ کرو) اور نیچے کی طرف دیکھو۔ (تمہارے رب نے) تمہارے لئے (تمہارے نیچے کی طرف ایک چشمہ بنا دیا ہے)۔ یہ پینے کا بندوبست ہوا۔ (اور) کھانے کے لئے اس (کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ تو یہ درخت تم پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا)۔ وہ چشمہ بھی خرق عادت نکالا گیا اور درخت پر کھجوریں بھی بے موسم کے لگ گئیں۔ ان خوارق کا دیکھنا مریم علیہا السلام کی تسکین واطمینان کا سبب بنا۔فرشتہ نے کہا اے مریم (تم) تازہ کھجوریں (کھاؤ اور) چشمہ کا پانی (پیو اور) پاکیزہ بیٹے کو دیکھ کر اپنی (آنکھیں ٹھنڈی کرو) اور آگے کا غم نہ کرو خدا تعالیٰ سب مشکلات کو دور کرنے والے ہیں۔ (پھر اگر) نوع (بشر میں سے کسی آدمی کو دیکھو) اور وہ بچے سے متعلق کوئی سوال کرے (تو تم) نہ بولنے کے روزے کی نذر مان لینا اور اشارہ سے (کہہ دینا کہ میں نے رحمن کے لئے روزے کی نذر مانی ہے لہٰذا آج میں کسی انسان سے ہرگز بات نہ کروں گی۔ پھر جب وہ اس بچے کو اٹھائے ہوئے اپنے لوگوں کے پاس لائیں تو وہ) ششدر رہ گئے اور کہنے لگے کہ اے مریم تم نے تو عجیب کام کیا ہے کہ ایک لڑکی کنواری رہتے ہوئے دعویٰ کرے کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور بدگمان ہو کر کہنے لگے کہ (اے ہارون کی بہن نہ تمہارے باپ برے آدمی تھے اور نہ تمہاری ماں بدکردار تھیں) اور خود تمہارے بھائی بھی نیک آدمی ہیں پھر تم میں یہ بری خصلت کہاں سے

آئی۔ (مریم) علیہا السلام (نے) ہاتھ سے (بچے کی طرف اشارہ کیا) کہ خود اس سے دریافت کرلو۔ (وہ بولے) کہ اس شرمناک حرکت پر یہ ستم ظریفی کہ کہتی ہو کہ بچے سے پوچھ لو۔ بھلا وہ (جو گود کا بچہ ہو اس سے ہم کیسے) پوچھیں اور کیسے (بات کریں)۔ قوم کی طرف سے یہ بات ہو رہی تھی کہ خود (عیسیٰ) علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ (نے) گویائی عطا کی اور وہ بول اٹھے اور ان تمام غلط خیالات کا رد بھی کیا جو آئندہ ان کی نسبت قائم ہونے والے تھے۔ (کہا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور اسی نے مجھے نبی بنایا) یعنی اس کا آئندہ مجھے کتاب انجیل دینا اور نبی بنانا اسی طرح یقینی ہے جیسے زمانہ ماضی میں گذری ہوئی بات اسی لئے میں اس کو ماضی کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہوں (اور مجھ کو برکت والا بنایا) کہ مجھ سے مخلوق کو دین کا فائدہ پہنچے گا (جہاں کہیں بھی ہوں گا) مجھ سے برکت پہنچے گی اور دین کی تبلیغ ہوگی خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے (اور اس نے مجھے نماز اور زکواۃ) کے اہتمام کرنے (کی تاکید کی جب تک میں دنیا میں (زندہ رہوں اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش و بدبخت نہیں بنایا) کہ اللہ تعالیٰ کے یا والدہ کے حقوق سے سرکشی کروں اور نافرمانیاں کر کے بدبختی خریدوں (اور مجھ پر) اللہ کی جانب سے (سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا)۔ اور میری ان باتوں سے سمجھ لو کہ میری والدہ بالکل پاکدامن ہیں۔

یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن بن گئے اور ان کو کذاب و مفتری کہتے اور ان کے نسب پر طعن کرتے جب کہ عیسائی پولوس (St.Paul) کے گمراہ کر دینے سے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خرق عادت کلام سے ان دونوں کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (یہ ہیں عیسیٰ بن مریم) جن کی شان یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں بالکل (سچی بات) کہی (ہے) لیکن افراط و تفریط کرنے والے (لوگ اس میں جھگڑ رہے ہیں) اور ان کو خدا کا بیٹا کہنا بھی دیگر باتوں کی طرح بہت ہی نامعقول بات ہے کیونکہ (اللہ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے۔ وہ اس سے پاک ہے) کہ اس کے ہاں اولاد ہو یا اس کو اولاد کی حاجت ہو کیونکہ وہ تو ایسا عظیم الشان ہے کہ اسے کچھ بھی کرنے کے لئے کسی کی احتیاج نہیں اور (وہ جب کسی کام) کے کرنے (کو طے کر لیتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ کام ہو جاتا ہے)۔

ربط: اوپر اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے چند واقعات سنا کر جب یہ ثابت کر دیا کہ سب کچھ وہی کرنے والے ہیں تو معلوم ہوا کہ عبادت کے لائق بھی صرف وہی ہیں لہٰذا صراط مستقیم اسی میں ہے کہ اللہ کی توحید کو تھامے رہیں۔ لیکن ظالم و کافر لوگ اس پر نہیں آتے اور اپنی راہیں اس سے ہٹ کر اختیار کرتے ہیں حالانکہ بڑے بڑے پیغمبر اس توحید پر قائم رہے اور اسی کی دعوت دیتے رہے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾
فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ
یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ
الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ
الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ
الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

ترجمہ: اور بلاشبہ اللہ ہے میرا رب اور تمہارا رب تو عبادت کرو اسی کی۔ یہ سیدھی راہ ہے۔ پھر اختلاف ڈال لیا گروہوں نے اپنے درمیان۔ تو بربادی ہے کافروں کے لئے بڑے دن کے آنے سے۔ کیا ہی سننے والے اور کیا ہی دیکھنے والے ہوں گے جس دن یہ لوگ آئیں گے ہمارے پاس لیکن ظالم لوگ آج ہیں کھلی گمراہی میں۔ اور ڈرا ان کو حسرت کے دن سے جب (آخری) فیصلہ کر دیا جائے گا (ہر) کام کا اور یہ غفلت میں ہیں اور یہ ایمان نہیں لاتے۔ بے شک ہم ہی وارث ہوں گے زمین کے اور ان کے جو ہیں اس پر اور ہماری طرف وہ لوٹائے جائیں گے۔

تفسیر: اے محمد ﷺ ہماری قدرت وحکمت کے یہ بہت سے واقعات سنا کر اب آپ ان کافروں کے سامنے اعلان کر دیجئے کہ معلوم ہوا کہ (میرا رب اور تمہارا سب کا رب) بھی صرف (اللہ تعالیٰ ہے) اور پھر وہی ہماری عبادت کا مستحق ہے کوئی اور نہیں (تو صرف اس کی عبادت کرو)۔ اور (یہ) توحید خالص ہی (صراط مستقیم ہے)۔ لیکن یہ سب کچھ ثابت ہونے کے باوجود (مختلف گروہوں نے) اس بارے میں (آپس میں اختلاف ڈال لیا) اور طرح طرح کے مذاہب بنا لئے۔ (سو جو لوگ) توحید خالص کی سیدھی راہ کا (انکار کر رہے ہیں ان کے لئے ایک بڑے دن) یعنی قیامت کے دن کے آنے (سے بڑی بربادی ہوگی۔ جس دن یہ ہمارے پاس آئیں گے تو) ان کے کان اور ان کی آنکھیں خوب کھل جائیں گی اور (وہ کیا ہی سننے والے اور دیکھنے والے ہوں گے لیکن) اس وقت کا دیکھنا اور سننا کچھ فائدہ نہ دے گا بلکہ اس وقت وہ وہ باتیں سنیں گے جن سے جگر پھٹ جائیں گے اور وہ منظر دیکھیں گے جس سے چہرے سیاہ ہو جائیں گے لیکن (آج) جب دیکھنا اور سننا مفید ہو سکتا ہے تو یہ (ظالم لوگ) اندھے بہرے بنے ہوئے

(کھلی گمراہی میں) مبتلا (ہیں۔ اور آپ ان کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب ہر کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور) کافروں پر حسرت کے بہت سے مواقع پیش آئیں گے اور آخری موقع وہ ہوگا جب موت کو مینڈھے کی صورت میں لا کر جنت و دوزخ کے درمیان سب کو دکھا کر ذبح کیا جائے گا اور ندا آئے گی کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے اب کسی کو موت نہیں آئے گی۔ اس وقت کافر بالکل ناامید ہو کر حسرت سے اپنے ہاتھ کاٹیں گے لیکن (یہ لوگ) آج بڑی (غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے)۔ آخر کب تک۔ کسی دن تو یہ سب ختم کر دیئے جائیں گے پھر (زمین کے اور جو کوئی اس پر ہے اس کے) اور اس سارے دنیوی سامان کے جس نے ان کو غفلت میں ڈال رکھا ہے سب کے (ہم ہی وارث ہوں گے اور) پھر (سب لوگ) دوبارہ زندہ کر کے حساب کتاب اور بدلے کے لئے (ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید پر استقامت

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ
مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ
جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾
يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾
يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ
لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ
لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ
لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ٘ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

ترجمہ: اور ذکر کر کتاب میں ابراہیم کا۔ بے شک وہ تھا سچا نبی۔ جب کہا اپنے باپ سے کہ اے میرے ابا کیوں تو عبادت کرتا ہے اس کی جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ کام آتا ہے تیرے کچھ بھی۔ اے میرے ابا بلاشبہ آیا ہے میرے پاس علم جو نہیں آیا تیرے پاس تو پیروی کر میری دکھاؤں گا میں تجھ کو راہ سیدھی۔ اے میرے ابا مت عبادت کر شیطان کی، بے شک شیطان ہے رحمٰن کا نافرمان۔ اے میرے ابا میں ڈرتا ہوں اس سے کہ چھوئے تجھ کو عذاب رحمٰن کی جانب سے پھر تو ہو جائے شیطان کا دوست۔ بولا کیا پھرا ہوا ہے تو میرے معبودوں سے اے ابراہیم۔ اگر نہ باز آیا تو تو میں سنگسار کردوں گا تجھ کو اور چھوڑ دے مجھ کو ایک مدت تک۔ کہا سلام ہو تجھ پر۔ میں مغفرت مانگوں گا تیرے لئے اپنے رب سے، وہ ہے مجھ پر مہربان۔ اور میں کنارہ کشی کرتا ہوں تم سے اور ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا اور میں عبادت کرتا ہوں اپنے رب کی۔ امید ہے کہ نہ رہوں گا میں بوجہ اپنے رب کی عبادت کے محروم۔ پھر جب اس نے کنارہ کشی کی ان سے اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ کے سوا ان سے بخشے ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب اور دونوں کو بنایا ہم نے نبی اور دیا ہم نے ان کو اپنی رحمت سے (حصہ) اور کیا ہم نے ان کا بول بالا۔

تفسیر: (اور آپ کتاب میں ابراہیم) علیہ السلام (کا ذکر کیجئے۔ وہ صدیق تھے) اس معنی میں کہ وہ بہت زیادہ سچ والے تھے اتنے کہ اپنی بات کو عمل سے سچا کر دکھانے والے تھے اور اس معنی میں بھی کہ وہ راستباز اور پاک طینت تھے جن کے دل میں سچائی کو قبول کرنے کی نہایت اعلیٰ و اکمل استعداد موجود تھی، جو بات خدا کی طرف سے پہنچتی بلا توقف ان کے دل میں اتر جاتی، شک و تردد بالکل نہ رہتا۔ اور چونکہ صدیقیت کے لئے نبوت لازم نہیں ہے اس لئے آگے تصریح فرما دی کہ وہ (نبی بھی تھے جب انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے ابا جان آپ کیوں اس) بت جیسی بے جان چیز کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے اور نہ آپ کے کسی کام آئے)۔ خود اپنے ہاتھوں سے تراشی ہوئی چیز کو معبود ٹھہرا لینا تو عقل و فہم کے خلاف ہے۔ ہاں (اے میرے ابا جان میرے پاس) اپنے اصلی اور

یکتا معبود اللہ تعالیٰ کی جانب سے توحید و معاد اور شریعت کا (وہ صحیح علم آیا ہے جو آپ تک نہیں آیا لہٰذا آپ میری بات مانئے میں آپ کو سیدھی راہ پر لے چلوں گا) جو رضائے الٰہی تک پہنچانے والی ہے ورنہ باقی راہیں تو سب شیطان کی ایجاد کردہ ہیں لہٰذا بتوں کی عبادت کرنا درحقیقت شیطان کی عبادت کرنا ہے تو (اے میرے ابا جان آپ شیطان کی عبادت نہ کیجئے کیونکہ شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے) اور نافرمان کی پرستش تو انتہائی غیر معقول اور قابل مذمت بات ہے۔ اور (اے میرے ابا جان مجھے ڈر ہے کہ رحمٰن) جس کی رحمت چاہتی ہے کہ تمام بندوں پر شفقت و مہربانی ہو اس (کی جانب سے) آپ کی نافرمانی پر (آپ کو کہیں عذاب آ لے اور اس میں آپ ہلاک ہو جائیں) اور (پھر) آخرت میں ہمیشہ کے لئے (شیطان کے دوست ہو) کر اس کے ساتھ جہنم میں (جائیں)۔ ابراہیم علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کو سن کر ان کے والد نے (کہا کہ اے ابراہیم کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو)۔ میں اس کو برداشت نہیں کرسکتا۔ (اگر تم) اپنی اس روش سے (باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا بلکہ تم) ابھی عمر بھر کی (مدت کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ) میں تمہیں دیکھنے کا بھی روا دار نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے (کہا) کہ جب آپ کا یہ برتاؤ ہے تو میرا یہاں ٹھہرنا بھی بے فائدہ ہے اس لئے (آپ کو) بھی (سلام ہے)۔ میں یہاں سے چلا جاتا ہوں البتہ (میں آپ کے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کرتا رہوں گا بلاشبہ وہ مجھ پر) بہت (مہربان ہے) اور پھر اس وعدے کے مطابق ابراہیم علیہ السلام ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے لیکن جب دیکھا کہ اللہ کے ساتھ ان کی دشمنی ہے اور اللہ ان سے راضی نہیں تب اس کو بند کیا۔ (اور) فرمایا کہ (میں آپ لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن) جھوٹے معبودوں (کی آپ لوگ پرستش کرتے ہیں ان سے میں کنارہ کشی کرتا ہوں)۔ اور یہاں سے ہجرت کرتا ہوں (اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں گا)۔ حق تعالیٰ کے فضل سے کامل (امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے میں محروم نہیں رہوں گا)۔ غربت و بے کسی میں جب بھی اس کو پکاروں گا وہ میری دعا قبول کرے گا۔ (پھر جب وہ ان سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے ان سے جدا ہو گئے) اور شام کی طرف ہجرت کر گئے تو (ہم نے) اس پردیس میں ان کو اپنی اولاد یعنی بیٹے (اسحاق اور) پوتے (یعقوب عطا کئے) تاکہ غریب الوطنی کی وحشت دور ہو اور اپنوں سے انس وسکون حاصل ہو۔ (اور) ان دونوں میں سے (ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا اور ہم نے) بڑے کمالات کی شکل میں (ان کو اپنی رحمت کا) خاص (حصہ عطا کیا اور ہم نے ان کا سچا بول بالا کیا) کہ ہمیشہ کے لئے ان کا نام نیک اور بلند کیا۔

چند اور انبیاء کا ذکر جو خالص موحد تھے

حضرت موسیٰ علیہ السلام

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ۡ إِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾

ترجمہ: اور ذکر کر کتاب میں موسیٰ کا۔ بے شک وہ تھا چنا ہوا اور تھا رسول نبی۔ اور پکارا ہم نے اس کو طور کی دائیں جانب سے اور قریب کیا ہم نے اس کو سرگوشی کرنے کو۔ اور عطا کیا ہم نے اس کو اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر۔

تفسیر: (اور آپ ذکر کیجئے کتاب میں موسیٰ) علیہ السلام (کا بلاشبہ وہ ہمارے چنے ہوئے تھے اور رسول نبی تھے) یعنی نبی بھی تھے کیونکہ ان کی طرف ہم نے وحی کی تھی اور چونکہ ان کو مکذبین کے مقابلہ میں بھیجا گیا تھا اور ان کو نئی کتاب اور مستقل شریعت دی گئی تھی اس لئے وہ رسول بھی تھے (اور ہم نے ان کو طور) پہاڑ (کی دائیں جانب سے پکارا اور ان سے سرگوشی کرنے کو اپنے قریب کیا) پھر ان کو ہمکلامی کا شرف بخشا (اور) پھر ان کی درخواست پر (ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون نبی کے طور پر عطا کئے) تاکہ وہ ان کے کام میں مددگار رہوں۔ ان سارے کمالات کے پیچھے جو اصل بنیاد تھی وہ یہ کہ وہ پکے اور خالص موحد تھے کسی قسم کا شرک نہ کرتے تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾

ترجمہ: اور ذکر کر کتاب میں اسماعیل کا۔ وہ تھا وعدہ کا سچا اور تھا رسول نبی اور وہ حکم کرتا تھا اپنے اہل کو نماز کا اور زکوۃ کا اور تھا اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ۔

تفسیر: (اور آپ ذکر کیجئے کتاب میں اسماعیل) علیہ السلام (کا۔ وہ وعدہ کے) بڑے (سچے تھے اور) نئی قوم کی طرف مبعوث ہونے کی وجہ سے رسول بھی تھے اور ہر (رسول نبی) تو ہوتے ہی (تھے۔ اور اپنے اہل کو) یعنی متعلقین کو دین کے احکام کا عام طور سے اور (نماز و زکوۃ کا) خاص طور سے (حکم دیا کرتے تھے اور) وہ اپنے اوصاف و اعمال کی وجہ سے (اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ آدمی (تھے)۔

حضرت ادریس علیہ السلام

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۙ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

ترجمہ: اور ذکر کر کتاب میں ادریس کا۔ وہ تھا صدیق نبی اور بلند کیا ہم نے اس کو اونچی جگہ میں۔

تفسیر: (اور آپ ذکر کیجئے کتاب میں ادریس) علیہ السلام (کا۔ وہ صدیق) بھی تھے اور اس پر زائد (نبی) بھی (تھے۔ اور ہم نے ان کو) قرب و عرفان کے بہت (بلند مقام پر پہنچایا)۔

مذکورہ بالا انبیاء موحد تھے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ
ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ ۩ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ﴿۵۹﴾
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ
وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ

بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝۶۱ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ
وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝۶۲ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ
عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝۶۳

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں انعام کیا اللہ نے جن پر نبیوں میں سے آدم کی اولاد میں سے اور ان (کی اولاد) میں سے جن کو سوار کیا ہم نے نوح کے ساتھ اور اولاد میں سے ابراہیم اور اسرائیل کی اور ان (کی اولاد) میں سے جن کو ہدایت دی ہم نے اور (جن کو) پسند کیا ہم نے۔ جب پڑھی جاتی ہیں ان پر آیتیں رحمان کی تو گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے۔ پھر نائب ہوئے ان کے بعد ناخلف ضائع کیا جنہوں نے نماز کو اور پیروی کی خواہشات کی تو جلد پائیں گے خرابی کو مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل کیا نیک تو یہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور نہ ظلم کئے جائیں گے کچھ بھی۔ باغوں میں ہیشگی کے جن کا وعدہ دیا رحمان نے اپنے بندوں کو (ان سے) غائبانہ۔ بے شک ہے اس کا وعدہ آنے والا۔ نہ سنیں گے ان میں لغو باتیں مگر سلام اور ان کے لئے ان کا رزق ہوگا ان میں صبح اور شام۔ یہ جنت وہ ہے میراث میں دیں گے اپنے بندوں میں سے ان کو جو ہوں گے ڈرنے والے۔

تفسیر: (یہ انبیاء) و رسل جن کا اوپر ذکر ہوا (وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے) خاص (انعام کیا) کہ ان کو نبوت اور دیگر کمالات عطا کئے اور یہ سب (آدم) علیہ السلام (کی اولاد ہیں اور) نوح علیہ السلام کے جد ادریس علیہ السلام کے علاوہ باقی سب مذکورہ انبیاء (ان لوگوں کی اولاد) بھی (ہیں جنہیں ہم نے نوح) علیہ السلام (کے ساتھ) کشتی پر (سوار کیا تھا اور) بعض (ابراہیم) علیہ السلام (کی اولاد میں سے ہیں) مثلاً اسحاق، یعقوب اور اسماعیل علیہم السلام (اور) بعض (اسرائیل) یعنی یعقوب علیہ السلام (کی) اولاد میں سے ہیں مثلاً موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام۔ (اور یہ حضرات ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے) طریق حق کی طرف (ہدایت کی اور) منصب نبوت و رسالت کے لئے (پسند کر لیا) لیکن اس قدر بلندئ مقام کے باوجود ان میں عبودیت اور بندگی کی شان بھی کامل درجہ کی ہے جس کی یہ دلیل ہے کہ (جب ان پر رحمان) کے کلام (کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو) اس کو سن کر اور اس کے مضامین سے متاثر ہو کر نہایت عاجزی اور خشوع کے ساتھ (سجدہ میں روتے ہوئے گر پڑتے ہیں)۔ یہ تو پہلوں کا حال تھا۔ (پھر ان کے بعد پچھلے) ناخلف (آئے تو انہوں نے نماز) جو سب سے

اہم عبادت ہے اس تک (کو ضائع کیا)۔ بعض تو اس کی فرضیت ہی کے منکر ہو گئے، بعض نے فرض تو مانا مگر پڑھی نہیں اور بعض نے پڑھی لیکن جماعت اور وقت اور واجبات اور سنن مؤکدہ کی رعایت نہ کی (اور) اپنی (خواہشات) اور مزوں (کی پیروی میں لگ گئے۔ تو یہ لوگ) اپنے اپنے درجہ کے مطابق اپنی (گمراہی کو دیکھ لیں گے) کہ وہ کیسے خسارہ اور نقصان کا سبب بنتی ہے اور ابدی یا عارضی سزا میں پھنساتی ہے۔ (مگر جو) کفر و معصیت سے (توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا) کہ ان کے اجر میں کمی کر دی جائے یا کوئی ناکردہ جرم ان کے نامہ اعمال میں ڈال دیا جائے۔ اور جب یہ ان دیکھی چیزوں پر محض رسول کے فرمانے پر ایمان لائے اور بن دیکھے رحمٰن کی عبادت کی تو (رحمٰن نے اپنے) ان (بندوں سے ہمیشہ کی جنتوں کا غائبانہ وعدہ فرمالیا) جو ضرور پورا ہو کر رہے گا کیونکہ (اللہ کا وعدہ) وقت پر (آ کر رہتا ہے۔ ان) جنت کے باغوں (میں وہ کوئی لغو) اور بیکار (بات نہ سنیں گے مگر) مومنوں اور فرشتوں کی طرف سے (سلام) کی صدائیں سنیں گے (اور ان میں ان کا رزق ہوگا صبح اور شام) جو سورج کے طلوع و غروب سے نہ ہوں گے بلکہ خاص قسم کے انوار کے پھیل جانے سے ہوں گے حسب عادت صبح اور شام جنت کی روزی ان کو پہنچے گی۔ وہ روزی کیا ہوگی۔ اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں اور ان دو وقتوں کے علاوہ بھی جس وقت جو چاہیں گے وہ ملے گا۔ اور (یہ) مذکورہ (جنت) جو آدم علیہ السلام کو شروع پیدائش میں ملی تھی (ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا وارث ان لوگوں کو بنائیں گے جو ڈرنے والے ہوں)۔

ربط: اوپر بتایا کہ جنت کے وارث اللہ سے ڈرنے والے لوگ ہوں گے۔ آگے بتاتے ہیں کہ ڈرنے کے لائق صرف خدا کی ذات ہی ہے جس کے قبضہ میں تمام زمان و مکان ہے اور جس کے حکم و اجازت کے بغیر بڑے سے بڑا فرشتہ بھی پر نہیں مار سکتا۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾

ترجمہ: اور نہیں اترتے ہم مگر حکم سے تیرے رب کے۔ اس کے لئے ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور نہیں ہے تیرا رب بھولنے والا۔ رب ہے آسمانوں کا اور

زمین کا اور اس کا جو ان کے درمیان ہے تو عبادت کر اسی کی اور قائم رہ اس کی عبادت پر۔ کیا تو جانتا ہے اس کا ہم صفت۔

تفسیر: ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کئی روز تک نہ آئے۔ آپ کو اس سے گرانی ہوئی۔ پھر جب وہ آئے تو آپ نے آرزو ظاہر فرمائی کہ ذرا زیادہ آیا کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام کو یہ جواب دینے کو کہا گیا کہ (ہم) فرشتے (تو محض آپ کے رب کے حکم) کے غلام ہیں۔ اس کے بغیر پر بھی نہیں ہلا سکتے۔ وہ اپنی حکمت کاملہ سے جس وقت مناسب جانتا ہے ہمیں نیچے اترنے کا حکم دیتا ہے تو ہم اس کے حکم (سے) نیچے (اترتے ہیں) کیونکہ (جو زمان و مکان اور زمانی و مکانی شے (ہمارے آگے ہے اور جو) زمان و مکان اور زمانی و مکانی شے (ہمارے پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے وہ سب اللہ کی) ملکیت و قبضہ میں (ہے اور) ہر چیز کی مکمل تفصیل اللہ کے علم میں ہے پھر وہ علم ایسا ہے کہ (آپ کا رب) اس کی کسی بات کو (بھولنے والا نہیں) لہٰذا وہ جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر کے پاس کس وقت بھیجنا چاہئے اور اس کی حکومت ایسی ہے کہ اس کے حکم کے بغیر کسی مقرب ترین فرشتہ اور معظم ترین پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ جب چاہے کہیں چلا جائے یا کسی کو اپنے پاس بلا لے۔ پھر ان صفات کے علاوہ (آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے ان سب کا رب) بھی (ہے تو) ایک بات تو یہ ہے کہ فقط ایسی ہی ذات عبادت کے لائق ہے سو (اس کی عبادت کرو اور اسی پر قائم رہو)۔ بھلا ایسا کیوں نہ کرو؟ (کیا تم اس) اللہ (کا ہم صفت) کوئی اور (جانتے ہو) جو مستحق عبادت ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ نہیں۔ تو پھر کسی دوسرے کی عبادت کا موقع کہاں رہا۔ دوسری بات یہ ہے کہ صرف ایسی ہی ذات ڈرنے کے لائق ہے تو انسان اگر جنت کی میراث لینا چاہتا ہے تو اپنے اندر اللہ کا ڈر پیدا کر کے فرشتوں کی طرح حکم الٰہی کا تابعدار بن جائے۔

ربط: اوپر نیک و بدلوگوں کے انجام کا بیان تھا جو مرنے کے بعد ہوگا۔ جو لوگ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو محال یا مستبعد سمجھتے ہیں آگے ان کے شبہ کا جواب بھی دیتے ہیں اور آخرت کی مزید تفصیل بتاتے ہیں۔

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ
حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾
فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾
ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا
وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّ
نَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

ترجمہ: اور کہتا ہے انسان کیا جب میں مر جاؤں گا تو میں نکالا جاؤں گا زندہ کر کے۔ کیا سمجھتا نہیں انسان کہ ہم نے پیدا کیا اس کو اس سے پہلے اور نہ تھا وہ کچھ بھی۔ سو قسم ہے تیرے رب کی کہ ہم ضرور جمع کریں گے ان کو اور شیطانوں کو پھر ضرور حاضر کریں گے ان کو جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل۔ پھر جدا کریں گے ہم ہر فرقہ میں سے جو ان میں سے زیادہ سخت ہے رحمان پر سرکشی میں۔ پھر ہم خوب واقف ہیں ان سے جو زیادہ قابل ہیں اس جہنم میں داخل ہونے کے۔ اور نہیں تم میں سے کوئی مگر یہ کہ وہ اس جہنم پر آنے والا ہے۔ ہے یہ بات تیرے رب پر لازم اور طے شدہ۔ پھر نجات دیں گے ہم ان لوگوں کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دیں گے ہم ظالموں کو اس جہنم میں گھٹنوں کے بل۔

تفسیر: کافروں کا پہلا قول اور اس کا جواب

(اور آدمی) تعجب وانکار کے طور پر (کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا) اور جب ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گی (تو) کیا میں (زندہ کر کے) قبر سے (نکالا جاؤں گا) یعنی معدوم ہونے کے بعد دوبارہ موجود ہو جاؤں گا۔ (کیا) وہ (آدمی) ہو کر اتنی موٹی بات (نہیں سمجھتا کہ اس سے پہلے) بھی (ہم نے اس کو پیدا کیا تھا اور وہ) اس وقت (کچھ) بھی (نہ تھا) یعنی ہم نے معدوم محض کو موجود کیا تھا تو کیا ہم ایک چیز کو فنا کر کے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے حالانکہ یہ تو پہلے کی نسبت آسان چیز ہے۔ سو یہ منکر نہیں مانتے تو نہ مانیں (آپ کے رب کی قسم ہے کہ ہم ان کو) قیامت کے دن زندہ کر کے ان کو بھی (اور شیطانوں کو) بھی جو کہ بہکاتے پھرتے ہیں میدان حشر میں (ضرور جمع کریں گے پھر ان سب کو جہنم کے گرد اس حال میں حاضر کریں گے کہ) دہشت کی وجہ سے نہ کھڑے رہ سکیں گے اور نہ ہی چین سے بیٹھ سکیں گے بلکہ (گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ پھر) منکرین کے (ہر فرقہ میں

سے) عام مجرموں میں سے (ہم ان کو جدا کرلیں گے جو رحمان سے زیادہ سرکشی کرنے والے تھے) تا کہ ان کو دوسروں سے پہلے جہنم میں داخل کریں (پھر جو لوگ جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ قابل ہیں) ان کو جاننے کے لئے ہمیں کسی تحقیق کی ضرورت نہیں بلکہ (ہم ان کو) ازل ہی سے (خوب جانتے ہیں) تو ان کو دوسروں سے علیحدہ کر کے پہلے ان کو جہنم میں جھونکیں گے پھر دوسروں کو داخل کریں گے۔ (اور یہ بات آپ کے رب پر لازم اور طے شدہ ہے) یعنی اس نے اس کا فیصلہ کر رکھا ہے (کہ تم) انسانوں (میں کوئی نہیں ہے) خواہ نیک ہو یا بد، مومن ہو یا کافر (مگر یہ کہ وہ جہنم پر ضرور وارد ہوگا) اور اس پر سے پل صراط کے ذریعہ اس کا گزر ہوگا۔ (پھر ہم متقی لوگوں کو) ان کے اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے پار کرا کے (نجات دیں گے اور ظالموں کو چھوڑ دیں گے) کہ وہ پل صراط سے (جہنم میں گھٹنوں کے بل) اوندھے (گرے ہوں گے)۔

ربط: اوپر کافروں کے برے انجام کی تفصیل ذکر ہوئی۔ کافر اس کو سن کر استہزاء کرتے۔ آگے ان پر تفصیلی رد ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ
نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾
قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا
مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ
شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ
وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ اَفَرَءَيْتَ
الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ
اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ
لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ
بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ
عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ
اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ
الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا
اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ
هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ
وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾
لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
فَرْدًا ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ
الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ
وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ
تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

ترجمہ: اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں کھلی ہوئی کہتے ہیں کافر مومنوں سے کہ کونسا دو فرقوں میں سے بہتر ہے مقام کے اعتبار سے اور زیادہ اچھا ہے مجلس کے اعتبار سے۔ اور کتنی ہی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے جماعتیں جو زیادہ بہتر تھیں سامان میں اور نمود میں۔ کہہ دے جو رہا گمراہی میں تو چاہیئے کہ ڈھیل دے اس کو رحمان ڈھیل دینا یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے جس کا وہ ڈراوا دیئے جاتے ہیں یا تو عذاب کو یا قیامت کو تو جان

لیں گے کہ کون ہے برا مکان کے اعتبار سے اور زیادہ کمزور ہے فوج کے اعتبار سے۔ اور بڑھاتا ہے اللہ ہدایت یافتہ لوگوں کو ہدایت میں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کے ہاں ثواب میں اور بہتر ہے واپس پلٹنے کی جگہ میں۔ کیا دیکھا تو نے اس کو جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور کہا میں ضرور دیا جاؤں گا مال اور اولاد۔ کیا جھانک لیا اس نے غیب کو یا لیا اس نے رحمان کے پاس عہد۔ ہرگز نہیں۔ ہم لکھ لیں گے جو یہ کہتا ہے اور بڑھائیں گے اس کے لئے عذاب کو بڑھانا۔ اور ہم وارث ہوں گے اس کے جو یہ بتلا رہا ہے اور یہ آئے گا ہمارے پاس تنہا۔ اور بنائے انہوں نے اللہ کے سوا معبود تاکہ وہ ہوں ان کے لئے مددگار۔ ہرگز نہیں۔ وہ انکار کریں گے ان کی عبادت کا اور ہوں گے ان کے مخالف۔ کیا نہیں دیکھا تو نے کہ چھوڑ ا ہم نے شیطانوں کو کافروں پر کہ اچھالتے ہیں ان کو ابھار کر۔ سو تو مت جلدی کر ان پر۔ محض ہم شمار کرتے ہیں ان کے لئے گنتی کو۔ جس دن ہم اکٹھا کریں گے متقی لوگوں کو رحمٰن کی طرف بلائے ہوئے مہمان کے طور پر اور ہم ہانکیں گے مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے۔ نہیں اختیار رکھتے شفاعت کا مگر جس نے لیا رحمٰن کے پاس عہد۔ اور کہتے ہیں پکڑی ہے رحمٰن نے اولاد۔ بے شک آئے ہو تم بھاری چیز پر۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اس سے اور شق ہو جائے زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر کہ تم دعویٰ کرتے ہو رحمٰن کے لئے اولاد کا۔ اور نہیں مناسب رحمٰن کے لئے کہ وہ پکڑے اولاد۔ نہیں کوئی بھی آسمانوں میں اور زمین میں مگر آئے گا رحمٰن کے پاس بندہ بن کر۔ اس نے شمار کیا ہے ان کا اور گن رکھی ہے ان کی گنتی۔ اور وہ سب آئیں گے اس کے پاس قیامت کے دن اکیلے اکیلے۔ بلاشبہ جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک بنا دے گا ان کے لئے رحمٰن محبت۔ تو آسان کر دیا ہم نے اس قرآن کو تیری زبان پر تاکہ تو خوشخبری دے اس سے متقی لوگوں کو اور ڈرائے اس سے جھگڑالو لوگوں کو۔ اور کتنی ہی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے جماعتیں۔ کیا آہٹ پاتا ہے تو ان میں سے کسی کی یا سنتا ہے تو ان کی بھنک۔

تفسیر: (اور جب کفار پر ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں) جن میں ان کا برا انجام ذکر ہے (تو وہ) ہنستے ہیں اور استہزاء کے طور پر (مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ) تمہارے کہنے کے مطابق آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا وہ ہم اور تم دونوں فریقوں کی موجودہ حالت پر منطبق نہیں ہوتا۔ بتاؤ (دونوں فریقوں میں سے کونسا) فریق دنیوی (مقام کے اعتبار سے بہتر اور مجلس کے اعتبار سے اچھا ہے)۔ ظاہر ہے کہ ہم ہیں کیونکہ ہماری مجلس اور ہماری سوسائٹی بھی تمہاری سوسائٹی سے اچھی ہے اور ہمارا

دنیوی مرتبہ و مقام بھی تم سے بہتر ہے۔ ہم خوشحال بھی ہیں اور ہماری فوج بھی زیادہ ہے تو کیا گمان کیا جا سکتا ہے کہ جو لوگ آج کہیں کمتر ہیں وہ کل چھلانگ مار کر جنت میں جا پہنچیں گے اور ہم دوزخ میں پڑے جلتے رہیں گے۔

ان کی بات کا ایک جواب یہ ہے کہ (ان سے پہلے کتنی ہی جماعتیں) یعنی قومیں گزر چکی (ہیں جو) دنیا کے (ساز و سامان اور) شان و (نمود میں) ان سے (کہیں بڑھ کر تھیں) لیکن جب انہوں نے حق کے مقابلہ میں سرکشی اور تکبر کی راہ کو اختیار کیا تو (ہم نے ان کو ہلاک کر دیا) اور ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ غرض مال و اولاد اور دنیوی خوشحالی آخرت کے اچھے انجام کی دلیل نہیں۔

دوسرے جواب میں (آپ) یہ (کہئے) کہ (جو کوئی) اپنے کسب و ارادہ سے (گمراہی میں رہتا ہے رحمٰن کو) عادت اور حکمت کے تقاضہ سے (چاہئے کہ وہ) اس کو نیک و بد سے خبردار کرنے کے بعد اسی راستے پر چلنے کے لئے (اس کو ڈھیل دے) پھر اللہ ایسے ہی کرتا ہے۔ غرض جو بدی کی راہ پر چلتا ہے اس کے حق میں دنیوی خوشحالی وغیرہ درحقیقت تباہی کا پیش خیمہ ہے (یہاں تک کہ جب) ان کی گرفت کا وقت آئے گا اور (وہ جس کا وعدہ دیئے جاتے تھے) یعنی (یا تو) دنیوی (عذاب کو یا قیامت کو دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ) حقیقت میں (مقام کے اعتبار سے کون برا ہے اور لاؤ لشکر کے اعتبار سے کون کمزور ہے اور) جیسے (اللہ) گمراہوں کو ڈھیل دیتا ہے اسی طرح (ہدایت والوں کو ہدایت میں بڑھاتا ہے) اور ان کی سمجھ بوجھ اور فہم و بصیرت کو زیادہ تیز کر دیتا ہے جس سے وہ حق تعالیٰ کے راستوں پر آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ دنیوی ساز و سامان کے برعکس صرف نیکیاں ہی باقی رہتی ہیں (اور آپ کے رب کے نزدیک باقی رہنے والی نیکیاں ہی ثواب اور پلٹنے کی جگہ کے اعتبار سے بہتر ہیں) آخرت میں صرف انہی پر بہترین بدلہ ملتا ہے۔

تیسرا جواب الزامی ہے اور وہ یوں ہے کہ (کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو ہماری آیتوں کا انکار کرتا ہے اور) اس کے باوجود (کہتا ہے کہ میں) آخرت میں بھی (ضرور مال و اولاد دیا جاؤں گا)۔ یہ تو محض دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل ہم نے نہیں اتاری۔ پھر یہ ایسا دعویٰ کیسے کرتا ہے۔ (کیا اس نے غیب کو جھانک) کر دیکھ (لیا ہے یا اس نے رحمٰن سے) اس بات کا (عہد لیا ہے)۔ ظاہر ہے کہ ایسا (ہرگز نہیں) ہے۔ غرض یہ شخص ویسے ہی بکواس کر رہا ہے اور (جو کچھ یہ کہہ رہا ہے ہم اس کو لکھ لیں گے اور اس کے لئے ہم عذاب کو بڑھاتے جائیں گے اور) مال و اولاد کی (جو یہ بات کر رہا ہے تو اس) بنیاد پر کہ دنیا میں ہم نے اس کو مال و اولاد دے رکھی ہے تو وہ جان لے کہ دنیا کی یہ عطائیں بھی اس کے پاس نہ رہیں

گی اور اس کے مال و اولاد (کے ہم وارث ہوں گے) کیونکہ یہ چیزیں اس سے الگ کر لی جائیں گی (اور وہ) قیامت کے دن (ہمارے پاس تنہا آئے گا) کہ نہ کچھ ساتھ ہوگا اور نہ کچھ اس کا ساتھ دے گا۔

کافروں کا دوسرا قول اور اس کا جواب

(اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں) اور کہتے ہیں کہ وہ ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں (کہ) اگر آخرت ہوئی تو (یہ ان کے مددگار رہوں گے)۔

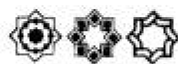
اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا (ہرگز نہیں) ہوگا۔ یہ ان کی محض خام خیالی ہے کیونکہ (وہ) معبودان کی مدد تو کیا کریں گے بلکہ وہ تو الٹا (ان کی عبادت کا) اپنے لئے ہونے سے (انکار کریں گے) اور کہیں گے یہ ہماری نہیں درحقیقت شیطان کی عبادت کرتے تھے (اور وہ ان کے مخالف ہوں گے) اور ان کی زیادہ ذلت و رسوائی کا سبب بنیں گے۔ یہ کہنا کہ درحقیقت وہ شیطان کی عبادت کرتے تھے واقعی بات ہے کیونکہ (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ) اس کی حقیقت یہ ہے کہ (ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ رکھا ہے جو ان کو ابھار کر اچھالتے ہیں) اور اپنی مرضی ان سے کرواتے ہیں۔ اگر ایسے بدبخت گمراہی میں بڑھیں (تو آپ ان) کو بڑھنے دیجئے اور ان کی سزا (میں جلدی نہ کیجئے)۔ ہم جو ان کو ڈھیل دیتے ہیں تو اس وجہ سے کہ (ہم ان کی گنتی شمار کر رہے ہیں)۔ ان کا ایک ایک سانس، ایک ایک لمحہ اور ایک ایک عمل ہمارے یہاں گنا جا رہا ہے اور تمام عمر کے اعمال ایک ایک کر کے ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے (جس دن ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف بلائے ہوئے مہمانوں کی صورت میں اکٹھا کریں گے اور) جس طرح پیاسے جانور گھاٹ کی طرف لے جائے جاتے ہیں اسی طرح (ہم مجرموں کو پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانکیں گے) اور کوئی ان کا سفارشی بھی نہ ہوگا کیونکہ اس دن (لوگ سفارش کا اختیار نہ رکھیں گے سوائے ان کے جنہوں نے رحمٰن سے) سفارش کا (وعدہ لیا ہوگا) مثلاً ملائکہ، انبیاء اور صلحاء وغیرہ۔ صرف یہی درجہ بدرجہ سفارش کریں گے اور وہ بھی صرف ان لوگوں کی جن کے حق میں سفارش کئے جانے کا وعدہ ہم دے چکے ہیں۔

(اور) جس طرح مذکورہ بالا لوگوں نے شیطان کے ابھارنے سے غیر اللہ کو معبود ٹھہرایا ہے اسی طرح ایک جماعت ایسی ہے جس نے شیطان کے بہکاوے سے یوں (کہا کہ رحمٰن نے) اپنے لئے (اولاد بنا لی ہے) مثلاً عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کو اور بعض یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا اور بعض مشرکین عرب نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا۔ آپ فرما دیجئے کہ (تم لوگ) تو سخت (بھاری بات کر بیٹھے ہو جس سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر

پڑیں کہ انہوں نے رحمٰن کے لئے اولاد کا دعویٰ) ہی ایسا (کیا ہے)۔ ایسی گستاخی پر اگر غضب الٰہی بھڑک اٹھے تو عالم تہ و بالا ہو جائے لیکن محض اس کا حلم مانع ہے کہ ان بے ہودگیوں کو دیکھ کر ایک دم تباہ نہیں کرتا حالانکہ (رحمٰن کی تو شان ہی نہیں ہے کہ وہ) اپنے لئے (اولاد بنائے) کیونکہ اس کو اولاد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ (جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ) سب خدا کی مخلوق ہے اور سب (اس کے پاس بندے بن کر حاضر ہوں گے)۔ اور جس کے سب محکوم و محتاج ہوں اس کو بیٹا بنانے کی کیا حاجت رہ گئی۔ اور (اس نے ان سب کا شمار اور سب کی گنتی کر رکھی ہے) لہٰذا یہ امکان نہیں کہ کوئی اللہ کی محکومیت سے آزاد ہو جائے۔ (اور قیامت کے دن ان کا ہر ایک اس کے پاس تنہا آئے گا) اور جوابدہی کرے گا۔ اور آخرت کی جزا و سزا تو خیر ہونی ہی ہے دنیا میں بھی بہت مرتبہ اللہ تعالیٰ بدلہ دیتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے رحمٰن ان کے لئے محبت بنا دیتا ہے) کہ خود بھی ان سے محبت کرتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو محبوب رکھتے ہیں تو اول جبرئیل علیہ السلام کو آگاہ کرتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی کرو۔ جبرئیل علیہ السلام آسمانوں کے فرشتوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں۔ آسمانوں سے اترتی ہوئی اس کی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین والوں میں اس بندے کو حسن قبول حاصل ہو جاتا ہے یعنی بے تعلق لوگ جن کا کوئی خاص نفع و ضرر اس کی ذات سے وابستہ نہ ہو وہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

لیکن اس قسم کے حسن قبول کی ابتدا خدا پرست اور نیک مومنین سے ہوتی ہے۔ پہلے ان کے دلوں میں اس کی محبت ڈالی جاتی ہے اس کے بعد عام لوگوں میں قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ حسن قبول جو پہلے محض عوام میں ہو اور پھر کسی غلط فہمی سے بعض خدا پرست بھی اس کی طرف جھکنے لگیں تو وہ عند اللہ مقبولیت کی دلیل نہیں۔

اور اس انذار و تبشیر کے لئے (ہم نے آپ کی زبان پر اس) قرآن (کو آسان کر دیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ سے) انتہائی سہل اور صاف الفاظ میں (متقی لوگوں کو خوشخبری دیں اور اسی کے ذریعہ سے جھگڑالو لوگوں کو ڈراوا دیں اور) وہ ڈراوا اس طرح ہے کہ (ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے) جن کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا (کیا آپ ان) کے پاؤں (کی آہٹ محسوس کرتے ہیں یا ان کی) لن ترانیوں کی (بھنک) بھی (سنتے ہیں)۔



سورہ طٰہٰ

ربط: پچھلی سورت کے آخر میں قرآن کے انداز و تبشیر کا ذریعہ ہونے کا ذکر تھا۔ اس سورت کو اس کے نصیحت کا ذریعہ ہونے کے ذکر سے شروع کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ١٣٥ - رُكُوْعَاتُهَا ٨

طٰهٰ ۝١ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝٢ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ
يَّخْشٰى ۝٣ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝٤ اَلرَّحْمٰنُ
عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝٥ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ
مَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝٦ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ
السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝٧ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝٨

ترجمہ: طہ۔ نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن کہ تو مشقت میں پڑے مگر نصیحت کے طور پر اس کے لئے جو ڈرتے ہوں۔ اتارا ہوا ہے اس کی طرف سے جس نے بنائی زمین اور (بنائے) بلند آسمان۔ رحمٰن عرش پر قائم ہوا ہے۔ اس کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ نیچے ہے گیلی زمین کے۔ اور اگر تو آواز نکالے بات میں تو بلاشبہ وہ جانتا ہے چھپی کو اور زیادہ چھپی کو۔ اللہ ہے نہیں کوئی مستحق عبادت مگر وہی۔ اس کے لئے ہیں نام اچھے۔

تفسیر: (ہم نے قرآن کو آپ پر اس لئے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں) اس طرح سے کہ آپ اس کی تکذیب کرنے والوں کی باتوں کو سن کر ملول خاطر اور تنگدل ہوں (مگر) ہم نے اس کو (نصیحت کے طور پر ان کے لئے) اتارا ہے (جو) خدا سے (ڈرتے ہوں) تاکہ وہ اس کے بیانات سے

نصیحت حاصل کریں۔ پھر اس قرآن کی اہمیت اس وجہ سے بہت زیادہ ہے کہ (یہ) ایک (ایسی ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا) اور پھر ان پر کامل قبضہ واقتدار اور ہر قسم کے شہنشاہانہ تصرفات کے لئے وہ (بڑی رحمت والا اپنے عرش پر قائم ہوا) اور اس کی ملکیت کا یہ حال ہے کہ (جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے سب) بلاشرکت غیرے (اسی کی ملکیت ہے)۔ اور اپنی اس تمام ملکیت پر اس کو ہر قسم کا تصرف حاصل ہے۔ یہ تو اس کی قدرت وتصرف کے عموم کا بیان تھا۔ جہاں تک اس کے علم کی وسعت کا تعلق ہے تو اس کا بیان یہ ہے کہ (اگر تم بات کو آواز سے کہو تو) وہ اس سے کہاں پوشیدہ رہ سکتی ہے کیونکہ (وہ تو چھپی ہوئی) مثلاً جو بات تنہائی میں آہستہ سے کہی جائے اس کو (اور) اس سے بھی (زیادہ چھپی ہوئی) مثلاً جو بات دل میں آئی ہو زبان پر نہ آئی ہو اس (کو) بھی (جانتا ہے) پھر (اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود بننے کا مستحق نہیں) کیونکہ مذکورہ بالا صفات کے علاوہ بھی (اس کے لئے) عمدہ صفات اور (اچھے نام ہیں) جب کہ کوئی دوسری ہستی اس شان وصفت کی موجود نہیں۔

ربط: اوپر نبی ﷺ کی طرف قرآن کو اتارنے کا ذکر ہوا۔ آگے بتاتے ہیں کہ یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ اس سے پیشتر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی وحی مل چکی ہے اور اب آپ کو ملی ہے۔ اور جیسے موسیٰ علیہ السلام کی وحی توحید وغیرہ کی تعلیم پر مشتمل تھی آپ کی وحی میں بھی ان ہی اصول پر زور دیا گیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ حق میں جو شدائد برداشت کئے آپ کو بھی برداشت کرنا ہوں گے اور جس طرح آخر کار ان کو کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا اور دشمن مغلوب ہوئے آپ بھی یقیناً غالب ہوں گے اور آپ کے دشمن مغلوب ہوں گے۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے ان گوشوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی ملنا اور آپ کا نبوت سے سرفراز ہونا

وَهَلْ

اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝٩ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ

اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝١٠

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝١١ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ

بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿١٣﴾
اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿١٤﴾
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿١٥﴾
فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾
وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ
اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ اَلْقِهَا
يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۫
سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ
بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾ ۚ
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾ وَ
يَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿٢٨﴾
وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿٣١﴾
وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّكَ
كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ
مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿٣٧﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿٣٨﴾ اَنِ
اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ
يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۥ وَلِتُصْنَعَ
عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ

يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ
نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِىْٓ
اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ
لِنَفْسِىْ ۚ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِىْ وَلَا تَنِيَا فِىْ ذِكْرِىْ ۚ ﴿۴۲﴾
اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚ ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ
اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ
لَا تَخَافَآ اِنَّنِىْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾

ترجمہ: اور کیا آئی تیرے پاس بات موسیٰ کی۔ جب دیکھی اس نے آگ تو کہا اپنے گھر والوں سے ٹھہرو میں نے دیکھی ہے آگ، شاید کہ لے آؤں تمہارے پاس اس میں سے ایک شعلہ یا پاؤں آگ کے پاس راستہ کا پتہ۔ پھر جب پہنچا اس کے پاس پکارا گیا کہ اے موسیٰ بے شک میں تیرا رب ہوں تو اتار دے اپنی جوتیاں، تو ہے پاک میدان طویٰ میں۔ اور میں نے پسند کیا ہے تجھ کو تو کان لگا کر سن اس کو جو وحی کی جاتی ہے۔ بے شک میں اللہ ہوں نہیں ہے کوئی معبود مگر میں سو عبادت کر میری اور قائم کر نماز کو میری یاد کے لئے۔ بے شک قیامت آنے والی ہے، میں چاہتا ہوں کہ خفیہ رکھوں اس کو تا کہ بدلہ دی جائے ہر جان بسبب اس کے جو اس نے سعی کی۔ تو ہرگز نہ روکے تجھ کو اس سے وہ شخص جو ایمان نہیں رکھتا اس پر اور پیروی کرتا رہا اپنی خواہش کی (مبادا) کہ تو ہلاک ہو جائے۔ اور کیا ہے تیرے دائیں ہاتھ میں اے موسیٰ۔ بولا یہ میری لاٹھی ہے۔ میں ٹیک لگاتا ہوں اس پر اور میں پتے گراتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر اور میرے لئے اس میں چند کام ہیں اور بھی۔ فرمایا ڈال دے اس کو اے موسیٰ۔ سو اس نے ڈال دیا اس (لاٹھی) کو تو اسی وقت وہ سانپ تھا دوڑتا ہوا۔ فرمایا پکڑ لے اس کو اور مت خوف کر ہم لوٹا دیں گے اس کو اس کی پہلی حالت پر۔ اور ملا لے اپنے ہاتھ کو اپنی بغل سے، نکلے گا سفید ہو کر بغیر بیماری کے دوسری نشانی کے طور پر تا کہ ہم دکھائیں تجھ کو اپنی بڑی نشانیوں میں سے۔ جا فرعون کی طرف کہ اس نے سرکشی کی ہے۔ بولا اے میرے رب کشادہ کردے میرے لئے میرا سینہ اور

آسان کر دے میرے لئے میرا کام اور کھول دے گرہ میری زبان سے کہ وہ سمجھیں میری بات۔ اور بنا میرے لئے وزیر میرے گھر والوں سے (یعنی) ہارون میرے بھائی کو۔ مضبوط کر اس سے میری کمر کو اور شریک کر دے اس کو میرے کام میں تاکہ ہم تسبیح کریں تیری بہت اور ہم ذکر کریں تیرا بہت۔ بے شک تو ہے ہم کو دیکھنے والا۔ فرمایا تو دیا گیا اپنا سوال اے موسیٰ اور احسان کیا ہے ہم نے تجھ پر ایک اور مرتبہ جب الہام کی ہم نے تیری ماں کی طرف وہ بات جو الہام کی جاتی ہے کہ ڈال دے اس کو صندوق میں پھر ڈال صندوق دریا میں پھر ڈال دے اس کو دریا کنارے پر اٹھا لے اس کو دشمن میرا اور دشمن اس کا۔ اور ڈال دی میں نے تجھ پر محبت اپنی طرف سے اور تاکہ تیری پرورش کی جائے میری آنکھ کے سامنے۔ جب چلنے لگی تیری بہن اور کہنے لگی کیا میں رہنمائی کروں تمہاری اس پر جو کفالت کرے اس کی۔ سو واپس کر دیا ہم نے تجھ کو تیری ماں کی طرف تاکہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور نہ غم کرے۔ اور قتل کیا تو نے ایک جان کو تو نجات دی ہم نے تجھ کو غم سے اور آزمائش کی ہم نے تیری کچھ آزمائش۔ پھر تو رہا کئی سال اہل مدین میں پھر تو آ پہنچا تقدیر سے اے موسیٰ۔ اور بنایا میں نے تجھ کو اپنے لئے۔ جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور مت سستی کرو تم دونوں میرے ذکر میں۔ جاؤ تم دونوں فرعون کی طرف کہ اس نے سرکشی کی ہے۔ اور کہو اس سے بات نرم شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔ وہ دونوں بولے اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہ وہ زیادتی کرے ہم پر یا یہ کہ سرکشی کرے۔ فرمایا مت خوف کرو تم، بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

تفسیر: (کیا آپ تک موسیٰ علیہ السلام کی بات پہنچی ہے) وہ یہ کہ (جب) موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ہاں پرورش پائی آپ نے ایک دفعہ ایک بنی اسرائیلی اور ایک قبطی کو لڑتے دیکھا۔ اسرائیلی کی مدد کی درخواست پر آپ نے قبطی کو جو مکا مارا تو اتفاق سے وہ مر گیا۔ جب یہ راز فاش ہوا اور قتل کئے جانے کا خوف ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے اور مدین پہنچ گئے جہاں ایک بزرگ کی آٹھ یا دس سال تک بکریاں چرائیں اور ان بزرگ کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔ پھر اپنی بیوی کو لے کر مصر کی طرف چلے۔ رات کا وقت تھا اور سردی کا زور تھا اور بکریوں کا ریوڑ بھی ساتھ تھا۔ اس حالت میں راستہ بھول گئے۔ ایسی حالت میں (موسیٰ) علیہ السلام (نے) دور (ایک آگ) جلتی (دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہا کہ تم) یہیں (ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید) لکڑی جلا کر (اس) آگ (کا شعلہ تمہارے پاس لا سکوں یا) وہاں (آگ کے پاس) پہنچ کر وہاں موجود کسی آدمی سے (راستے کا پتہ پا سکوں)۔ وہ دنیوی آگ نہ تھی بلکہ آگ کی شکل میں خدا کی تجلی تھی۔ (جب موسیٰ) علیہ السلام (اس کے پاس پہنچے تو پکارا گیا

کہ اے موسیٰ بلاشبہ میں تمہارا رب ہوں سو تم اپنی جوتیاں اتار دو کیونکہ تم پاک میدان طُوٰی میں ہو) ممکن ہے کہ جوتیوں پر کچھ نجاست لگی ہو یا گارا کیچڑ وغیرہ لگنے سے گندی ہوں۔ رسالت کے لئے اور ہمکلامی کے شرف کے لئے (میں نے) تمام جہان میں سے (تم کو پسند کیا ہے اس لئے) احکام کی (جو وحی) تم کو (کی جائے تم اس کو توجہ سے سنو)۔ ان میں سے ایک تو ذات وصفات اور عبادت میں توحید ہے جس کا بیان یہ ہے کہ (میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں لہٰذا) مالی اور بدنی ہر قسم کی (عبادت صرف میری کرو اور) نماز چونکہ اہم ترین عبادت ہے اس لئے خصوصیت سے اس کو ذکر کرتا ہوں کہ تم (میری یاد کے لئے نماز کو قائم رکھو)۔ توحید وعبادت کے بعد عقیدہ معاد کے بارے میں پھر یہ سمجھو کہ (قیامت بلاشبہ آنے والی ہے) لیکن بعض مصلحتوں سے (میں اس) کے آنے کے وقت (کو) تمام مخلوقات سے (مخفی رکھنا چاہتا ہوں) اور خود قیامت اس لئے ہوگی (تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے۔ سو وہ شخص جو) خود (قیامت پر یقین نہیں رکھتا اور) اس وجہ سے (اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے وہ تم کو اس) قیامت پر یقین رکھنے (سے) اور اس کے لئے تیاری کرنے سے (نہ روک دے کہ پھر تم کہیں بربادی میں پڑ جاؤ)۔

منصب رسالت کی تمہید

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزے دے کر فرعون کی طرف بھیجنا تھا اس لئے پہلے لاٹھی کا معجزہ دیتے ہیں (اور) اس کے دینے سے پہلے پوچھتے ہیں کہ (اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے) جس سے غرض یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی کی حقیقت اور اس کے منافع کو مستحضر کر لیں تا کہ پھر اس سے جو خارق عادت چیز پیش آئے تو ان کو بھی اس کا معجزہ ہونا واضح اور پختہ ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے (جواب دیا کہ یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر ٹیک بھی لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں پر اس سے پتے بھی جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور کام بھی نکلتے ہیں) مثلاً موذی جانوروں کو دور کرنا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے (فرمایا کہ اے موسیٰ اس عصا کو) زمین پر (ڈال دو۔ سو انہوں نے اس کو) زمین پر (ڈال دیا تو اچانک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ) بن گیا (تھا) جس سے موسیٰ علیہ السلام بشری تقاضے کی وجہ سے ڈر گئے۔ (ارشاد ہوا کہ اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں)۔ تمہارے پکڑتے ہی (ہم اس کو اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے)۔ یعنی اس کو دوبارہ عصا بنا دیں گے۔

پھر دوسرا ہاتھ کا معجزہ دیتے ہوئے فرمایا کہ (تم اپنا ہاتھ) اپنے گریبان میں ڈال کر (اپنی بغل سے ملا لو تو وہ بغیر کسی بیماری کے) روشن اور (سفید ہو کر نکلے گا) کہ یہ تمہاری نبوت کی دوسری نشانی ہوگی)۔

اور یہ نشانیاں تم کو اس لئے دی ہیں (تا کہ ہم تم کو اپنی) قدرت کی (بڑی نشانیوں میں سے) کچھ دکھائیں جن سے تم کو ہماری غیر متناہی قدرت کا کچھ اندازہ ہو سکے اور تم اس پر بھروسہ کر کے ہر مخلوق سے خواہ کتنی ہی زبردست ہو بے خوف ہو جاؤ۔ اور اب ہماری یہ دونوں نشانیاں لے کر (فرعون کے پاس جاؤ کہ اس نے سرکشی کی ہے) اور خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور اس کو راہ حق کی دعوت دو اور ضرورت پڑے تو یہ معجزے اس کو دکھاؤ۔

موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان پر ایک بڑا کام ڈالا جا رہا ہے تو اس کی مشکلات کی آسانی کے لئے (درخواست کی کہ اے میرے رب میرے سینے کو کشادہ کر دیجئے) یعنی مجھے مزید حوصلہ عطا فرمائیے تا کہ اس کام کے دوران جو سختیاں سامنے آئیں ان سے نہ گھبراؤں اور دوسروں کی مخالفت برداشت کرسکوں (اور) تبلیغ کا (میرا) یہ (کام آسان فرما دیجئے) یعنی ایسے اسباب فراہم کر دیجئے کہ یہ عظیم الشان کام کرنا آسان ہو جائے (اور میری زبان کی گرہ) اور لکنت (کو کھول دیجئے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے) ایک کو یعنی (ہارون کو کہ میرے بھائی بھی ہیں میرا معاون بنا دیجئے کہ ان سے میری کمر) یعنی میری قوت (کو مضبوط کر دیجئے اور ان کو میرے کام میں شریک کر دیجئے تا کہ ہم دونوں) مل کر دعوت و تبلیغ کے موقع پر خوب زور و شور سے (آپ کی پاکی) اور کمالات (بیان کریں اور) جب ہر ایک کو دوسرے سے تقویت قلب حاصل ہو گی تو طبیعت میں نشاط زیادہ رہے گا اور یوں اپنی خلوتوں میں (آپ کا ذکر بکثرت کریں) گے۔ (بے شک آپ ہم کو) اور ہمارے حال کو (خوب دیکھتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ تم کو تمہاری درخواست) میں مانگی ہوئی ہر چیز (دی گئی۔ اور ہم تو تم پر) اس سے پہلے (ایک اور مرتبہ) تمہارے مانگے بغیر ہی احسان کر چکے ہیں (جب ہم نے) تم کو فرعون کے جلادوں سے بچانے کے لئے (تمہاری ماں کو وہ بات الہام کی جو الہام ہی کی جاتی ہے کہ اس بچے کو صندوق میں رکھو پھر صندوق) سمیت ان (کو دریا میں ڈال دو) جس کی ایک شاخ فرعون کے محل تک بھی گئی تھی (پھر) ہمارے حکم سے (دریا ان کو) صندوق سمیت ایک خاص کنارہ تک لے آئے) گا (تا کہ ان کو) ایک ایسا شخص (اٹھا لے) جو (میرا) بھی (دشمن) ہے کہ میرے مقابلہ میں خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور حق کی مخالفت کرتا ہے (اور ان کا) بھی (دشمن) ہے کہ تمام اسرائیلی بچوں کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے کیونکہ نجومیوں نے اس کو بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ایک بچے کے ہاتھوں اس کی سلطنت تباہ ہو گی۔ ان کے کہنے پر اسرائیلی بچوں کو چن چن کر قتل کرتا تھا۔ (اور) اے موسیٰ (میں نے اپنی طرف سے تم پر محبت ڈال دی ہے) یعنی اس وقت مخلوق کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کر دی کہ جو دیکھے محبت کرے اور پیار کرے اور اسی محبت و پیار کی وجہ سے فرعون سے

تمہاری جان بچائی (اور یہ) اس غرض سے کیا تھا (کہ میری آنکھ کے سامنے) یعنی میری نگرانی اور حفاظت میں (تم پرورش) بھی (پاؤ) اور فرعون جیسے سخت دشمن کے گھر میں تربیت پاتے ہوئے کوئی تم کو ذرہ برابر نقصان نہ پہنچا سکے۔

پھر ہم نے تم پر اس وقت بھی احسان کیا (جب) تمہاری والدہ صندوق کو دریا میں چھوڑنے کے بعد بشری تقاضے سے بہت غمگین اور پریشان تھیں کہ بچے کا نہ جانے کیا حشر ہوا ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو تھامے رکھا اور انہوں نے کسی سے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا البتہ اپنی بیٹی کو جو بڑی اور سمجھداری کی عمر کی تھیں کہا کہ تم خفیہ خفیہ صندوق کے پیچھے چلی جاؤ اور پتہ رکھو۔ تو (تمہاری بہن) تمہارے پیچھے (چلتی رہیں)۔

ادھر محل میں تمہیں دودھ پلانے کے لئے اور تمہاری پرورش کے لئے بہت سی عورتیں بلائی گئیں لیکن ہماری مشیت سے تم کسی کا دودھ نہیں لیتے تھے۔ (پھر) تمہاری بہن جو تاک میں لگی ہوئی تھیں یہ ماجرا دیکھ کر بولیں کہ کیا میں تمہیں ایسی عورت کا پتہ بتاؤں جو) کسی طرح دودھ پلا کر (بچے کو پال سکے۔) حکم ہوا کہ اس عورت کو بلاؤ۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو لے کر پہنچیں۔ چھاتی سے لگاتے ہی بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھر والے خوش ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی، اجازت دیں کہ اپنے گھر لے جاؤں۔ آخر فرعون کی طرف سے بطور دایہ کے بچے کی تربیت پر مامور ہو کر اپنے گھر لے آئیں۔ (غرض) اس طرح (ہم نے تم کو تمہاری ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ وہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھیں اور غمزدہ نہ ہوں)۔

(اور) تم پر ہمارا ایک اور احسان یہ ہے کہ (تم نے) اپنی جوانی میں (ایک) قبطی اور ایک اسرائیلی کے مابین جھگڑے میں اسرائیلی کے مدد طلب کرنے پر قبطی (کو) مکا مار کر بلا قصد و ارادہ (قتل کر دیا) تھا جس سے تم ڈرے کہ دنیا میں پکڑا جاؤں گا اور آخرت میں بھی ماخوذ ہوں گا۔ (تو ہم نے تم کو) دونوں قسم کے (غم) اور پریشانی (سے نجات دی)۔ اخروی پریشانی سے اس طرح کہ توبہ کی توفیق بخشی اور اس کو قبول کیا۔ اور دنیوی سے اس طرح کہ تم کو مصر سے نکال کر مدین پہنچا دیا۔

(اور ہم نے تم کو کئی طرح سے آزمایا) جس میں تم پورے اترے (پھر تم کئی برس مدین والوں میں رہے پھر اے موسیٰ) اب (تم) مدین سے نکلے اور راستہ بھول کر (تقدیر سے یہاں آ پہنچے) جس کا تم کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ (اور میں نے تمہیں) خاص (اپنے) کام کے (لئے بنایا) ہے جس کا وقت اب آ گیا ہے۔ سو (تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیوں کے ساتھ) تبلیغ کے لئے جاؤ اور اس کام کو بھی محنت سے کرنا (اور میری یاد میں سستی نہ کرنا)۔ اور اب ہم تمہیں تبلیغ کا مقام بتاتے ہیں۔ وہ یہ کہ (تم

دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ اس نے سرکشی کی ہے۔ اور تم دونوں اس خیال سے کہ شاید وہ) کچھ سوچ سمجھ کر (نصیحت حاصل کرے یا) اللہ کے جلال و جبروت کو سن کر (ڈر جائے اس سے نرم) و آسان اور رقت انگیز (گفتگو کرنا۔ وہ دونوں بولے کہ اے ہمارے رب) اس کے ڈرنے کی امید تو بعد میں ہوگی فی الحال تو (ہم) خود (ڈرتے ہیں کہ) کہیں (وہ) ہماری بات سنتے ہی غصہ میں (ہم پر بپھر جائے یا ہم پر) ہی (سرکشی کرنے لگے)۔ موسیٰ علیہ السلام کے اس خوف میں اور ان کو دیئے گئے شرح صدر میں کچھ تضاد نہیں کیونکہ کامل حضرات بلاء کے نزول سے پہلے ڈرتے ہیں اور پناہ مانگتے ہیں لیکن جب بلاء آ پڑتی ہے تو اس وقت پورے حوصلہ اور کشادہ دلی سے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ (فرمایا کہ تم دونوں خوف نہ کرو، میں تم دونوں کے ساتھ ہوں)۔ جو باتیں تمہارے اور اس کے درمیان ہوں گی یا جو معاملات پیش آئیں گے وہ سب (میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں)۔ میری حمایت و نصرت تمہارے ساتھ ہوگی۔

فرعون کے ساتھ گفتگو

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ
فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ
مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ
اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾
قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ
الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ
وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا
سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ
شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾ ع
مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

ترجمہ: سو تم دونوں جاؤ اس کے پاس اور کہو کہ ہم دونوں بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب

کے سو بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور مت عذاب دے ان کو۔ ہم لائے ہیں تیرے پاس نشانی تیرے رب کی جانب سے اور سلامتی ہے اس پر جو پیروی کرے ہدایت کی۔ بلاشبہ وحی کی گئی ہے ہماری طرف کہ عذاب ہے اس پر جو جھٹلائے اور پھر جائے۔ بولا تو کون ہے رب تم دونوں کا اے موسیٰ۔ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے عطا کی ہر چیز کو اس کی بناوٹ پھر رہنمائی فرمائی۔ بولا پھر کیا حال ہے پہلے زمانوں والوں کا۔ کہا ان کا علم ہے میرے رب کے پاس کتاب میں۔ نہ غلطی کرتا ہے میرا رب اور نہ بھولتا ہے۔ وہ جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بستر اور چلائے تمہارے لئے اس میں راستے اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالیں ہم نے اس سے مختلف قسمیں نباتات کی۔ کھاؤ اور چراؤ اپنے چوپایوں کو۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔ اسی سے پیدا کیا ہم نے تم کو اور اسی میں ہم لوٹائیں گے تم کو اور پھر اسی میں سے نکالیں گے تم کو دوسری بار۔

تفسیر: (سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور) اس سے (کہو کہ) ہمارا تمہارا سب کا ایک رب ہے اور (ہم دونوں تمہارے رب کے بھیجے ہوئے) تمہارے پاس آئے (ہیں سو) توحید و رسالت کو مان لینے کے علاوہ ایک کام یہ بھی کرو کہ (بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو) تاکہ جہاں چاہیں آزادانہ زندگی بسر کریں (اور ان کو عذاب دینا) اور غلام بنائے رکھنا (بند کر دو۔ اور ہم) اپنے دعوائے رسالت پر تمہارے رب کی جانب سے نشانی لے کر آئے ہیں۔ اور پھر ہماری بات مان کر (جو ہدایت کی پیروی کرے) گا (اس کے لئے) دونوں جہانوں میں (سلامتی ہے) اور (جو تکذیب و اعراض کرے گا تو اس کے بارے میں ہمیں یہ وحی کی گئی ہے کہ اس پر عذاب) یقینی (ہے) خواہ صرف آخرت میں یا دنیا میں بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام حکم خداوندی کے مطابق فرعون کے دربار میں پہنچے اور اس سے مذکورہ بالا بات کی تو فرعون نے جو یا تو خدا کو جانتا ہی نہ ہوگا یا محض تنگ کرنے کی نیت ہو گی (پوچھا کہ اے موسی) تم دونوں اپنے کو جس رب کا بھیجا ہوا بتاتے ہو (تو تمہارا رب کون ہے)۔ موسیٰ علیہ السلام نے (جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی) مناسبت سے (بناوٹ عطا کی) اور قویٰ اور خواص عطا فرمائے (پھر راہ دکھائی) جس کی یہ صورتیں ہیں۔

i- ہر چیز کے وجود و بقاء کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی وہ مہیا کئے اور ہر چیز کو اپنی مادی اور روحانی قوتوں اور خارجی سامانوں سے کام لینے کی راہ دکھائی اور

ii- ایسا محکم نظام دکھلا کر ہمیں اس بات کی راہ دکھائی کہ مصنوعات کے وجود سے صانع کے وجود پر کیسے استدلال کریں۔

یہ مختصر اور کامل جواب سن کر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی اس بات کو پکڑا کہ جو کوئی تکذیب و اعراض کرے اس پر عذاب یقینی ہے اور (کہا کہ) اچھا اب یہ بتاؤ کہ (گزشتہ اقوام کا کیا حال ہوا)۔ تمہارے بقول خدا کے وجود پر روشن دلائل موجود ہیں تو پھر انہوں نے حق کو کیوں قبول نہ کیا اور تکذیب و اعراض کرنے پر کس پر کیا عذاب نازل ہوا۔ ہمیں اس کی تفصیل تو بتاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہ یہ تاریخ کے واقعات میں الجھانا چاہتا ہے اس لئے سابقہ کسی قوم کی مثال دینے سے اعراض کیا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سابقہ اقوام کے تفصیلی حالات ابھی تک ان کو نہیں بتلائے گئے تھے (فرمایا) کہ اول تو میں نے یہ نہیں کہا کہ عذاب دنیا ہی میں ضرور آتا ہے بلکہ کبھی دنیا میں بھی آجاتا ہے اور آخرت میں تو ضرور ہوتا ہے دوسرے (ان) اقوام کے تفصیلی حالات (کا علم میرے رب کے پاس دفتر) اعمال (میں) محفوظ (ہے) اگرچہ اپنے لئے اس کو اس کی ضرورت نہیں کیونکہ (میرا رب) خود ایسے علم والا ہے کہ اپنی معلومات میں (نہ غلطی کرتا ہے اور نہ) ان میں سے کسی بات کو (بھولتا ہے) اور پھر وہ ایسا ہے (جس نے تمہارے لئے زمین کو بستر بنایا) جس پر تم آرام کرتے ہو (اور اس میں تمہارے لئے) وادیوں، دریاؤں اور پہاڑوں کے بیچ میں سے (راستے چلائے) جن پر چل کر تم ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکتے ہو (اور آسمان سے پانی اتارا) اور (پھر اس) پانی (کے ذریعہ تمہارے لئے طرح طرح کی نباتات نکالیں) اور تم کو اجازت دی کہ عمدہ غذائیں خود (کھاؤ اور) جو تمہارے کام کی نہیں اس پر (اپنے چوپایوں کو چراؤ۔ بے شک اس) سارے محکم و مضبوط نظام (میں عقل والوں کے لئے) اللہ تعالیٰ کے وجود پر بہت سی (نشانیاں ہیں) کیونکہ عام عقل یہی فیصلہ دیتی ہے کہ ایسا محکم و مضبوط نظام کسی کے بنائے بغیر محض اتفاقیہ طور پر خود بخود وجود میں نہیں آتا۔ اور جس طرح (ہم نباتات کو زمین سے نکالتے ہیں اسی طرح ہم نے ابتدا میں (تم کو) یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو (زمین) کی مٹی (سے پیدا کیا اور) تمہارے مرنے کے بعد (تم کو اسی میں لوٹا دیتے ہیں اور) قیامت کے دن پھر (دوسری مرتبہ اسی میں سے ہم تم کو نکالیں گے)۔

فرعون کی تکذیب و اعراض اور مقابلہ آرائی اور اس میں اس کی شکست

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا
مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝٥٩ فَتَوَلّٰى
فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝٦٠ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝٦١
فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝٦٢ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ
لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ
الْمُثْلٰى ۝٦٣ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ
اسْتَعْلٰى ۝٦٤ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ
مَنْ اَلْقٰى ۝٦٥ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ
اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝٦٦ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝٦٧
قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝٦٨ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا
صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝٦٩
فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝٧٠ قَالَ
اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ
فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ
جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝٧١ قَالُوْا لَنْ
نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ
قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝٧٢ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا
خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝٧٣

ترجمہ: اور ہم نے دکھائیں فرعون کو اپنی نشانیاں سب کی سب تو اس نے تکذیب کی اور انکار کیا۔ بولا کیا تم آئے ہو ہمارے پاس تا کہ تم نکالو ہم کو ہماری سرزمین سے اپنے جادو سے اے موسیٰ۔ تو ہم ضرور لائیں گے تمہارے پاس جادو اس کی مثل سو ٹھہرا لو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک وعدہ نہ خلاف کریں اس کا ہم اور نہ تم ہموار جگہ میں۔ کہا تمہارے وعدہ کا وقت جشن کا دن ہے اور جمع کئے جائیں لوگ دن چڑھے۔ تو پلٹا فرعون اور جمع کیا اپنے مکر کو پھر آیا۔ کہا ان سے موسیٰ نے کہ بربادی ہو تمہاری، مت افتراء کرو اللہ پر جھوٹ کہ پھر غارت کرے تم کو عذاب سے اور نامراد ہوا جس نے افتراء کیا۔ پھر جھگڑے اپنے کام میں اور چھپایا مشورہ کو۔ بولے بلاشبہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔ دونوں چاہتے ہیں کہ نکال دیں تم کو تمہاری سرزمین سے اپنے جادو سے اور لے جائیں تمہارا بہترین طریقہ۔ سو جمع کر لو اپنی تدبیر کو پھر آؤ صف باندھ کر اور جیت گیا آج جو غالب رہا۔ بولے اے موسیٰ یا تو آپ ڈالئے اور یا یہ کہ ہم اول ہوں جو ڈالیں۔ فرمایا بلکہ تم ڈالو۔ اچانک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں خیال میں ڈالا گیا اس کے ان کے جادو سے کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ تو پایا اپنے دل میں خوف کو موسیٰ نے۔ ہم نے کہا مت خوف کر بے شک تو ہی غالب ہے۔ اور ڈال جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے وہ نگل لے گا اس کو جو انہوں نے بنایا۔ محض ہے جو انہوں نے بنایا مکر جادوگر کا اور فلاح نہیں پاتا جادوگر جہاں سے آئے۔ پھر گر پڑے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے۔ کہا ایمان لائے ہم رب پر ہارون اور موسیٰ کے۔ بولا مان لیا تم نے اس کو پیشتر اس کے کہ میں اجازت دیتا تم کو۔ یقیناً وہ تمہارا بڑا ہے جس نے سکھایا تم کو جادو۔ سو اب میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پیر مخالف جانب سے اور میں ضرور سولی دوں گا تم کو کھجور کے تنوں پر اور تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں سے کون زیادہ سخت ہے عذاب میں اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ جادوگر بولے ہرگز ہم ترجیح نہ دیں گے تجھ کو اس پر جو آئے ہمارے پاس صاف دلائل اور اس پر جس نے پیدا کیا ہم کو۔ سو تو کر لے جو تو کرنے والا ہے۔ محض ختم کر سکتا ہے تو اس حیات دنیوی کو۔ ہم ایمان لائے اپنے رب پر تا کہ وہ بخش دے ہمارے لئے ہماری خطاؤں کو اور اس کو جو مجبور کیا تو نے ہم کو جادو پر اور اللہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

تفسیر: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مذکورہ بالا تقریر کے دوران فرعون اپنے درباریوں سے کبھی کہتا کہ سنتے ہو یہ کیا بے عقلی کی باتیں کر رہے ہیں۔ اور کبھی کہتا ہے کہ یہ تو مجھے مجنون اور دیوانے لگتے ہیں۔ میرے علاوہ تمہارا کوئی اور معبود نہیں ہے اور اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ اے ہامان اینٹیں پکاؤ اور

میرے لئے ایک بلند عمارت تعمیر کروتا کہ میں آسمان کی بلندیوں اور اس کے ذرائع تک پہنچ کر موسیٰ کے خدا کو جھانک لوں۔ باقی میں تو ان کو بالکل جھوٹا یقین کرتا ہوں۔

اور فرعون نے یوں بھی اعتراض کیا کہ اے موسیٰ کیا تم بھول گئے ہو۔ کہ ہم نے تم کو اپنے یہاں لڑکا سا پالا پوسا اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس گزارے اور اس زمانے میں تم نے وہ کام کیا یعنی ایک قبطی کو قتل کیا جو تمہیں خوب معلوم ہے اور تم تو احسان فراموش ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ قتل تو چوک سے ہو گیا تھا اور میں تمہارے خوف سے یہاں سے بھاگ گیا تھا لیکن پھر میرے رب نے مجھے صحیح فیصلہ کرنے کی سمجھ عطا کی اور مجھ کو اپنا رسول بنایا۔ اور تم جو میری پرورش کا احسان مجھ پر جتا رہے ہو کیا اس کے بدلے میں یہ درست ہے کہ تم بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنائے رکھو۔

فرعون بالآخر عاجز ہو کر کہنے لگا کہ اے موسیٰ اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو معبود بنائے رکھا تو میں تمہیں قید میں ڈال دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا اس صورت میں بھی جب کہ میں تمہارے پاس کھلی نشانی لے آؤں تم مجھے قید کر دو گے۔ فرعون نے کہا اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو اور تمہارے پاس کوئی نشانی ہے تو وہ لا کر دکھاؤ۔

(اور ہم نے) موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے (فرعون کو اپنی) جو (نشانیاں) دکھلانی مقصود تھیں مثلاً لاٹھی کا سانپ بننا اور ہاتھ کا سفید و روشن ہونا وغیرہ وہ (سب دکھلا دیں پھر بھی وہ جھٹلاتا رہا اور انکار کرتا رہا) اور ان نشانیوں کو جادو بتلاتا رہا۔ اور پھر موسیٰ علیہ السلام پر الزام رکھتے ہوئے (کہا کہ اے موسیٰ) تمہاری دعوت تو محض ایک ڈھونگ ہے۔ اب تم صاف صاف بتاؤ کہ (کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ اپنے جادو کے زور سے تم ہمیں ہماری زمین سے نکال دو) اور خود حکمران بن کر یہاں کے عوام کو لوٹ لو۔ تم اپنے ارادے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ ہمارے پاس بھی بڑے بڑے ماہر جادوگر موجود ہیں (تو) تمہارے توڑ کے لئے (ہم) بھی (تمہارے پاس ایسا ہی جادو لاتے ہیں)۔ بہتر ہو گا کہ ان جادوگروں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے اور جس دن اور جس جگہ مقابلہ کرنا چاہو ہم تمہیں اس کی تعیین کا اختیار دیتے ہیں (سو تم ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک وعدہ طے کر لو جس کے خلاف نہ ہم کریں اور نہ تم کرو) اور وہ بھی (کسی ہموار میدان میں) ہو تا کہ سب لوگ بلا تکلف مشاہدہ کر سکیں۔ پیغمبروں کا معاملہ چونکہ بالکل صاف اور کھلا ہوتا ہے کوئی ملمع سازی نہیں ہوتی اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے (فرمایا کہ تمہارے) مقابلہ کے (وعدے کا) دن (یہ جشن کا دن اور) وقت ہے (دن چڑھے جب لوگ جمع کئے جائیں)۔

مقابلہ کا دن طے کر کے (پھر فرعون مجلس سے لوٹ گیا اور اپنے مکر کا سامان جمع کرنے لگا) یعنی

جادوگروں کو جمع کرنے اور مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کی تدبیریں کرنے لگا اور (پھر) آخر کار مکمل تیاری کے بعد پوری طاقت کے ساتھ وقت معین پر مقابلہ کے میدان میں (آ گیا)۔ جادوگروں کی بڑی فوج اس کے ساتھ تھی۔ انعام و اکرام کے وعدے ہو رہے تھے اور ہر طرح سے موسیٰ علیہ السلام کو شکست دینے کی فکر تھی۔ چونکہ جادوگر حق کا مقابلہ جادو سے کرنے آئے تھے اس لئے (موسیٰ) علیہ السلام (نے) مقابلہ شروع ہونے سے پہلے (ان کو تنبیہ کی کہ ارے تمہاری بربادی ہو) خدا کی نشانیوں اور انبیاء کے معجزات کو جادو کہنا تو اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے تو (تم اللہ پر جھوٹ مت باندھو کہیں خدا تعالیٰ تم کو) اپنے کسی (عذاب سے برباد نہ کردے اور) اس کی وجہ یہ ہے اللہ پر (جھوٹ باندھنے والا) ہمیشہ (ناکام ہوتا ہے)۔ موسیٰ علیہ السلام کی اس تقریر نے جادوگروں میں کھلبلی ڈال دی اور (پھر وہ) آپس میں اپنی رائے میں (جھگڑنے لگے) کہ اس شخص کو کیا سمجھا جائے کیونکہ اس کی باتیں جادوگروں کی سی معلوم نہیں ہوتیں۔ غرض وہ باہم بحث و مناظرہ کرتے رہے (اور خفیہ مشورے کرتے رہے) لیکن آخر میں فرعون کے اثر سے متاثر ہو کر یوں (کہنے لگے کہ واقعی یہ دونوں جادوگر ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال دیں اور تمہارے) دین و رسوم کے (بہترین طریقہ کو ختم کر دیں۔ تو اب (تم) موقع کی اہمیت کو سمجھو اور (سب مل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو پھر صفیں باندھ کر) مقابلہ میں (آؤ اور) یکبارگی ایسا حملہ کرو کے پہلے ہی وار میں ان کے قدم اکھڑ جائیں کیونکہ آج کا معرکہ فیصلہ کن معرکہ ہے (جو آج غالب ہوگا وہی کامیاب رہے گا)۔

پھر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے (کہا کہ اے موسیٰ کہئے یا تو آپ) اپنا عصا پہلے (ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہوں)۔ موسیٰ علیہ السلام نے نہایت تسلی سے (فرمایا) نہیں (بلکہ تم) پہلے اپنے حوصلے نکال لو اور جو تم ڈالنا چاہتے ہو (ڈال لو)۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور حاضرین کی نظر بندی کر دی (تو یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں ان کی نظر بندی کے عمل کی وجہ سے موسیٰ) علیہ السلام (کے خیال میں ڈالا گیا کہ وہ) سانپ کی طرح (دوڑتی چلتی ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف پایا) کہ جادوگروں کی یہ شعبدہ بازی دیکھ کر کہیں عوام دھوکہ میں نہ پڑ جائیں اور جادو اور معجزہ میں فرق نہ کر سکیں اور ایسی صورت میں حق کا غلبہ واضح نہ ہوگا۔ موسیٰ علیہ اسلام کا یہ خوف دیکھ کر (ہم نے کہا) اے موسیٰ (تم) اس بات کا کچھ (خوف مت کرو) آخر کار علی الاعلان (تم ہی غالب رہو گے اور) اس کے لئے یہ (جو تمہارے داہنے ہاتھ میں) عصا (ہے اس کو) زمین پر (ڈال دو جو کچھ انہوں نے) سوانگ (بنایا ہے یہ عصا اس کو نگل لے گا۔ انہوں نے جو) سوانگ (بنایا ہے وہ محض جادوگر کا مکر ہے اور جادوگر جہاں سے) چاہے اپنے ڈھکوسلے بنا کر لے (آئے) معجزہ کے

مقابلے میں (وہ کامیاب نہیں ہوتا)۔ موسیٰ علیہ السلام کو تسلی ہوگئی کہ حق و باطل اور معجزہ اور جادو کے درمیان امتیاز ہو کر رہے گا چنانچہ انہوں نے اپنا عصا ڈالا تو وہ حقیقی سانپ بن کر جادوگروں کی دوڑتی نظر آنے والی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا۔

(پھر جادوگر) فن کو جاننے والے تھے۔ اصول فن کے اعتبار سے فوراً سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہو سکتا۔ یہ یقیناً جادو سے اوپر کوئی اور حقیقت ہے۔ دل میں ایمان آیا اور (سجدہ میں گر پڑے) اور (پکار اٹھے کہ ہم تو ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے)۔ فرعون نے جو یہ ماجرا دیکھا اور میدان کو ہاتھ سے نکلتے دیکھا تو صورتحال کو سنبھالنے کے لئے فوراً (بولا کہ) یہ کیا (پیشتر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم ان) موسیٰ (پر ایمان لے آئے)۔ تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی۔ (معلوم ہوگیا کہ یہ تمہارے بڑے ہیں جنہوں نے تمہیں جادو سکھایا) ہے اور استاد اور شاگردوں نے مل کر سازش کر کے جنگ زرگری اور نورا کشتی کی ہے تاکہ تم کو حکومت حاصل ہو جائے۔ اور تم ایمان لا کر سمجھتے ہو کہ تم لوگ نجات پا لو گے اور ہم سب ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے (سو میں) تمہیں نہیں چھوڑوں گا اور (مخالف جانب سے تمہارے ہاتھ اور پاؤں ضرور کاٹوں گا) مثلاً دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں (اور) پھر (میں تم سب کو کھجور کے تنوں پر ضرور سولی دوں گا) تاکہ دوسروں کو عبرت ہو (اور تم کو) ابھی (معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم دونوں میں سے) یعنی مجھ سے اور موسیٰ کے رب میں سے (کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے)۔ ان جادوگروں نے جواب میں (کہا کہ ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے) نہ تو (ان دلائل پر جو ہم تک پہنچے ہیں اور نہ اس ذات پر جس نے ہم کو پیدا کیا ہے۔ تجھ کو جو کرنا ہو) دل کھول کر (کر لے۔ تو محض اس دنیا کی زندگی کو ختم کر سکتا ہے) تو کر دے۔ بس اب تو (ہم اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ معاف کر دے ہمارے لئے ہماری خطائیں بھی اور اس جادو کو بھی جس) کے ساتھ حق کا مقابلہ کرنے (پر تو نے) اور تیری حکومت کے خوف نے (ہمیں مجبور کیا اور اللہ تعالیٰ ہی) ثواب کے اعتبار سے (بہتر اور باقی رہنے والے ہیں) یعنی ان ہی کا ثواب بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی ہے لہٰذا ان کے ثواب کی امید میں ہمیں تیری ایذاء رسانی کا کچھ ڈر نہیں۔

ربط: جادوگروں نے یہ بات کہی کہ انسانوں کی ایذاء کے مقابلہ میں اللہ کا ثواب بہتر اور پائیدار ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ ثواب و عذاب سے متعلق اپنا ضابطہ بتاتے ہیں۔

إِنَّهُۥ

مَن يَأْتِ رَبَّهُۥ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُۥ جَهَنَّمَ ۖ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ

وَمَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ
الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ
وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾ ع

ترجمہ: بلاشبہ جو آئے اپنے رب کے پاس مجرم ہو کر تو اس کے لئے جہنم ہے نہ مرے گا اس میں اور نہ جئے گا۔ اور جو آئے اس کے پاس مومن ہو کر کہ کی ہوں اس نے نیکیاں تو ان لوگوں کے لئے ہیں بلند درجے۔ باغ ہیں ہمیشہ کے بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہ جزا ہے اس کی جو پاک ہوا۔

تفسیر: (یقیناً جو کوئی اپنے رب کے پاس) اس کی بغاوت اور اس کے کفر کا (مجرم بن کر آتا ہے تو اس کے لئے) سزا کے طور پر (جہنم) مقرر (ہے۔ اس میں نہ مرنا ہوگا) جو تکلیفوں کا خاتمہ کر دے (اور) جینے کی طرح کا (جینا بھی نہ ہوگا۔ اور جو کوئی اس کے پاس مومن بن کر آتا ہے کہ نیکیاں کی ہوں گی تو ان لوگوں کے لئے بلند درجے ہیں یعنی ہمیشہ کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ اور جو شخص) گندے خیالات، فاسد عقائد اور رذیل اخلاق اور برے اعمال سے (پاک ہو جائے اس کی یہی جزا ہے)۔

فرعون کا مزید اعراض اور سینہ زوری

جب فرعونیوں نے مقابلہ کے میدان میں شکست کھائی اور جادوگر مسلمان ہو گئے اور کچھ اور لوگ بھی مسلمان ہو گئے تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کا زور اور اثر توڑنے کے لئے کئی قسم کے اقدامات کئے مثلاً:

1- حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کے ہاں پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو خدمت کے لئے زندہ رکھا جائے۔

2- اپنی قوم میں اعلان کیا کہ اے میری قوم کیا ایسا نہیں ہے کہ میں ہی مصر کے تاج وتخت کا مالک ہوں اور میری ہی حکومت کے قدموں کے نیچے یہ نہریں بہہ رہی ہیں۔ کیا تم میرے اس جاہ وجلال کو نہیں دیکھتے۔ اب بتاؤ کیا میں بلند و بالا ہوں یا یہ جس کو نہ عزت حاصل ہے اور جو بات بھی صاف نہیں کر سکتا۔ اگر یہ اپنے خدا کے ہاں عزت والا ہے تو کیوں اس پر آسمان سے سونے کے کنگن نہیں گرتے جو یہ پہنے جیسا کہ میں پہنا ہوا ہوں یا فرشتے اس کے سامنے پر باندھ کر کیوں کھڑے نہیں ہوتے جیسا کہ میرے دربار میں لوگ میری عزت میں کھڑے رہتے ہیں۔

3- کبھی یہ اعلان کرتا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ یعنی سب سے بڑا رب ہوں۔

4-اس نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالے۔

فرعون اور مصریوں پر خدا کے چھوٹے عذاب

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت وتبلیغ کا فرعون اور اس کے سرداروں پر مطلق اثر نہ ہوا اور سوائے چند مصریوں کے عام مصریوں نے بھی ان ہی کی پیروی کی اور صرف یہی نہیں بلکہ فرعون کے حکم سے مسلمانوں کی نرینہ اولاد قتل کی جانے لگی اور موسیٰ علیہ السلام کے خلاف پروپیگنڈہ زور وشور سے کیا جانے لگا تو پہلے فرعون اور فرعونیوں پر یکے بعد دیگرے چند قسم کے عذاب نازل کئے گئے یعنی قحط کا، پیداوار میں کمی کا، ٹڈیوں کا اور جوؤں کا اور مینڈکوں کا اور خون کا۔ ان عذابوں کے آنے پر فرعون اور اس کی قوم نے یہ وطیرہ اپنایا کہ جب عذاب کی کوئی شکل نازل ہوتی تو یہ موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتے کہ اگر آپ ہم سے یہ عذاب ہٹوا دیں گے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے اور ضرور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے اور جب عذاب دور کر دیا جاتا تو مکر جاتے۔ بالآخر ان کی مکمل تباہی کا فیصلہ آ پہنچا۔

فرعون اور اس کی فوج کی غرقابی

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰىٓ ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾

ترجمہ: اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ رات کو لے چل میرے بندوں کو پھر بنا دے ان کے لئے راستہ سمندر میں سوکھا نہ خوف کرے تو پکڑے جانے کا اور نہ ڈرے تو۔ پھر پیچھا کیا ان کا فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ پھر ڈھانپ لیا ان کو پانی کے ریلے نے جیسا کچھ ان پر ڈھانپنے والا تھا اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور راہ نہ دکھائی۔

تفسیر: ہر طرح سے حجت پوری ہوگئی (اور) فرعون کو دل سے بھی یقین ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں لیکن فرعون نے ظلم اور سرکشی کی راہ اختیار کی اور اس نے نہ تو حق کو مانا اور نہ ہی بنی اسرائیل کو آزاد کیا تو اب (ہم نے) آخری فیصلہ کے طور پر (موسیٰ) علیہ السلام (کو وحی کی کہ ہمارے ان

بندوں کو) یعنی بنی اسرائیل کو مصر سے (راتوں رات) نکال کر (لے چلو) تاکہ فرعون کے ظلم اور اس کی غلامی سے ان کو نجات ملے۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے تو فرعون بھی اپنے لشکروں سمیت ان کے تعاقب میں نکلا۔ جب بنی اسرائیل سمندر کی طرف پہنچے اور فرعون کی فوج کو اپنی طرف آتے دیکھا تو کہہ اٹھے کہ ہم تو پکڑے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے جو مجھے نجات کی راہ دکھائے گا۔ پھر) اس وقت ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ تم اپنے عصا سے (سمندر) کو مار کر اس (میں ان کے لئے ایک خشک راستہ بنا دو) یعنی تم پانی پر عصا مارو تو ہم اس میں سے ایک خشک راستہ نکال دیں گے اور (تمہیں نہ تو پکڑے جانے کا اندیشہ ہوگا اور نہ) ڈوبنے کا (ڈر ہوگا)۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حسب ہدایت سمندر پر لاٹھی ماری تو پانی پھٹ کر راستہ نکل آیا اور راستے کے دونوں طرف پانی کے بڑے پہاڑ جیسے کھڑے ہو گئے۔ بنی اسرائیل اس پر سے بلا تکلف گزر گئے۔ (پھر) خشک راستہ دیکھ کر (فرعون) بھی (اپنے لشکروں سمیت بنی اسرائیلی کے پیچھے) سمندر میں گھس (گیا)۔ جس وقت بنی اسرائیل عبور کر گئے اور فرعون کا لشکر راستہ ہی میں تھا اللہ تعالیٰ نے سمندر کو مل جانے کا حکم دے دیا (تو) اس وقت (پانی کے) عظیم (ریلے نے ان کو ڈھانپ لیا جیسا کچھ وہ ان کو ڈھانپنے والا تھا) اور سب غرق ہو کر رہ گئے۔ (اور فرعون نے اپنی قوم کو غلط راہ پر لگایا) جو ان کو ہلاکت کی طرف لے گئی (اور سیدھی راہ پر نہیں لگایا) کہ نجات حاصل ہوتی۔

ربط: بنی اسرائیل پر اتنا بڑا احسان ہوا کہ غلامی سے نجات ملی اور دشمن غرق ہوا۔ یہ احسان یاد دلا کر ان کو نصیحت کرتے ہیں کہ تمہیں چاہئے کہ تم ان احسانوں کا حق ادا کرو۔

يٰبَنِيْٓ

اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ

الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ

يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ

اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾

ترجمہ: اے بنی اسرائیل نجات دی ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے اور وعدہ ٹھہرایا ہم

نے تم سے کوہ طور کی دائیں جانب اور اتارا تم پر من وسلویٰ۔ کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو دیں ہم نے تم کو اور مت سرکشی کرو اس میں کہ اترے گا تم پر میرا غضب۔ اور جو شخص ہو کہ اترے اس پر میرا غضب تو وہ گیا گزرا ہوا۔ اور میں بہت بخشنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل کرے نیک پھر راہ پر رہے۔

تفسیر: (اے بنی اسرائیل) میں نے تم پر بہت سے انعام واحسان کئے مثلاً یہ کہ

(1) (ہم نے تم کو تمہارے) سخت (دشمن سے نجات دی اور)

(2) موسیٰ علیہ السلام کے واسطہ سے (کوہ طور کی دائیں جانب تم سے یہ وعدہ ٹھہرایا) کہ مصر سے شام کو جاتے ہوئے کوہ طور کا جو بابرکت دایاں حصہ ہے وہاں آؤ تو تم کو تورات عطا کی جائے گی (اور)

(3) تیہ کے لق ودق میدان میں (ہم نے) تمہارے کھانے کے لئے (تم پر من وسلوی اتارا)۔ ان احسانات کا حاصل یہ ہے کہ (ہم نے تمہیں جو پاکیزہ چیزیں عطا کی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اس بارے میں سرکشی نہ کرو) جس کی صورتیں یہ ہیں کہ ناشکری یا فضول خرچی کرنے لگو یا فنا ہو جانے والی چیزوں پر اترانے لگو یا ان میں سے حقوق واجبہ ادا نہ کرو یا اللہ کی دی ہوئی دولت معاصی میں خرچ کرنے لگو یا جہاں اور جس وقت جوڑ کر رکھنے کی ممانعت ہے۔ وہاں جوڑنے کے پیچھے پڑ جاؤ (کہ) ایسی سرکشی کرنے میں (تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہو تو وہ انتہائی گیا گزرا ہوا۔ اور جو) دل سے (توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر راہ ہدایت پر قائم رہے تو ایسے کو میں بہت بخشنے والا ہوں)۔

ربط: مذکورہ بالا نصیحت کے باوجود بنی اسرائیل کی بڑی تعداد بچھڑے کی عبادت میں لگ گئی اور ان پر خدا کا غصہ ہوا۔

وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ

يٰمُوۡسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمۡ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىۡ وَعَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى ﴿۸۴﴾

قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾

فَرَجَعَ مُوۡسٰٓى اِلٰى قَوۡمِهٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَمۡ يَعِدۡكُمۡ

رَبُّكُمۡ وَعۡدًا حَسَنًا ؕ اَفَطَالَ عَلَيۡكُمُ الۡعَهۡدُ اَمۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ يَّحِلَّ عَلَيۡكُمۡ

غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ
بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ
اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا
هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ
قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ
مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ
وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا
مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ
اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ
اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ
قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا
بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ
لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠
وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ
عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ
اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

ترجمہ: اور کس چیز نے جلدی میں کیا تم کو اپنی قوم سے اے موسیٰ۔ کہا وہ میرے نقش قدم پر ہیں اور میں نے جلدی کی تیری طرف اے میرے رب تا کہ تو راضی ہو جائے۔ فرمایا ہم

نے آزمایا تیری قوم کو تیرے بعد اور گمراہ کیا ان کو سامری نے۔ تو لوٹا موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ کرتے ہوئے افسوس کرتے ہوئے۔ کہا اے میری قوم کیا نہیں وعدہ کیا تم سے تمہارے رب نے وعدہ اچھا۔ کیا طویل ہو گیا تم پر زمانہ یا ارادہ کیا تم نے کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کی جانب سے سو خلاف کیا تم نے میرے وعدہ کا۔ بولے نہیں خلاف کیا ہم نے تیرے وعدہ کا اپنے اختیار سے ولیکن ہم اٹھوائے گئے بوجھ قوم کی زینت کا سو پھینک دیا ہم نے اس کو پھر اسی طرح ڈالا سامری نے۔ پھر نکالا ان کے لئے بچھڑا یعنی ایک بدن جس کے لئے تھی گائے کی آواز اور کہا یہ ہے معبود تمہارا اور معبود موسیٰ کا سو وہ بھول گیا۔ کیا پس نہیں دیکھتے کہ نہیں لوٹاتا وہ ان کی طرف بات کو اور نہیں اختیار رکھتا ان کے لئے نقصان کا اور نہ نفع کا۔ اور کہا تھا ان کو ہارون نے پہلے سے کہ اے قوم تم بہکائے گئے ہو اس کے ذریعہ اور تمہارا رب رحمٰن ہے تو پیروی کرو میری اور اطاعت کرو میرے حکم کی۔ بولے ہم مسلسل اسی پر بیٹھے رہیں گے یہاں تک کہ لوٹ آئے ہماری طرف موسیٰ۔ کہا اے ہارون کس چیز نے روکا تجھ کو جب دیکھا تو نے ان کو کہ گمراہ ہو گئے کہ نہ پیچھے آئے تو میرے۔ کیا نافرمانی کی تو نے میرے حکم کی۔ کہا اے میری ماں کے بیٹے نہ پکڑ میری داڑھی کو اور نہ میرے سر کو۔ میں ڈرا کہ تو کہے کہ پھوٹ ڈالی تو نے بنی اسرائیل کے درمیان اور یاد نہ رکھی میری بات۔ کہا تو کیا معاملہ ہے تیرا اے سامری۔ بولا میں نے دیکھی وہ چیز نہیں دیکھی جو انہوں نے تو بھر لی میں نے ایک مٹھی رسول کے نقش قدم سے پھر ڈال دی میں نے وہ اور اسی طرح سمجھایا مجھ کو میرے نفس نے۔ کہا سو تو جا کہ تیرے لئے ہے زندگی میں کہ تو کہے نہ ہاتھ لگانا اور بلاشبہ تیرے لئے ہے ایک وعدہ ہرگز خلاف نہ کیا جائے گا جس کا اور دیکھ اپنے معبود کی طرف وہ جو رہا تو اس پر معتکف۔ ہم ضرور جلائیں گے اس کو پھر ہم بکھیر دیں گے اس کو دریا میں بکھیر کے۔ محض ہے تمہارا معبود اللہ۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے۔ وہ وسیع ہوا ہے ہر چیز پر علم سے۔

تفسیر: جب اللہ تعالیٰ کو تورات دینا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ کوہ طور پر آئیں اور اپنے ساتھ اپنی قوم کے نقیبوں کو بھی لائیں۔ موسیٰ علیہ السلام شوق میں سب سے پہلے تنہا جا پہنچے (اور دوسرے لوگ کچھ پیچھے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا (اے موسیٰ تم اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ کر جلدی کیوں چلے آئے)۔ انہوں نے جواب میں (کہا وہ لوگ یہ ہیں میرے) پیچھے پیچھے (نقش قدم پر اور میں نے دوسروں سے پہلے (آپ کی طرف جلدی کی کہ) امتثال امر میں میری تیزی کو دیکھ کر (آپ راضی ہوں۔ فرمایا) کہ تم تو ادھر آئے اور (ہم نے تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو) ایک سخت (آزمائش میں ڈال

دیا اور) اس کی عالم اسباب میں یہ صورت بنی کہ (سامری) کے نام سے مشہور ایک منافق (نے ان کو گمراہ کر دیا ہے)۔ کوہ طور پر ٹھہرنے کی جب مدت پوری ہوگئی (تو موسیٰ) علیہ السلام (اپنی قوم کی طرف غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے واپس لوٹے اور کہنے لگے کہ اے میری قوم کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا) اور سچا (وعدہ نہیں کیا تھا) کہ ہم تم کو اپنی کتاب تورات دیں گے۔ اس کتاب کا انتظار تو تم پر واجب تھا۔ (کیا تم پر) میعاد مقررہ سے (زیادہ زمانہ گذر گیا تھا) کہ اس کے ملنے سے مایوس ہوگئی ہو اس لئے اپنی طرف سے ایک عبادت ایجاد کر لی (یا) نا امیدی تو نہیں ہوئی لیکن تمہاری نیتیں ہی بدل گئیں اور (تم نے ارادہ کیا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو تو تم نے) جان بوجھ کر (میرے) اس (وعدہ کی) کہ میں تم کو خدا کی کتاب لا دوں اور تم اس پر عمل کرو گے اور میرے اتباع پر قائم رہو گے (مخالفت کی)۔ قوم والوں نے (جواب دیا کہ ہم نے آپ کے وعدہ کی مخالفت اپنے اختیار سے نہیں کی ولیکن) سامری کے عمل سے ہم اشتباہ میں پڑ گئے تھے۔ ہوا یہ کہ فرعون کی (قوم کے) جو (زیور) ہم نے کسی تقریب میں پہننے کے لئے ادھار لئے تھے اور پھر راتوں رات نکلنے کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتے تھے ان (کا بوجھ ہم پر لدا ہوا تھا) اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اسے کیا کریں (تو وہ ہم نے) سامری کے مشورہ سے آگ میں (پھینک دئے تھے) تا کہ جل کر ختم ہو جائیں۔ (پھر اس طرح سامری نے بھی) اپنے پاس کا زیور آگ میں (ڈال دیا)۔ لیکن (پھر سامری نے ان لوگوں کے لئے) اس پگھلے ہوئے زیور سے (ایک بچھڑا) ڈھال (نکالا کہ وہ ایک قالب تھا جس میں) کچھ کمال اور خوبی نہ تھی صرف (گائے کی سی) بے معنی (آواز تھی)۔ اس کو دیکھ کر ان کے سخت غلو کرنے والے لوگ (کہنے لگے کہ) اصل میں (یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود۔ تو) اسی کی عبادت کرو (موسیٰ کو تو بھول ہوئی) کہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے لئے کوہ طور پر گئے حالانکہ اس بچھڑے کی شکل مین خدا تو یہاں موجود ہے۔ (کیا) عقل کے اندھے اتنا بھی (نہیں دیکھتے کہ وہ) تو ایسا گیا گزرا ہے کہ (نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ہی ان کے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار رکھتا ہے۔) ایسا ناکارہ وجود خدا کیسے ہوسکتا ہے۔ (اور ان لوگوں کو پہلے ہی) جب انہوں نے یہ حرکت کی (ہارون) علیہ السلام (نے) روکتے ہوئے (کہا تھا کہ اے میری قوم کے لوگو تم اس بچھڑے کے ذریعہ آزمائش میں پڑے ہو)۔ یہ تمہارا رب نہیں ہے (اور تمہارا رب تو محض رحمٰن ہے) جس نے اب تک تم پر کس قدر رحمتوں کی بارش کی ہے۔ میں موسیٰ کا نائب ہوں اور خود نبی بھی ہوں (سو تم میرا اتباع کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو) سامری کے چکر میں مت پڑو۔ (ان لوگوں نے جواب دیا کہ موسیٰ کے ہمارے پاس واپس آنے تک تو ہم مسلسل اس پر جمے بیٹھے رہیں گے)۔ ان کے آنے پر دیکھا جائے گا جو مناسب معلوم ہوگا کریں گے۔

موسیٰ علیہ السلام جب واپس آئے تو پہلے قوم سے خطاب کیا جو اوپر گزرا پھر ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور (کہا اے ہارون جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ یہ) بالکل (گمراہ ہو گئے ہیں) اور نصیحت بھی نہیں سنتے (تو) اس وقت (تم کو میرے پاس آنے سے کس چیز نے روکا تھا)۔ تم کو اسی وقت میرے پاس آنا چاہئے تھا تا کہ فوراً کارروائی کرتے۔ اور میں نے تمہیں اپنا نائب بناتے ہوئے کہا تھا کہ لوگوں کی اصلاح کرنا اور مفسدوں کی اتباع نہ کرنا تو (کیا تم نے ے حکم کی خلاف ورزی) نہیں (کی) کہ نہ تو موافق لوگوں کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کیا اور نہ ہی ان سے علیحدہ ہوئے۔ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی آرام سے ان کے ساتھ رہتے رہے۔ یہ تو تم نے عجیب بات کی اور غصہ کے مارے موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کی داڑھی کے اور سر کے بالوں کو پکڑ لیا۔ ہارون علیہ السلام نے (کہا ای میری ماں کے بیٹے) یعنی اے میرے بھائی (آپ میری داڑھی اور میرے سر کے بالوں کو مت پکڑئے) اس سے دشمن خوش ہوں گے اور میرا عذر سن لیجئے۔ آپ کے پاس میرے نہ آنے کی وجہ یہ تھی کہ میں آتا تو مخلص مومن بھی میرے ساتھ آتے اور (مجھے ڈر ہوا کہ) اس صورت میں (آپ کہتے کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان پھوٹ ڈالی) جو بعض اوقات ایک جگہ رہنے سے زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے کہ مفسد لوگ میدان کو خالی پا کر فساد میں اور زیادہ بڑھ جاتے ہیں (اور) پھر آپ کہتے کہ میں نے اصلاح کرنے کو کہا تھا لیکن (تم نے میری بات کو یاد نہیں رکھا) اور اس پر عمل نہیں کیا۔ اسی طرح اگر مخلص لوگوں کو لے کر میں گمراہوں سے مقابلہ کرتا تب بھی یہی صورتحال بنتی۔ اس لئے صرف زبان سے سمجھایا لیکن یہ نہ سمجھے بلکہ الٹا مجھے قتل کرنے کے در پے ہوئے۔

ادھر سے فارغ ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو ڈانٹا اور (فرمایا کہ اے سامری) اب تو بتا کہ (تیرا کیا معاملہ ہے) یہ آواز دینے والا بچھڑا تو نے کیسے بنایا۔ سامری نے جواب میں (کہا کہ میں نے ایک ایسی چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی) یعنی خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے کو دیکھا (تو میں نے اس کے نقش پا سے) مٹی کی (ایک مٹھی بھر لی) کیونکہ خود بخود میرے دل میں یہ بات آئی کہ اس مٹی میں ضرور کچھ غیر معمولی تاثیر ہو گی اور (پھر) جب بچھڑے کے قالب کو ڈھالا تو اس میں (یہ) مٹی (ڈال دی)۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ قالب میں سے گائے کی سی آواز آنے لگی۔ (اور میرے نفس نے مجھے یہ بات اسی طرح سمجھائی)۔ مصر میں گاؤ پرستی کا رواج تھا۔ جو بنی اسرائیل اس سے کچھ متاثر تھے وہ یہ کرشمہ دیکھ کر بہک گئے اور سمجھے کہ واقعی یہی خدا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس سے (کہا کہ تو) یہاں سے دفع ہو (جا۔ تیرے لئے ایک تو زندگی بھر) کی (یہ) سزا (ہے کہ) جب بھی کوئی تجھے چھوئے تو تجھے بخار ہو جائے لہٰذا اس سے بچنے کے لئے (تو

یہی کہتا رہے کہ) مجھے (مت چھونا) کیونکہ تو نے بچھڑے کا ڈھونگ اسی لئے رچایا تھا کہ لوگ تیرے ساتھ ہوں اور تجھے سرداری وحکومت ملے۔اس کے مناسب یہی سزا ہے کہ کوئی تیرے پاس نہ آئے اور جو قریب آئے اس کو خود دور رہنے کی ہدایت کرے (اور) دنیا میں بالکل ذلیل اور اچھوت کی طرح زندگی گزارے۔ دوسرے (تیرے لئے) اس سزا کے علاوہ (ایک) اور (وعدہ ہے) آخرت کے عذاب کا (جس کے خلاف تجھ سے ہرگز نہ کیا جائے گا۔اور) تیسرے تیرے لئے حسرت کا مقام بھی ہے کہ (تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس) کی عبادت (پر تو جما بیٹھا تھا) اور اس کے ذریعے اپنی سیادت چاہتا تھا۔ (ہم اس کو ضرور) توڑ پھوڑ کر (جلا دیں گے پھر اس کو دریا میں بکھیر دیں گے) تاکہ اس کا نام ونشان بھی نہ رہے۔ (بس تمہارا حقیقی معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔ اور وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔)

ربط: اوپر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مفصل قصہ ذکر ہوا۔ آگے فرماتے ہیں کہ قرآن ایسے عبرت آموز واقعات پر مشتمل ہے اور جو لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں ان پر قیامت کے دن بڑا بوجھ لادا جائے گا۔

كَذٰلِكَ
نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا
ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان خبروں سے جو گذر چکیں اور دیا ہے ہم نے تجھ کو اپنے پاس سے نصیحت نامہ۔ جو اعراض کرے اس سے تو وہ اٹھائے گا قیامت کے دن بوجھ، ہمیشہ رہیں گے اس میں اور برا ہے ان کے لئے قیامت کے دن بوجھ۔

تفسیر: جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا (اسی طرح ہم آپ سے) عبرت آموز (گزشتہ واقعات کی خبریں بھی بیان کرتے) رہتے (ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ) یعنی قرآن (دیا ہے) جو عبرت آموز واقعات اور حقائق پر مشتمل ہے۔تو (جو کوئی اس سے اعراض کرے) کہ اس کو نہ مانے (تو وہ قیامت کے دن) عذاب کا بڑا بھاری (بوجھ اٹھائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور قیامت کے دن بوجھ ان کے لئے برا ہوگا)۔

ربط: اوپر قیامت کا ذکر آیا تو آگے قیامت کے دن کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کی ہولناکیوں کو سن کر قرآن سے اعراض کرنا چھوڑ دیں۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِى

الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ
اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ
طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ
يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا
عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ
الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ
الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ
مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ
الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ط وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ
يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

ترجمہ: جس دن پھونکا جائے گا صور میں اور ہم اکٹھا کریں گے مجرموں کو اس دن نیلی آنکھوں والا بنا کر چپکے چپکے کہتے ہوں گے آپس میں کہ نہیں رہے تم مگر دس روز۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں جب کہے گا ان میں زیادہ صائب رائے کہ نہیں ٹھہرے تم مگر ایک دن۔ اور وہ پوچھتے ہیں تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں۔ تو کہہ بکھیر دے گا ان کو میرا رب پوری طرح پھر چھوڑ دے گا ان کو ہموار میدان نہ دیکھے گا تو اس میں کجی کو اور نہ بلندی کو۔ اس دن پیروی کریں گے بلانے والے کی۔ نہیں ہوگی کوئی کجی اس میں اور پست ہو جائیں گی آوازیں رحمٰن کے لئے تو نہ سنے گا تو مگر آہٹ۔ اس دن نہ نفع دے گی شفاعت مگر اس کو کہ

اجازت دے جس کے لئے رحمٰن اور پسند کرے جس کے لئے بولنے کو۔ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور لوگ احاطہ نہیں کرتے اس کا علم سے۔ اور جھکے ہوں گے چہرے حی قیوم کے سامنے اور نامراد ہوگا وہ شخص جس نے اٹھایا ظلم کو۔ اور جو کوئی کرے عمل نیک اور وہ ہو مومن تو نہ خوف کرے گا ظلم کا اور نہ نقصان کا۔

تفسیر: اور اب قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو سنو۔ یہ وہ دن ہوگا (جس دن) دوسری مرتبہ (صور میں پھونکا جائے گا) جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے (اور اس دن ہم مجرموں کو) یعنی کافروں کو (نیلی آنکھوں والا بنا کر) میدان قیامت میں (اکٹھا کریں گے) تاکہ آنکھوں کی اس رنگت کی وجہ سے ان کی بدصورتی میں مزید اضافہ ہو۔ اور آخرت کا ماحول اور وہاں کے ہولناک مناظر دیکھ کر دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئے گا کہ خوف سے (چپکے چپکے آپس میں کہتے ہوں گے کہ تم لوگ تو) دنیا میں یا قبروں میں (صرف دس دن رہے ہو۔ جو وہ) چپکے سے (کہتے ہیں) وہ ہم سے نہیں چھپتا (ہم اس سے خوب واقف ہیں جب کہ ان کا زیادہ صائب رائے کہتا ہوگا کہ) دس دن کہاں (تم تو صرف ایک دن ہی رہے)۔ وہ زیادہ صائب رائے اس لئے ہوا کہ دنیا کے زوال و فنا اور آخرت کے دوام و بقاء اور اس کی ہولناکی کی شدت کو اس نے دوسروں سے زیادہ سمجھا۔

(اور لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں) کہ دنیا کے یہ اتنے عظیم الشان اور سخت پہاڑ ہیں قیامت میں ان کا کیا بنے گا۔ تو (آپ فرما دیجئے کہ میرا رب) اپنی لامحدود قدرت سے (ان کو) ذرا سی دیر میں کوٹ پیس کر ریت کے ذرات اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوا میں (بکھیر دے گا پھر ان کو صاف ہموار میدان کر کے چھوڑے گا جس میں آپ کچھ اونچ نیچ نہ دیکھیں گے۔)

(اس روز سب) کے سب (خدا کے داعی) یعنی بلانے والے فرشتہ (کا اتباع کریں گے اور جدھر کو وہ آواز دے گا سیدھے تیر کی طرح ادھر بھاگے جائیں گے (نہ اس میں) یعنی بلانے والے کی بات میں (ٹیڑھ ہوگی) اور نہ دوڑنے والوں میں کوئی کجی رہے گی۔ (اور رحمٰن کے لئے) اس کے خوف و ہیبت سے تمام (آوازیں دب جائیں گی اور سوائے) چلنے کی (آہٹ کے تم کچھ) آواز (نہ سنو گے)۔ اگر کوئی کچھ کہے گا بھی تو اس قدر آہستہ جیسے کانا پھوسی کرتے ہوں۔

(اس دن) کسی کی (سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو) انبیاء اور صلحاء کی سفارش فائدہ دے گی (کہ جس) کی سفارش کرنے (کے لئے اللہ تعالیٰ نے) سفارش کرنے والوں کو (اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے) سفارش کرنے والے کے (بولنے کو پسند کر لیا ہو)۔ اور ایسے اشخاص صرف مومن

ہوں گے لہٰذا کافروں کے لئے کچھ شفاعت نہ ہوگی۔ اور کس کو کس کے لئے شفاعت کا موقع دینا چاہئے (اللہ تعالیٰ) اپنے علم محیط سے اس کو بخوبی جانتے ہیں کیونکہ وہ تو (سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتے ہیں جب کہ لوگ اللہ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اور اس روز تمام چہرے اس حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوں گے اور) تکبر کرنے والوں کا تکبر جاتا رہے گا اور (وہ شخص تو بالکل ہی نامراد ہوگا جو ظلم) یعنی شرک اور معاصی (اٹھا کر لایا ہوگا۔ اور) اس کے مقابلہ میں (جس نے نیک عمل کئے جب کہ وہ مومن بھی ہو تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا) کہ کوئی نیکی ضائع کر دی جائے یا ناکردہ گناہ میں پکڑا جائے (اور نہ نقصان) پہنچنے (کا) خوف ہوگا کہ استحقاق سے کم بدلہ دیا جائے۔

ربط: اوپر ذکر کیا تھا کہ قرآن عبرت آموز واقعات و حقائق پر مشتمل ہے اس سے اعراض صحیح نہیں۔ آگے قرآن پاک سے متعلق دو باتیں ذکر کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۖ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾

ترجمہ: اور اسی طرح اتارا ہم نے اس کو قرآن عربی زبان کا اور پھیر پھیر کر بیان کی ہم نے اس میں وعید تاکہ وہ ڈریں یا پیدا کرے ان کے لئے سوچ۔ تو بلند ہوا اللہ جو سچا بادشاہ ہے۔ اور مت جلدی کر قرآن میں اس سے پہلے کہ پوری کی جائے تیری طرف اس کی وحی اور کہہ اے میرے رب بڑھا دے مجھ کو علم میں۔

تفسیر: 1- (اور) جیسا اوپر ہم نے محشر کے احوال اور نیک و بد کے نتائج صاف صاف سنا دئے (اسی طرح ہم نے اس کو قرآن) صاف (عربی زبان میں نازل کیا اور) پھر (اس میں ہم نے پھیر پھیر کر) طرح طرح سے قیامت اور عذاب کی (وعید کو بیان کیا ہے تاکہ) جو لوگ اس کے اولین مخاطب ہیں (وہ) اس کو پڑھ کر خدا سے (ڈریں) اور تقوی کی راہ اختیار کریں (یا) اتنا نہ تو کم از کم (ان) کے دلوں (میں) اپنے انجام کی طرف سے کچھ (سوچ) تو (پیدا کر دے) جو آگے بڑھتے ان کو ہدایت پر لے آئے اور پھر ان کے ذریعے سے دوسروں کو ہدایت ہو۔ (سو بلند درجہ ہے اللہ) کا (جو سچا بادشاہ ہے) جس نے یہ عظیم الشان قرآن اتارا اور اپنی رعایا کو ان ہی کے فائدے کے لئے ایسی سچی اور کھری

باتیں سنائیں۔

2- (اور) جب قرآن ایسی مفید اور عجیب چیز ہے تو جس طرح ہم اس کو بتدریج آہستہ آہستہ اتارتے ہیں (آپ) بھی (اپنی طرف قرآن کی وحی پوری ہونے سے پہلے) جبرئیل سے اس کو لینے میں (جلدی نہ کیا) کریں کہ خود بھی ساتھ ساتھ پڑھنا شروع کردیں۔ (اور) ہم تو ذمہ لے چکے ہیں کہ قرآن آپ کے سینے سے نہ نکلے گا پھر اس فکر میں کیوں پڑتے ہیں کہ کہیں بھول نہ جاؤں بلکہ (یوں دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب) قرآن کے (علم) ومعرفت (میں مجھے بڑھاتا چلا جا)۔

ربط: جبریل علیہ السلام جب قرآن لاتے تو رسول اللہ ﷺ ان کے پڑھنے کے ساتھ خود بھی پڑھنے لگتے تاکہ بھول نہ جائیں۔ پہلے سورہ قیامہ میں بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ کے حکم سے اس طرح کرنے سے منع فرمایا اور تسلی دی کہ اس کا یاد رکھوانا اور لوگوں تک پہنچوانا ہمارا ذمہ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ شاید بھول گئے اس لئے اوپر کی آیت میں پھر منع فرمایا اور بھولنے اور جلدی کرنے پر آگے مثال بیان فرمائی کہ آدم علیہ السلام نے ایک چیز میں بے موقع جلدی کی تو اس کا کیا انجام ہوا۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ
لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا
اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا
يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ
لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ
الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾
فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ
وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ
فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًاۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

عَدُوٌّ ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى ۖ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ
وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾

ترجمہ: اور حکم دے چکے تھے ہم آدم کو اس سے پہلے سو وہ بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس کے لئے پختگی۔ اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا۔ پھر کہا ہم نے کہ اے آدم یقیناً یہ دشمن ہے تیرا اور تیری بیوی کا سو ہرگز نہ نکلوائے تم دونوں کو جنت سے پھر تو مشقت میں پڑ جائے۔ تیرے لئے ہے کہ نہ تو بھوکا ہو اس میں اور نہ ننگا ہو اور یہ کہ نہ تو پیاسا ہو اس میں اور نہ تو دھوپ میں تپے۔ پھر وسوسہ ڈالا اس کی طرف شیطان نے۔ کہا اے آدم کیا میں رہنمائی کروں تیری ہمیشگی کے درخت پر اور بادشاہی پر جو پرانی نہ ہو۔ سو دونوں نے کھا لیا اس درخت سے تو کھل گئیں دونوں کے لئے ان کی شرمگاہیں اور لگے ڈھانپنے دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے اور قصور کیا آدم نے اپنے رب کا اور غلطی میں پڑ گیا۔ پھر مقبول بنا لیا اس کو اس کے رب نے پھر متوجہ ہوا اس پر اور راہ پر لایا۔ کہا کہ اترو تم دونوں اس سے اکٹھے کہ تمہارا ایک دوسرے کا دشمن ہوگا۔ پھر اگر آئے تمہارے پاس میری جانب سے ہدایت تو جو پیروی کرے گا میری ہدایت کی تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ مشقت میں پڑے گا۔

تفسیر: (اور اس سے پہلے آدم) علیہ السلام کو جب کہ وہ اپنی تخلیق کے بعد جنت میں رہتے تھے (ہم نے ایک حکم دیا تھا سو وہ بھول گئے اور ہم نے) اس حکم کے اہتمام میں (ان میں پختگی نہ پائی اور) اس اجمال کی تفصیل کے لئے وہ وقت یاد کرو (جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم) علیہ السلام (کے سامنے سجدہ کرو۔ سو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ اس نے انکار کیا)۔ وجہ پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو خاک سے پیدا کیا ہے اور آگ نورانی ہونے کی وجہ سے خاک سے افضل ہے اور افضل کا غیر افضل کو سجدہ کرنا غیر مناسب ہے۔ اس تکبر پر وہ ہمارے دربار سے مردود ہوا تو اس نے ہم سے قیامت تک کے لئے مہلت لی اور کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ آدم اور اولاد آدم کی رہزنی کرنے کے لئے آپ کے دین حق کی راہ پر بیٹھوں گا اور ان کو بہکانے کے لئے ان پر چاروں طرف سے حملہ کروں گا۔ ان کے آگے سے بھی پیچھے سے بھی اور ان کے دائیں سے بھی اور ان کے بائیں سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو اپنا احسان مند نہ پائیں گے۔

(تو ہم نے) آدم سے (کہا کہ اے آدم یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے لہٰذا) احتیاط رکھنا کہ (کہیں یہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے پھر تم روٹی، کپڑے اور مکان وغیرہ کی (مشقت میں پڑ

جاؤ) جب کہ (جنت میں تمہارے لئے) ایسی کوئی تکلیف نہیں (ہے کہ اس میں نہ تم بھوکے ہوگے اور نہ ننگے ہوگے اور نہ تمہیں پیاس لگے گی اور نہ تم دھوپ میں تپو گے)۔ غرض یہاں تو راحت ہی راحت ہے، کھانا پینا محض مزے کے لئے ہے، لباس خراب نہیں ہوتا اور موسمی شدائد بھی کوئی نہیں ہیں۔

(پھر) ایک عرصہ گزرنے کے بعد (شیطان) نے جھانسا دیا اور کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں ہمیشگی کے درخت اور بوسیدہ نہ ہونے والی بادشاہی کی طرف آپ کی رہنمائی کروں) جس کے استعمال سے آپ دونوں فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ کی زندگی حاصل کرلو گے۔ وہ یہی درخت ہے جس سے آپ کو منع کیا گیا ہے۔ ممانعت کی اصل وجہ یہ تھی کہ تازہ تخلیق کی وجہ سے آپ میں اس کی سہار نہ تھی۔ اب آپ میں گزرتے وقت کے ساتھ سہار پیدا ہو چکی ہے لہٰذا اب ممانعت کی وجہ و علت باقی نہیں رہی اور یوں ممانعت کا حکم بھی نہیں رہا اور قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ میں تو محض آپ کا خیر خواہ ہوں اور آپ کی خیر خواہی سے کہتا ہوں۔ (غرض) آدم اور حوا علیہما السلام (دونوں اس کی باتوں کے قائل ہو گئے اور انہوں نے (اس درخت کے پھل کو کھالیا)۔ شیطان کے کہے کے برعکس اس پھل میں ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہو کہ وہ انسان کی طبعی خوابیدہ حاجتوں اور قوتوں کو بیدار اور متحرک کر دیتا ہو مثلاً بھوک اور پیاس لگنے لگے اور پیشاب پاخانے کی حاجت ہونے لگے اور ظاہر ہے کہ جنت حاجت اور نجاست کا مقام نہیں ہے اس کے لئے دنیا میں اترنا ہی تھا لہٰذا ان کا لباس بھی اتروالیا گیا (اور ان کی شرمگاہیں ان کے سامنے کھل گئیں اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے ڈھانپنے لگے۔ اور) آدم علیہ السلام سے حکم الٰہی کے امتثال میں اجتہادی غفلت و کوتاہی ہوئی تو وہ اپنے مقام و مرتبہ کے موافق جو عزم و استقامت تھی اس پر قائم نہ رہے۔ چونکہ مقرب حضرات اپنے مرتبہ سے نیچے ہو کر کچھ کام کریں تو اس پر بھی ان کی گرفت ہوتی ہے اس لئے باوجودیکہ آدم علیہ السلام کی خطا اجتہادی تھی اس کو سخت الفاظ میں تعبیر فرمایا کہ (آدم) علیہ السلام (نے اپنے رب کا حکم ٹالا اور وہ) اپنے مرتبہ کے موافق عزم کی (راہ سے بہک گئے) لیکن چونکہ آدم اور حوا علیہما السلام غلط فہمی میں مبتلا ہوئے تھے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا ارادہ نہیں تھا اس لئے ان کے رب نے ان پر شیطان کا تسلط نہیں ہونے دیا بلکہ فوراً توبہ کی توفیق بخشی (پھر ان کو اپنا مقبول بنالیا اور ان پر) مہربانی سے (توجہ فرمائی اور) اپنی خوشنودی کی (راہ پر قائم کر دیا)۔ پھر آدم و حوا علیہما السلام سے (فرمایا کہ تم دونوں ایک ساتھ جنت سے اترو تم) دونوں کی اولاد (میں سے بعض دوسروں کے دشمن ہوں گے۔ پھر اگر میری طرف سے) اے اولاد آدم (تمہارے پاس) نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ سے ہدایت پہنچے تو تم میں سے جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کرے گا تو وہ نہ) دنیا میں (گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں شقی) و بدبخت (ہوگا)۔

ربط: آگے قرآن کے بارے میں بات کو مزید چلاتے ہوئے بتاتے ہیں کہ اس سے اعراض کرنے والوں کا انجام برا ہے۔

وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا وَّ
نَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِىۡۤ اَعۡمٰى وَقَدۡ
كُنۡتُ بَصِيۡرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتۡكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيۡتَهَا‌ ۚ وَكَذٰلِكَ الۡيَوۡمَ
تُنۡسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِىۡ مَنۡ اَسۡرَفَ وَلَمۡ يُؤۡمِنۡۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ‌ ؕ
وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبۡقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ
مِّنَ الۡقُرُوۡنِ يَمۡشُوۡنَ فِىۡ مَسٰكِنِهِمۡ‌ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى
النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ۧ وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ؕ

ترجمہ: اور جس نے اعراض کیا میری نصیحت سے تو اس کے لئے گزران ہے تنگ اور ہم اٹھائیں گے اس کو قیامت کے دن اندھا۔ کہے گا اے میرے رب کیوں اٹھایا تو نے مجھ کو اندھا اور میں تھا بینا۔ فرمایا اسی طرح آئی تھیں تیرے پاس میری آیتیں پھر تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جائے گا اور اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں اس کو جو حد سے نکلا اور نہیں ایمان لایا اپنے رب کی آیتوں پر اور عذاب آخرت کا زیادہ سخت اور بہت باقی رہنے والا ہے۔ کیا پس نہیں سمجھایا ان کو اس بات نے کہ کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے قومیں۔ یہ لوگ چلتے ہیں ان کے رہنے کی جگہوں میں۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے ہو چکی تیرے رب کی جانب سے تو لازم ہو جاتا (عذاب) اور (اگر نہ ہوتی) مدت مقررہ۔

تفسیر: (اور جس نے میری نصیحت) یعنی قرآن سے اور میری یاد (سے اعراض کیا) اور محض دنیا کی فانی زندگی ہی کو مقصود سمجھ لیا (تو اس کے لئے تنگ گزران) ہوتی (ہے) جس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

1- بہت کچھ مال و دولت ہونے کے باوجود چونکہ دل قناعت و توکل سے خالی ہوتا ہے اس لئے ہر وقت دنیا کی مزید حرص اور ترقی کی فکر رہتی ہے اور کمی کے خوف سے دل تنگ اور بے آرام رہتا ہے۔

2- جس زندگی میں خیر نہ ہو وہ حقیقت میں تنگ ہے کہ اس میں خیر کے سمانے کی گنجائش نہیں ہوئی۔
3- قبر کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ قبر کی زمین بھی اس پر تنگ کر دی جاتی ہے۔

(اور ہم قیامت کے دن اس کو) آنکھوں سے (اندھا کر کے) قبر سے (اٹھائیں گے) اگر چہ بعد میں آنکھیں کھول دی جائیں گی تا کہ حشر کی اور جہنم کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کرے۔ (وہ) تعجب سے (پوچھے گا کہ اے میرے رب میں تو) دنیا میں (بینا تھا) مجھ سے کیا قصور ہوا۔ (آپ نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ ارشاد ہوگا کہ اسی طرح) تیرا دنیا میں عمل تھا کہ (تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں لیکن تو نے ان کو بھلائے رکھا) اور ان کے بارے میں اندھا بنا رہا (اور اسی طرح آج تجھ کو بھلایا جاتا ہے اور) تجھے آنکھوں سے اندھا کیا گیا ہے۔ اور جس طرح یہ سزا عمل کے مناسب دی گئی (اسی طرح ہم ہر اس شخص کو) اس کے عمل کے مناسب (سزا دیں گے جس نے حد) اطاعت (سے تجاوز کیا اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لایا۔ اور) یہ تو ابھی میدان حشر کا عذاب ہے۔ (آخرت کا) اصل یعنی جہنم کا (عذاب تو اور زیادہ سخت ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے)۔ قرآن سے اعراض کرنے کے اس برے انجام کو اگر یہ سن کر نہیں مانتے تو (کیا اس بات نے) بھی (کہ ہم نے ان سے پہلے) ان (بہت سی قوموں کو ہلاک کیا ہے ان کو یہ بات نہیں سمجھائی جن کے مساکن میں) جو کھنڈرات کی صورت میں اب تک موجود ہیں (یہ چلتے پھرتے ہیں) حالانکہ (بلاشبہ اس میں عقل والوں کے لئے) بڑی نشانیاں ہیں۔ اور آپ کے رب کی) یہ (بات پہلے سے نہ ہو چکی ہوتی) کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت کر چکی ہے (اور یہ کہ) عذاب کے آنے کا پہلے سے (وقت مقرر ہے تو) قرآن سے اعراض کرنے والوں کے ساتھ عذاب (لازم ہو) کر ان کو تباہ و برباد کر (چکا ہوتا)۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ قرآن سے اعراض کرنے والوں سے عذاب مؤخر ہے تو چند وجوہ سے ہے۔ آگے اس مدت تاخیر کے لئے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت دیتے ہیں۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ
تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ
زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٣١﴾
وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ

نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

ترجمہ: سو صبر کر اس پر جو یہ لوگ کہتے ہیں اور تسبیح کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے اور کچھ رات کی گھڑیوں میں تسبیح کر اور دن کے کناروں پر تاکہ تو راضی ہو۔ اور مت پھیلا اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف، فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے جو کافروں کے مختلف گروہوں کو کہ وہ رونق ہے دنیوی زندگی کی تاکہ ہم آزمائش کریں ان کی اس سامان میں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ اور حکم دے اپنے گھر والوں کو نماز کا اور پابند رہ اس پر۔ نہیں ہم مانگتے تجھ سے رزق، ہم خود رزق دیتے ہیں اور بہتر انجام تقویٰ کا ہے۔

تفسیر: قرآن سے اعراض کرنے والوں یعنی کافروں کو جو ڈھیل دی جا رہی ہے (تو) اس عرصہ میں آپ کے لئے چار ہدایتیں ہیں۔

1- اس عرصہ میں (یہ جو کچھ) طعن وتشنیع کی (باتیں کریں آپ اس پر صبر کیجئے اور) ان کے کفریہ کلمات سے پریشان نہ ہوں۔

2- (سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کی کچھ گھڑیوں میں اور دن کے دونوں اطراف میں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے تاکہ آپ) اس کا ثواب دیکھ کر (خوش ہوں)۔

3- (اور آپ اپنی آنکھیں اس) دنیوی سامان (کی طرف مت پھیلائیے جو دنیوی زندگی کی رونق ہے اور جو ہم نے کافروں کی مختلف جماعتوں) مثلاً یہود، نصاریٰ، مشرکین اور مجوس وغیرہ (کے فائدے کے لئے دے رکھا ہے تاکہ اس میں ہم ان کی آزمائش کریں) کہ کون ہمارا احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں (آپ کے رب کا رزق) وعطیہ جو آخرت میں ملے گا وہ زیادہ (بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے)۔

4- (اور آپ اپنے گھر والوں کو) بھی پابندی کے ساتھ (نماز) پڑھنے (کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر قائم رہئے)۔ دنیا میں تو مالک غلاموں سے روزی کما کر لانے کو کہتے ہیں لیکن (ہم آپ سے روزی کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ روزی تو ہم آپ کو خود دیتے ہیں)۔ ہم آپ سے صرف عبادت کرنے اور تبلیغ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ان باتوں کا حاصل تقویٰ ہے (اور بہتر انجام تقویٰ ہی کا ہے)۔

ربط: قرآن سے اعراض کرنے والوں کے ایک مطالبہ پر جواب۔

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ
أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم
بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ
آيَاتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا
فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿١٣٥﴾

ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں کیوں نہیں لاتا یہ ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی جانب سے۔ کیا نہیں آئی ان کے پاس کھلی نشانی جو پہلے صحیفوں میں تھی۔ اور اگر ہم ہلاک کرتے ان کو کسی عذاب سے اس سے پہلے تو کہتے اے ہمارے رب کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف رسول کہ ہم پیروی کرتے تیری آیتوں کی اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوتے اور ہم رسوا ہوتے۔ تو کہہ دے ہر شخص منتظر ہے سو تم بھی انتظار کرو جلد ہی تم جان لو گے کون ہیں سیدھی راہ والے اور کس نے ہدایت پائی۔

تفسیر: (یہ لوگ) ہٹ دھرمی سے (کہتے ہیں کہ یہ) محمد ﷺ (ہمارے پاس کوئی) ایسی (نشانی اپنے رب کے پاس سے کیوں نہیں لاتے) جس کے بعد ہم کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔ (کیا ان کے پاس) دیگر سینکڑوں نشانیوں کے علاوہ عظیم الشان قرآن کی صورت میں (اگلی کتابوں کے ضروری مضامین کی) صداقت کی (کھلی نشانی) اور دلیل (نہیں آ چکی)۔ غرض ایسی عظیم الشان نشانی دیکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ آپ کوئی نشانی کیوں نہ لائے۔ (اور) فرض کرو (اگر ہم) قرآن جیسی نشانی نازل نہ کرتے اور رسول بھی نہ بھیجتے اور (اس سے پہلے) ہی کفر وشرک کی سزا میں ہم (ان کو کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو) اس وقت (یہ لوگ کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا) اور کتاب کیوں نہ بھیجی کیوں (کہ) اگر آپ وہ بھیجتے تو (ہم ذلیل ہونے اور رسوا ہونے سے پہلے ہی آپ کی آیتوں کی پیروی کرتے)۔ غرض قرآن نہ آتا تو یوں کہتے۔ اب آ گیا ہے تو یوں کہتے ہیں۔ (آپ) ان کے مطالبہ کے جواب میں یہ (فرمائیے) کہ تمہارا مقصد تو حیلے بہانے تراشنا ہے اس لئے سنو کہ (ہر شخص) ہی (منتظر) ہوتا (ہے) کہ دیکھے پردہ غیب سے مستقبل میں کیا نکلتا ہے (سو تم بھی انتظار کرو۔ پھر تم جلد ہی) یہ حقیقت (جان لو گے کہ کون) لوگ سیدھی راہ والے ہیں اور کون ہدایت یافتہ ہیں) اور کون ان کے برعکس ہیں۔